www.KitaboSunnat.com
ایامِ خلافتِ راشدہ
معاشی و سماجی عدل و انصاف اور امن و امان کا ایک بہترین دور
تالیفِ لطیف
حضرت مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری
مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

ایامِ خلافتِ راشدہ
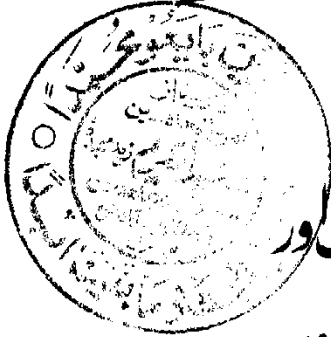
معاشی و سماجی عدل و انصاف اور امن و امان کا ایک بہترین دور

حضرت مولانا عبد الرؤف رحمانی جھنڈانگری
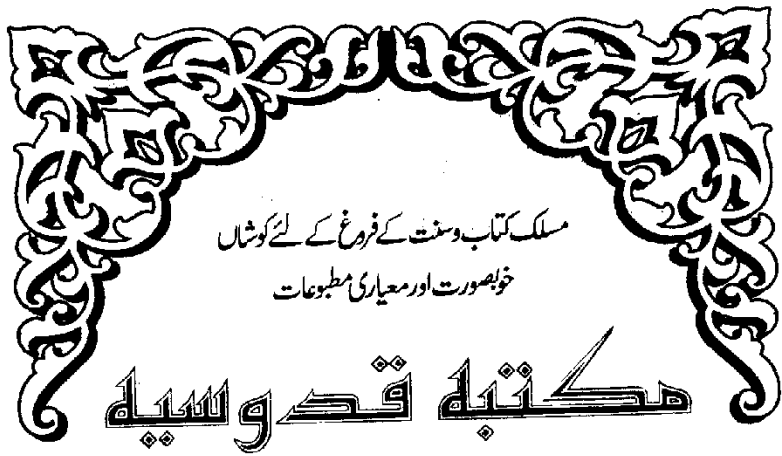
ناشر ———— ابوبکر قدوسی

اشاعت ———— اکتوبر 2001ء

مطبع ———— موٹروے پریس
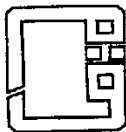
MAKTABA QUDDUSIA
REHMAN MARKET GHAZNI STREET URDU BAZAR
LAHORE - PAKISTAN. Ph: 7351124 - 7230585
Fax: 92 - 42 - 7230585 Email: qadusia@brain.net.pk

فہرست مضامین

کنبہ پروری، اقربا نوازی یا خدمت عوام

عنوان	صفحہ

رعایا کے جان و مال

عنوان	صفحہ

آبادی زمین سے متعلق خلفائے راشدین کے عظیم منصوبے

رفاہ عام کے چند ضروری انتظامات

عنوان — صفحہ

عہدوں پر باصلاحیت افراد کا تقرر

عنوان	صفحہ

عادلانہ منصفانہ انتظامات اور اس کے فیوض و برکات

عمال پر نگرانی و احتساب

عمال کے لئے ہدیہ و رشوت

دور فاروقی کے دیانت پسند وجفاکش و مستعد عمال

حضرت عمرؓ کی مردم شناسی

عرض ناشر

آج کرہ ارض پر موجود تمام انسان اخلاقی گراوٹ' بدحالی' بے سکونی اور بد امنی کا شکار ہیں۔ ان میں ایک اللہ کو ماننے والے بھی ہیں اور عقیدۂ تثلیث پر یقین رکھنے والے بھی۔ بتوں کے پیروکار بھی اسی فہرست میں شامل ہیں جب کہ الحاد و تشکیک کے شکار لوگ بھی آفات میں مبتلا ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ عقائد میں زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق رکھنے والے لوگوں کے حالات ایک جیسے کیوں ہیں؟ خصوصا وہ لوگ جن کے پاس اللہ رب العزت کا قرآن اور اس کے نبی ﷺ کا فرمان زندگی کی مشکلات آسان کرنے کے لیے موجود ہے' کم از کم ان کے لئے تو پریشانیاں نہیں ہونی چاہئیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آج کا مسلمان سب سے زیادہ ذلیل و رسوا ہے۔ امت مسلمہ القدس الشریف ـــــ جس کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی سلطنت میں داخل کیا تھا ـــــ سے محروم ہو چکی ہے۔ اور القدس الشریف کو یہودیوں کے قبضہ سے واگزار کرانا فی الوقت بظاہر بعید از امکان نظر آتا ہے۔

آج کا مسلمان بری طرح افتراق و انتشار کا شکار ہو چکا ہے۔ کبھی ان مسلمانوں کا مرکز مدینہ ہوا کرتا تھا۔ آج ہر خطے کے مسلمان کا اپنا علیحدہ مرکز ہے۔ گویا مسلمان مرکزیت سے محروم ہو چکے ہیں۔ ہمیں غیر مسلموں کے دکھوں' تکلیفوں کے اسباب جاننے سے غرض نہیں۔ ہمیں تو صرف محمد عربی ﷺ کے نام لیواؤں سے غرض ہے کہ ان کی مشکلات اور ان کے مصائب کس طرح ختم ہو سکتے ہیں؟ وہ کون سا راستہ ہے جس پر چلنے سے مسلمان ایک بار پھر اپنے اسلاف کی گم شدہ روایات کو پا سکتے ہیں؟ **"ایام خلافت راشدہ"** تاریخ اسلام کے اس سنہری دور کی عکاسی کرتی ہے کہ آج صدیاں گزر جانے کے باوجود انسانی تاریخ اس دور کی کوئی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس کتاب میں امت مسلمہ کو جو درس دیا گیا ہے وہ یہی ہے کہ اگر آج بھی

مسلمان حکمران اس طرز حکمرانی کو اپنا لیں جس کے مطابق خلفائے راشدین خلافت کے فریضے سے عہدہ برآ ہوئے تو کوئی وجہ نہیں کہ عام مسلمان کی زندگی میں راحت و سکون کا دور دورہ ہو جائے۔ اگر آج ہمارے حکمران اس بات کا احساس کر لیں کہ وہ جس منصب پر فائز ہیں وہ منصب ان سے کس بات کا متقاضی ہے تو یقیناً امن و چین کا وہ زمانہ ایک بار پھر واپس آ سکتا ہے اور مسلمان ایک بار پھر اس دنیا میں سربلند ہو سکتے ہیں۔

خلفائے راشدین کس درجہ احساس ذمہ داری سے سرشار تھے' ذرا ملاحظہ کیجئے کہ سخت گرمیوں کے دوران چلچلاتی ہوئی دھوپ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت المال کے گمشدہ اونٹ کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ حضرت عثمان دور سے دیکھتے ہیں تو متعجب ہوتے ہیں کہ اتنی شدید گرمی میں یہ کون ہے جو یوں پھر رہا ہے۔ قریب آنے پر وہ امیرالمومنین کو دیکھ کر حیران و ششدر ہو جاتے ہیں اور ان کی حیرانی میں اس وقت اضافہ ہو جاتا ہے جب ان کو پتہ چلتا ہے کہ امیرالمومنین بیت المال کے ایک اونٹ کی تلاش میں پریشان ہیں۔ جب کہ ہمارے حکمران عالی شان بنگلوں کے یخ بستہ کمروں میں بیٹھ کر قوم کا خزانہ لوٹنے اور اپنے اقتدار کو طول دینے کے منصوبے بناتے رہتے ہیں۔

خلفائے راشدین کے احساس ذمہ داری کا ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کے سفر میں تھے۔ راستے میں ایک خستہ حال بڑھیا ملی۔ امیرالمومنین کی شکوہ کناں تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بڑھیا سے کہا کیا تم نے امیرالمومنین کو اپنی اس حالت کی خبر دی ہے؟ اس بڑھیا نے جواب میں کہا کہ اگر عمر کو میرے حال کا پتہ نہیں تو اسے خلیفہ بننے کا کیا حق ہے؟ میں کیوں اس کے پاس جاؤں؟ خلیفہ وہ ہے' اس کا یہ فرض ہے کہ رعایا کا حال اس کے علم میں ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بوڑھی عورت کی یہ بات سن کر رونے لگ گئے اور اس عورت سے معذرت کے طلب گار ہوئے۔

ہمارے ان اسلاف کا اپنی رعایا کے جان و مال کے بارے میں یہ حساس رویہ

کیوں تھا؟

اس کی وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ ان کی نظر میں آخرت کی گرمی کے مقابلے میں دنیا کی گرمی کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ ان کے دلوں میں روز آخرت کو جواب دہی کا خوف تھا۔

اب ذرا سوچیے! آج امت مسلمہ اپنے ظالم حکمرانوں کے ہاتھوں مجبور و مقہور ہے' کل قیامت کے دن یہ حکمران کس منہ سے اپنے رب کے ہاں حاضر ہوں گے' جب یہ اعلان ہو گا کہ آج کے دن کس کی بادشاہی ہے؟ اور اللہ رب العزت جواب میں خود ہی فرمائیں گے کہ ایک اللہ کے لیے بادشاہی ہے۔

اللہ تعالٰی ہمارے حکمرانوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ انہیں سیدھی راہ پر چلائے۔ ان کے دلوں میں رعایا کی ہمدردی و غم خواری' امانت و دیانت اور منصب امارت کی ذمہ داریوں کا احساس پیدا فرمائے۔

مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈا نگری کا تعلق نیپال سے ہے۔ آپ وہاں جامعہ سراج العلوم کے مہتمم ہیں۔ اس کے علاوہ طویل عرصہ سے رابطہ عالم اسلامی کے رکن چلے آ رہے ہیں۔ پیرانہ سالی کے باوجود اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لیے وقف کیے ہوئے ہیں۔ آپ کی یہ کتاب خلافت راشدہ کی باقاعدہ تاریخ نہیں بلکہ خلافت راشدہ کے ایک پہلو یعنی سماجی بہبود' عدل و انصاف اور فلاح انسانیت کے حوالے سے ہے۔ حضرت مولانا نے دس سال کی محنت شاقہ کے بعد اس مجموعے کو ترتیب دیا ہے۔ ایک ایک لفظ سے مطالعے کی وسعت ظاہر ہو رہی ہے۔ ہم مولانا عبدالرؤف رحمانی صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہمیں اپنی تالیفات کی اشاعت کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ اللہ تعالٰی سے دعا ہے کہ اس کتاب کی اشاعت کو مولف کتاب' ناشر اور قارئین کے لئے خیر و برکت کا سبب بنائے۔ (آمین)

ابوبکر قدوسی

یکم اگست 1997ء

کلمۂ مولف

عصر حاضر میں ملوک و عمال اور سلاطین و حکام کا جو رویہ اور جو معاملہ اپنی رعایا اور عوام کے ساتھ ہے اس سے ہر صاحب شعور بخوبی واقف ہے۔ سرکاری محکموں میں رشوت خوری اور غبن و بد دیانتی' تساہل و غفلت وغیرہ کے واقعات جو روزمرہ پیش آتے رہتے ہیں' ان سے آج کون ناواقف ہے۔

ملک کے شہری بد امنی و ستم کوشی اور جان و مال کی بربادی کے سبب جس طرح گرفتار مصائب ہیں' اس کا حال آج کسے معلوم نہیں۔

آج عوام اپنی معاشی پریشانی و بیروزگاری اور مفلسی و بے کاری میں جس بری طرح مبتلا ہیں' کون صاحب احساس ان سے بے خبر ہے۔

عہدوں کے لئے اہلیت و صلاحیت کا لحاظ کئے بغیر نا اہل اقرباء و احبا کو اونچے اونچے منصوبوں اور عہدوں تک پہنچاتے رہنے کی وباء عام سے آج کون شخص لا علم ہے۔ لیکن اس کے بالکل برعکس

۱۔ خلافت راشدہ کے مبارک دور میں انسان کے خون کی' اس کی جان و آبرو کی بڑی اونچی قیمت تھی۔

۲۔ ان کے مال و جائداد کے تحفظ کی ذمہ دار خود حکومت تھی۔

۳۔ عوام کی پریشانی اور بیروزگاری کا ایک دم خاتمہ تھا۔

۴۔ ملک کا معاشی و اقتصادی نظام بہت معتدل اور اطمینان بخش تھا۔

۵۔ سماجی انصاف اور امن و امان سب کے لئے یکساں طور سے سہل الحصول تھا۔

۶۔ عمال و حکام اقربانوازی اور خویش پروری کے نام سے نا آشنا تھے۔

۷۔ عوام کے مصالح و مفادات کا بہترین نظم و نسق تھا۔

۸۔ امانتداری' دیانت پسندی کا جذبہ تمام عمال و افسران کی رگ رگ میں پیوست تھا۔

۹۔ خلافت راشدہ کے مبارک ایام میں اچھے با دیانت و با صلاحیت عمال کی فراوانی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایسے امانت دار عمال پر خاص طور سے نظر رہتی تھی اور ایسے عمال کی وہ بڑی تمنا بھی رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل مجلس سے فرمایا کہ آپ لوگ اپنی اپنی تمنائیں بیان کریں تو کسی نے کہا کہ میری تمنا ہے کہ اس گھر کے برابر مجھے چاندی مل جائے تو میں سب اللہ کے راستے میں خرچ کر دوں۔ ایک صاحب نے کہا کہ میری تمنا ہے کہ اس گھر کے برابر مجھے سونا مل جائے تو میں سب راہ خدا میں صرف کر دوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اور کوئی صاحب اپنی تمنا بیان کریں تو ایک صاحب نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ مجھے اس گھر کے برابر لعل و جواہر مل جائیں تو میں یہ سب لعل و جواہر اللہ کے راستہ میں خرچ کر دوں۔

آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ یہ گھر ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ جیسے امانت دار لوگوں سے بھرا ہوا ہو تو میں ایسے امانت دار و قناعت پسند لوگوں کو عامل بنا دوں اور ان کے ذریعہ ملک کو صحیح فائدہ پہنچا سکوں۔

اتنا کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر مزید فرمایا کہ میں نے ان لوگوں کے پاس اعزازی طور سے کبھی کبھی کچھ مال بھجوایا تھا' ان میں سے ہر ایک شخص نے قبول بھی کیا لیکن اس مال کو ان لوگوں نے دوسرے غربا میں تقسیم کر دیا۔

(تاریخ صغیر امام بخاری ص ۲۹)

اب یہاں ذرا دیر ٹھہر کر غور فرمایئے کہ ایسے ایثار پسند' قناعت گزیں' امانت دار عمال اور حکام کا آج کے ظلماتی دور میں کہیں کوئی نشان ملتا ہے۔ حالانکہ رعایا پروری و انسانیت نوازی کے نقطہ نظر سے آج بھی ایسے ہی با دیانت و ایثار پسند عمال و افسران کی سخت ضرورت باقی ہے۔ الغرض یہ اور اس طرح کی تمام متعلقہ باتیں جو رعایا پروری و انسانیت نوازی کے مقصد کے لئے ضروری ہیں اس مختصر سی تالیف میں جمع

کردی گئی ہیں۔ امید ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد خلافت راشدہ کے تابناک دور کا کچھ نقشہ ضرور سامنے آجائے گا اور اس وقت کی معاشی و سماجی فلاح و بہبود کے کچھ حالات کا بہتر طور سے علم ہو سکے گا۔ خدا کرے کہ میری یہ حقیری کوشش اصحاب جاہ و ارباب دول امراء اسلام کے لئے کچھ مفید ثابت ہو اور اپنی رعایا و عوام کے حالات کی اصلاح و سدھار میں ان کے لئے یہ کتاب کچھ راہبر اور راہ نما بن سکے اور کچھ ان کے طرز عمل میں فکری انقلاب پیدا کر سکے۔

مانامہ نوشتیم بہ سلطان کہ رساند
ماجان بدا دیم بہ جاناں کہ رساند

اس مختصر تالیف میں خلافت راشدہ کے عسکری انتظامات اور ملکی فتوحات وغیرہ سے کوئی بحث نہیں کی گئی ہے۔ ان مباحث کے لئے "صدیق اکبر" مولفہ مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ مدیر برہان دہلی اور "الفاروق" مولفہ علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ حرف آخر کا حکم رکھتی ہیں۔ میں نے اس تالیف میں رعایا پروری اور انسانیت نوازی کے نقطہ نظر سے مختلف عناوین کے تحت جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ دو لفظوں میں صرف یہ ہے کہ خلافت راشدہ کے دور میں سب کے لئے کام اور سب کے لئے معاش کا انتظام تھا اور ساتھ ہی پوری انسانیت کے لئے امن و امان اور عدل و انصاف کا اہتمام تھا۔ اس کے برعکس آج عوام الناس ضروریات زندگی کی ان دو ابتدائی و بنیادی سہولتوں کے بغیر بے چین ہیں۔ آج دنیا میں خواہ ترقی یافتہ ممالک ہوں یا ترقی پذیر ہر جگہ کے عوام ان بنیادی سہولتوں سے بڑی حد تک محروم نظر آتے ہیں۔ حالانکہ ملک کے پورے عوام کے لئے سماجی انصاف اور معاشی سکون ایک بنیادی مقصد اور ایک اہم تقاضہ ہے۔

پوری دنیا میں بے کاری اور بیروزگاری اور معاشی ناہمواری اور عدل و انصاف کے فقدان کے سبب ایسے غلط نظام اور ایسے بے رحم سماج سے سخت شکایت اور سخت بغاوت پیدا ہوئی ہے۔ انہی حالات کے تحت انقلابات' ہنگامے' جلوس' نعرے'

ہڑتال' احتجاج' مظاہرے' گھیراؤ اور توڑ پھوڑ کے واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں۔ آج ان سطور کے لکھتے وقت ترکی میں وسیع پیمانہ پر ہنگامہ آرائی اور اس کے عظیم شہر استنبول میں خون خرابہ کی تفصیلی رپورٹ پڑھنے میں آئی ہے "مزدور تحریک" سے متعلق قوانین میں تبدیلی کا مطالبہ لے کر عوام سڑکوں پر نکل آئے اور ہنگامہ آرائی شروع ہو گئی۔ مظاہرین نے قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ پولیس گاڑی کو آگ لگا دی۔ پولیس کے صدر دفتر کو نذر آتش کر دیا۔ پولیس کو سر چھپانے کے لئے پانچ منزلہ مکان میں پناہ لینی پڑی۔ عوام نے گھیرا ڈال کر اسے بھی آگ لگا دی آخر مارشل لاء نافذ ہوا۔ (سیاست جدید کانپور۔ ۱۹ جون ۱۹۷۰ء)

یہ اور اس طرح کی خبریں ہم اور آپ روز پڑھتے ہیں۔ اگر دنیا کے یہ کروڑوں عوام ضروریات زندگی کی ابتدائی سہولتوں (سب کے لئے معاش اور سب کے لئے انصاف) سے محروم نہ ہوں یا بلفظ دیگر معاشی نظام بہتر و متوازن ہو۔ عدل و انصاف کا دور دورہ ہو۔ ملک میں امن و امان بحال ہو۔ اور غربت و افلاس' بیکاری و بیروزگاری' معاشی پسماندگی اور اقتصادی بدحالی و سماجی ناہمواری کی مصیبتوں کا خاتمہ ہو تو مزدور و سرمایہ دار کے مابین جنگ و فساد یک دم ختم اور رعیت و بادشاہ میں بے چینی یکسر معدوم ہو جائے۔

بفضلہ تعالیٰ خلافت راشدہ کے مبارک ایام میں وسیع تر عوامی مفاد اور ترقی پذیر معاشی نظام ایک جال کی طرح پورے ملک میں بچھا ہوا تھا اور امن و امان' عدل و انصاف اور معاشی ترقی کا حصول سب کے لئے سہل و آسان تھا۔

بلاشبہ خلافت راشدہ کا نظام اس وقت کے لئے اور آج دنیائے انسانیت کے لئے بھی ایک مینارہ نور اور ایک حیات آفریں پیغام ہے۔

خلافت راشدہ کے معاشی و سماجی نظام کے مباحث و مسائل کے سلسلہ میں مختلف کتابوں سے مواد و معلومات میں نے فراہم کیا ہے اور اس کے بعض مضامین پر میں نے متعدد کتابوں کے حوالہ جات کو نقل کیا ہے تاکہ ہر بات اچھی طرح سے مدلل و

مستند نمایاں ہو جائے۔ اسی طرح اس کتاب میں مختلف فوائد کے تحت بعض واقعات کو دوسرے عنوانات کے تحت مکرر لکھا گیا ہے لیکن یہ تکرار محض نہیں ہے بلکہ نئے فوائد کے مقصد سے ان مضامین کا اعادہ کیا گیا ہے۔ فکر و مطالعہ کے اس جہد المقل کو ارباب معنی اور اصحاب دل کے حضور پیش کر رہا ہوں۔ مگر

ہمیں شرم دارم کہ پائے ملخ را
سوئے بارگاہ سلیماں فرستم

میں اپنی کم مائیگی و بے بضاعتی کا معترف ہوں اور اس عجالہ نافعہ کو پیش کرتے ہوئے توقع رکھتا ہوں کہ دوسرے اصحاب قلم و ارباب نظر اس موضوع پر آئندہ لکھتے وقت کچھ نہ کچھ اس کے مطالعہ سے انشاء اللہ ضرور مستفید ہو سکیں گے۔

میں نے اپنی اس ناچیز تالیف کو اس امید پر لکھا ہے کہ اصحاب دل و ارباب باطن اس کی کچھ سطریں جب پسند کریں تو راقم السطور کو اپنی نیک دعاؤں میں یاد فرمائیں۔

غرض نقشے است کزما یاد ماند
کہ ہستی را نمی بینم بقائے
مگر صاحب ولے روزے برحمت
کند در حق ایں مسکیں دعائے

آخر میں اصحاب علم و فضل سے یہ عرض ہے کہ اس کتاب کے سب مضامین کو اصل ماخذ و مراجع سے ہی میں نے حاصل کیا ہے اور بحمد اللہ حوالہ کی یہ سب کتابیں مدرسہ سراج العلوم کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ کتاب الاعتصام للشاطبی و طبقات ابن سعد و تہذیب الاسماء و اللغات و محلّی ابن حزم میں نے مؤناتھ بھنجن کے بعض احباب اور کتب خانہ فیض عام سے عاریتاً حاصل کر کے بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔

اگرچہ ان تمام کتابوں کے مواد و معلومات کی تلاش میں میں نے نو دس سال کا وقت صرف کیا ہے مگر پھر بھی نظر و فہم کی چوک سے کچھ قصور و خلل بھی ہو گا اس لئے مسامحت و چشم پوشی کی بجائے النصح لکل مسلم کے تحت خاکسار کو ان

تسامحات سے خیر خواہانہ طریقہ پر مطلع فرمائیں گے۔

ایک بات یہ بھی عرض کردوں کہ میں کوئی ادیب یا انشاء پرداز نہیں ہوں اصلاً نیپالی ہوں۔ نیپال کی مقامی و دیہاتی زبان کو فصیح اردو سے کوئی تعلق نہیں ہے دہلی و بنارس کے اثناء تعلیم و تعلم میں جو کچھ لکھا پڑھا اس سے مجھ کو اردو میں کچھ شدبد ضرور حاصل ہوئی مگر میں انشاء پرداز ادیب نہ بن سکا۔ اس لئے تحریر و تقریر میں اردو ادب کے اعتبار سے خامیاں رہتی ہیں اس لئے پیش نظر تالیف میں اداء مطالب و طرز بیان میں خامی ضرور ہوئی ہو گی تو اس سے درگزر فرماتے ہوئے تسامحات سے مطلع فرمائیں گے۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم مجھ جیسے کم سواد و کج زبان والوں کے لئے کیا خوب سفارش کر گئے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے؟

وما توفیقی الا باللہ

والسلام
ناچیز خادم عبدالروٴف رحمانی

مقدمتہ الکتاب

الحمد لله الذی ارسل رسله بالبینات و انزل معهم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط و انزل الحدید فیه باس شدید و منافع للناس و ختمهم بمحمد صلی الله علیه وسلم الذی ارسله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله و ایده بالسلطان النصیر الجامع معنی العلم والقلم و معنی القدرة والسیف للنصرة والتعزیر

منصب خلافت: سب سے پہلے خلفاء راشدین کا منصب سمجھنے کے لئے قرآن مجید کی ایک آیت کریمہ پر غور کیجئے جو خاص طور پر اولی الامر اور خلفاء کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ارشاد ہے ان الله یامرکم ان تودوا الامانات الی اهلها واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ان الله نعما یعظکم به ان الله کان سمیعا بصیرا "بے شک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ تم امانتوں کو ان کے مستحقین تک پہنچاؤ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تجھ کو اچھی طرح سے نصیحت کرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے۔"

یہ آیت کریمہ وضاحت سے بتا رہی ہے کہ اولی الامر خلفاء و حکام کا منصب یہ ہے کہ وہ امانت پسندی اور عدل و انصاف سے کام لیں۔

آنحضرت ﷺ کا اسوہ حسنہ: اس مقالہ میں آنحضرت ﷺ کے خلفاء راشدین کی رعایا پروری کے حالات و واقعات کے بیان کرنے کا التزام کیا گیا ہے لیکن چونکہ خلافت آنحضرت ﷺ کی نیابت اور قائم مقامی کا نام ہے اور خلفاء کرام ظاہری کمالات اور روحانی فضائل کے لحاظ سے پیغمبر اسلام کے صحیح طور پر جانشین تھے اور رسول اکرم ﷺ کی پاک زندگی جن پاک مقاصد ، مصالح کی تکمیل میں صرف ہوئی

صحابہ کرامؓ اور خلفاء اسلام کی زندگی انہیں پاکیزہ مقاصد و مصالح کی تکمیل و ترقی میں صرف ہوئی اس لئے تکمیل بحث اور اسوہ حسنہ کے پیش نظر آنحضرت ﷺ کی زندگی کے ان چند واقعات کا تذکرہ ضروری ہے جن کا تعلق حقوق خلق کی حفاظت' عدالت و امانت وغیرہ صفات عالیہ سے ہے۔

عدل و انصاف : آنحضرت ﷺ کی زندگی عدل و مساوات کی زندگی تھی ایک موقع پر ایک مجرم کی بابت آنحضرت ﷺ تک سفارش پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ محمد ﷺ کی بیٹی بھی اگر چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی نگاہ عدل میں کسی بڑے سے بڑے کے لئے کوئی رعایت نہ تھی آپ کی نگاہ میں امیرو غریب' حاکم و محکوم' کمزور و قوی' غلام و آزاد سبھی برابر تھے۔

(تہذیب الاسماء جلد اول ص ۳۱)

اونچ نیچ کا برتاؤ اور فرق باہمی کو آپ نے گوارہ نہیں فرمایا۔ عبادت میں دیکھئے نماز روزہ کو غلام و آقا' امیرو غریب دونوں پر فرض فرمایا' دونوں کا خون حرام فرمایا' دونوں کا احترام فرمایا' غلاموں اور آقاؤں کا ایک ہی دین مقرر فرمایا۔ ایک مرتبہ آپ نے بعض سرداران عرب کی طرف زیادہ توجہ فرمادی اور وہ بھی اسلام ہی کا مفاد سمجھ کر جس میں غریبوں سے کچھ بے رخی و بے اعتنائی کا ظاہری رنگ پیدا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے اس طرز عمل پر ناراضگی کا اظہار فرمایا عبس و تولی ان جاءہ الاعمی کی آیات کریمہ اس پر شاہد ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو یہ حق دیا کہ وہ آزادی سے آپ کی زندگی کا مطالعہ کریں اور کوئی خلاف امر بات دیکھیں تو تنقید و اعتراض بھی کریں اور معاملات کو سمجھیں اور اپنے مشورے بھی پیش کریں چنانچہ آنحضرت ﷺ صحابہ کرام سے مشورہ لیتے اور ان کا مشورہ قبول فرماتے' جنگ و صلح کی باتوں میں' مسجد کی تعمیر میں' غزوہ احزاب کے موقع پر خندق کھودنے میں وغیرہ صدہا امور میں آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کے مشورہ پر عمل کیا اور خود عملاً ان کے کاموں میں شریک رہے۔

کسی نے کیا خوب لکھا ہے

حجرہ نبوی میں آ اور شان جمہوری بھی دیکھ
غزوہ خندق میں جا اور شان مزدوری بھی دیکھ

عدل و انصاف کو آپ نے عملاً رائج فرمایا' حد یہ ہے کہ خود اپنی ذات تک کو بدلہ میں پیش کر دیا اور اپنے کو اپنے ساتھیوں کے مقابلہ میں کسی بات میں بھی برتر نہیں تصور فرمایا اسی طرح آپ نے امیروں' غریبوں دونوں کے حالات کو توازن بخشا' سرمایہ داری کو حرام اور حقوق ملکیت کو باطل ٹھہرائے بغیر سوسائٹی میں ضروریات زندگی کا نظم پیدا کیا' بیکاری و ذلت کو غریبوں سے دور رکھ کر ان کی باعزت زندگی اور حسن معاش کا سامان فراہم کیا' فقیرو مسکین اور مقروض و مسافر کی ایسی امداد فرمائی کہ وہ خوشحال زندگی بسر کرنے لگے۔ اس طرح کے سماجی انصاف و عملی ہمدردی و عادلانہ نظام پر اہل عرب و قریش کے لوگ آگ بگولہ ہو گئے کیونکہ آپ کی دعوت میں کمزور و قوی کیلئے یکساں انصاف کا اعلان تھا۔ قریش ایسے انصاف اور غلام و آقا کے لئے اس طرح کی یکساں مساوات کو اپنی قیادت و سیادت کے خلاف سمجھتے تھے اس لئے آپ سے ناراض ہوئے اور آویزش و عناد رکھنے لگے۔

امانت و دیانت: آنحضرت ﷺ امین القوم مشہور تھے۔ مکہ میں ہر شخص آپ کے پاس اپنی امانتیں رکھتا تھا۔ ہجرت کے وقت حضرت علیؓ کو اسی لئے وہاں چھوڑ دیا تھا کہ وہ لوگوں کی ودیعتیں ان کے سپرد کر کے آئیں اسی طرح آپ نے بیت المال کے معاملے میں امانتداری اور عمومی تقسیم کا اصول ہمیشہ پیش نظر رکھا خود اپنی ذات کے لئے بھی کبھی کوئی امتیاز و تفوق نہیں رکھا۔ ایک دفعہ صدقے کے اونٹ آپ کے سامنے سے گزرے' فرمایا کہ اس اونٹ کے پہلو میں یہ تھوڑا سا بال ہے۔ میں کسی مسلمان کے مقابلہ میں اتنے کا بھی زیادہ حقدار نہیں۔ (مسند احمد جلد اول ص ۸۸)

مرض الموت میں یاد آیا کہ سونے کی تھوڑی سی مقدار تقسیم سے بچ کر گھر میں رہ گئی ہے۔ آپ نے اسے منگوایا اور لوگوں کے حوالے کر دیا' صرف اسی پر قناعت

نہیں فرمائی بلکہ یہ وصیت بھی فرما دی کہ میرے بعد جو کچھ میری میراث ہے وہ وارثین میں تقسیم نہ ہوگی بلکہ میری طرف سے صدقہ و خیرات ہوگی۔ فرمایا

نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ

یعنی ہم انبیاء کی جماعت کا قاعدہ ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ سب صدقہ ہے۔

چنانچہ خلفاء راشدین نے اس پر عمل کیا۔ آنحضرت ﷺ کے متروکات باغ فدک و اراضی وغیرہ کو مسلمانوں کے مفاد عامہ کے لئے روک لیا گیا اور حضرت فاطمہؓ کو وارث نہ بنایا گیا۔

ہمدردی و غم خواری: آنحضرت ﷺ کی طبیعت میں ہمدردی نبوت سے پہلے بھی تھی۔ علامہ ابن عبدالبر نقل کرتے ہیں کہ آپ کے چچا ابو طالب تنگ دست اور زیادہ اہل و عیال والے تھے۔ ایک بار آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا عباسؓ سے کہا

یا عم ان اخاک ابا طالب کثیر للعیال فانطلق بنا نخفف عنہ من عیالہ

یعنی آپ کے بھائی ابو طالب کثرت عیال سے پریشان ہیں۔ آپ اور ہم چلیں اور ان کے بعض عیال کے معاشی بار سے ان کو سبکدوش کر دیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی راضی ہو گئے اور ابو طالب سے گفتگو ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ عقیل کو چھوڑ دو اور باقی افراد کو لے جا سکتے ہو' آنحضرت ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور حضرت عباس حضرت جعفرؓ کو اپنے ساتھ لائے اور ان کی پرورش کے پورے ذمہ دار ہوئے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے وقت تک آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہے۔ جب ازدواجی زندگی کی صورت پیدا ہوئی تو الگ مکان کا نظم کیا۔ (استیعاب جلد اول ص ۱۶)

ہمدردی کے اسی جذبے کے ساتھ ہر صحابی اصحاب صفہ میں سے ایک طالب علم

کو اپنے ساتھ لے جاتے اور چار افراد کا کھانا ہوتا تو دو طالب علموں کو لے جاتے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ تین آدمی لے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ دس آدمی لے گئے۔ (صحیح بخاری جلد اول ص ۸۴)

حضرت ابوبردہ ابن موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ جب کوئی سائل یا حاجت مند آئے اور وہ اپنی ضرورت کو خود نہ پیش کر سکے تو تم لوگ اس کے معاملات و حاجات مجھ تک پہنچا دو اور اس کے بارے میں دوسروں سے بھی سفارش کرو تمہیں اس پر اجر و ثواب بہرحال ملے گا۔ (صحیح بخاری جلد اول ص ۱۹۲)

ایفاء عہد: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے حقوق کی نگرانی اور عدل و رحم اور ایفاء عہد مجھ پر لازم ہے نہ صرف مجھ پر بلکہ میرے بعد جو خلفاء و آئمہ ہوں گے ان پر بھی تمہارے حقوق کی حفاظت و نگرانی لازم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ بروایت انس رضی اللہ عنہ حسب ذیل ہیں۔ فرمایا

ان لی علیکم حقا وللائمۃ من قریش من بعدی اذا حکموا اعدلو و اذا استرحموا رحموا و اذا عاھدوا اوفوا (کتاب الجرح والتعدیل قسم ثانی جلد ۴ ص ۴۴۳)

غلاموں کے ساتھ حسن سلوک: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں، مزدوروں ماتحتوں، ملازموں کو بھائی کے مانند ٹھہرایا ہے اور کھانے پینے، لباس وغیرہ میں مساوات کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ہے

ھم اخوانکم جعلھم اللہ تحت ایدیکم فمن جعل اللہ اخاہ تحت یدہ فلیطعمہ مایاکل ولیلبسہ ممایلبس ولا یکلفہ من العمل ما یغلبہ فان کلفہ ما یغلبہ فلیعنہ علیہ (صحیح بخاری جلد اول کتاب الایمان)

"وہ تمہارے بھائی ہیں اللہ نے ان کو تمہارے ماتحت کر دیا ہے پس جس کے

ماتحت خدا نے اس کے بھائی کو کیا ہے اس کو چاہئے کہ جو خود کھائے وہی اس کو بھی کھلائے جو خود پہنے وہی اس کو بھی پہنائے اور جو کام اس کی طاقت سے باہر ہو اس کو اس کا مکلف نہ بنائے۔ ورنہ پھر اس کی مدد کرے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس طویل مدت تک ملازم رہے آپ کی خدمت کرتے رہے وہ فرماتے ہیں کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہیں ڈانٹا اور نہ کبھی ملامت کی اور نہ کسی کام پر جواب طلب کیا کہ اسے کیوں کیا؟ اسے کیوں نہیں کیا؟
(صحیح بخاری کتاب الوصیۃ و تہذیب الاسماء جلد اول ص ۳۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک غیر مسلم ملازم تھا جو یہودی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا ایک دفعہ یہ خادم بیمار ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔

(صحیح بخاری پ۵ کتاب الصلوۃ ۱۲)

ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ پیچھے سے ایک آواز آئی کہ "جس قدر تو اس غلام پر قادر ہے خدا تجھ پر اس سے زیادہ قادر ہے" میں نے منہ پھیر کر دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ میں نے عرض کیا حضور خدا کی رضا کے لئے اب میں نے اسے آزاد کر دیا۔ (صحیح مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عفو و درگزر کو پسند فرماتے' بڑوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر ترحم کا سلوک فرماتے' محتاجوں کی خبر گیری و حفاظت فرماتے' قومی لیڈروں و قائدوں کی عزت کرتے' احباب و رفقاء کی ضروریات کی خبر گیری فرماتے۔ (تہذیب الاسماء جلد اول ص ۳۴)

مفاد عامہ کے لئے تحریم سود: قرآن کریم کی متعدد آیات میں سود کو حرام ٹھہرایا گیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں شدت پیدا کی فرمایا سودی کاروبار کرنے والے' سود دینے والے' سود لینے والے' سود کے گواہ اور سودی دستاویز لکھنے والے' سودی کاروبار کے رجسٹرڈ حسابات رکھنے والے' سود کی ترغیب دینے والے سب یکساں طور پر گناہ گار ہیں۔ (ترمذی شریف کتاب البیوع باب الربا)

حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ ہر قسم کے سود ساقط ہیں اور میں سب سے پہلے اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کا سود ساقط کرتا ہوں۔ آپ نے ان کے واجب الوصول سود کی رقموں کو کالعدم ٹھہرا دیا۔ آج کل کے ریفارمر یا ملکی قانون ساز اگر کوئی قانون نافذ کرنے والے ہوں گے تو اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو پہلے بچائیں گے کہ فلاں قانون پاس ہو جانے والا ہے تم جلدی سے اس کی فکر کر لو۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے قانون بنایا اور سب سے پہلے اپنے رشتہ داروں اور اپنے خاندان پر جاری کیا اور تمام سودی قرضوں کو باطل قرار دیا یہ بھی آپ کی سچائی اور حقیقت پسندی کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ چونکہ سودی کاروبار کے مضرات و اثرات پوری سوسائٹی پر ہمہ گیر ہو جاتے ہیں اس لئے مسلمانوں کے علاوہ ذمیوں کو بھی آنحضرت ﷺ نے سودی لین دین سے منع فرمایا۔ آنحضرت ﷺ نے نجران کے نصاریٰ کو جو فرمان دیا تھا اس میں یہ شرط لگا دی تھی کہ وہ سود نہ کھائیں گے اور نہ سودی کاروبار کریں گے۔ (کتاب الاموال ص ۱۸۷)

کتاب الخراج لابی یوسف میں مزید صراحت ہے کہ تم میں سے جو کوئی آئندہ سود کھائے گا وہ میری ضمانت سے خارج ہے۔ (کتاب الخراج ص ۴۱)

علامہ بیضاوی لکھتے ہیں کہ عرب کے سود خوار ایک مدت مقررہ پر سودی روپیہ بطور قرض دیتے اگر مدت پر ادا نہ ہو سکتا تو رقم اور مدت کو زیادہ کرتے رہتے یہاں تک کہ وہ وقت آجاتا کہ مقروض کا سارا اثاثہ ایک تھوڑے سے قرض کے پیچھے تباہ و برباد ہو جاتا۔ (تفسیر بیضاوی جلد اول ص ۱۵۴)

سودی کاروبار تباہی و بربادی و کساد بازاری کا موجب ہے ایک شخص کو تو ظاہراً نفع ہوتا ہے اور ہزاروں دم توڑتے ہیں۔ اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا ہے

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگ مفاجات

بہرحال آنحضرت ﷺ نے سود خوری کو مطلقاً حرام فرمایا لیکن غریب و کمزور اور

بدحال کی مدد دوسرے طریقے سے فرمادی یعنی مالداروں سے مال لے کر فقیروں' مسکینوں' مقروضوں' معذوروں پر خرچ کرنے کا طریقہ رائج فرما دیا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

غیر مسلم رعایا کے ساتھ حسن سلوک: آنحضرت ﷺ نے انسان تو انسان پیاسے کتے کو پانی پلانے پر بھی ثواب بتایا ہے۔ صحابہ کرامؓ کو واقعہ سنایا کہ ایک شخص کی اس طرح کی خدمت پر خوش ہو کر خدا نے اسے جنت میں داخل کر دیا۔

(صحیح بخاری جلد اول ص۲۹)

ایک بار آپ نے فرمایا کہ ایک بلی کو ایک عورت نے باندھ کر دانہ پانی سے محروم کر کے مار ڈالا' اس عورت کو جہنم کی سزا ہوئی۔ جس نبی نے جانوروں کے متعلق اس قسم کا سبق دیا ہو اس نبی کے دین میں انسانوں کے ساتھ یا غیر مسلم رعایا کے ساتھ کس قدر لطف و کرم کی ہدایات ہوں گی۔ آنحضرت ﷺ نے رعایا پروری کے سلسلہ میں فرمایا "الامام راع وھو مسئول عن رعیتہ" یعنی امیروقت اپنی رعایا کا ذمہ دار ہے۔ اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہو گا۔ مزید فرمایا تم میں سے ہر ایک راعی کی حیثیت رکھتا ہے اور اس سے اس کے متعلقین کے بارے میں سوال ہو گا۔ (صحیح بخاری جلد اول پ ۴' ص۱۲۲)

خاص طور پر سے غیر مسلم رعایا کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا

من اذی ذمیا فانا خصمه و من کنت انا خصمه یوم القیامه خصمته (منتخب کنزالعمال جلد دوم ص۲۹۵)

جو شخص کسی ذمی کو ستائے گا تو میں اس کی حمایت میں لڑوں گا اور جس سے میں لڑوں گا روز محشر اس پر غالب آؤں گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا

من ظلم معاهدا وکلفه فوق طاقته فانا حجیجه یوم القیامة

(مقدمہ الجرح والتعدیل ص۲۸)

یعنی جس شخص نے کسی معاہد ذمی پر ظلم کیا یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر دباؤ ڈالا تو میں اس ذمی کی طرف سے روز محشر لڑوں گا۔

رسول کریم ﷺ نے اپنی آخری وصیت میں بھی ان کو یاد رکھا۔ فرمایا احفظوا فی ذمتی یعنی جو لوگ میرے ذمہ میں ہیں ان کی حفاظت کرو۔

(الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۱۳۷)

رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق غیر مسلم معاہد ذمی ہمیشہ اپنے حقوق معیشت و مذہبی آزادی کے ساتھ مسرور و مطمئن رہے۔ خلفاء راشدین نیز ان کے بعد مسلم سلاطین نے ان کا تحفظ کیا اور ان کے حقوق کا احترام کیا ان پر طاقت سے زیادہ کوئی بوجھ نہ ڈالا۔ ہر طرح ان کی تکالیف کا ازالہ کیا۔ اس سلسلہ کے تمام تفصیلی واقعات آپ آئندہ صفحات میں ملاحظہ کریں گے۔

قومی عصبیت و تنگ نظری سے اجتناب: رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک مسلمان طعمہ نامی نے دوسرے مسلمان قتادہ کے گھر میں نقب لگا کر چوری کیا' چوری کا مال ایک یہودی واقف کار کے گھر بطور امانت رکھ آیا۔ آٹا جس تھیلے میں لے کر گیا تھا اس کے اندر سوراخ کی وجہ سے آٹا یہودی کے مکان تک گرتا گیا۔ یہودی کو قتادہ نے پکڑا۔ یہودی نے کہا مال میرے گھر پر موجود ہے مگر اس کو فلاں شخص میرے پاس امانت رکھ کر گیا ہے۔ قتادہ نے یہ قصہ آنحضرت ﷺ کے سامنے رکھا۔ مسلمان چور کے کنبہ و خاندان کے لوگوں نے عزم کرلیا کہ جس طرح ممکن ہو سکے چور یہودی کو ثابت کرو۔ چنانچہ یہودی سے لوگوں نے جھگڑا کیا کہ کیا فضول تہمت لگاتا ہے اور قسمیں کھانے لگے کہ ہم بری ہیں۔ قریب تھا کہ یہودی مجرم قرار پائے کہ قرآن پاک کی چند آیتیں نازل ہوئیں اور یہودی کو بری ٹھہرایا گیا (تفسیر خازن مع معالم ص ۴۹۴)

فرقہ وارانہ جھگڑا کرنے والوں سے فرمایا

ھا انتم ھولاء جادلتم عنھم فی الحیوۃ الدنیا فمن یجادل اللہ

عنهم یوم القیامۃ ام من یکون علیهم وکیلا

یعنی یہاں تم طرفداری میں غلط قسم کے جھگڑے کر رہے ہو کیا قیامت میں بھی اسی طرح جھگڑے کر سکو گے۔ اور کیا وہاں بھی تمہاری حکومت چلے گی۔

دیوان گلشن میں مسلم صاحب نے کیا خوب لکھا ہے ؎

یاں تو طرار ہے حاضر جوابی میں میاں
یاد ہے کچھ گور و محشر کے سوالوں کا جواب

ایک واقعہ: ایک بار ایک منافق مسلمان اور ایک یہودی میں جھگڑا ہوا۔ مسلمان کہتا تھا کہ کعب بن اشرف کے پاس چل کہ میرا تیرا جھگڑا وہیں طے ہو گا مسلمان کو ڈر تھا کہ رسول اکرم ﷺ میری طرفداری نہ کریں گے اور امیر و غریب کا لحاظ نہ کریں گے اور کعب بن اشرف یہودی عالم و سردار سے اپنے تعلقات کی بنا پر وہ پر امید تھا۔ یہودی نے کہا میرا تیرا جھگڑا محمد ﷺ طے کریں گے۔ آخرش جھگڑا حضور ﷺ تک پہنچا، حضور ﷺ نے فیصلہ یہودی کے حق میں دیا۔ مسلمان یہ سمجھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے زیادہ ہمدرد ہیں۔ اس پر نظر ثانی اب ان سے کرائیں۔ لیکن یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے راز فاش کر دیا کہ اس کا فیصلہ میرے حق میں آنحضرت ﷺ کر چکے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے تصدیق چاہی اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ذرا ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں کہہ کر اندر گئے اور شمشیر براں لے کر نکلے اور مسلمان منافق کا سر قلم کرتے ہوئے فرمایا "هذا قضاء من رسول الله صلی الله علیه وسلم" یعنی اس شخص کا یہی فیصلہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر راضی نہ ہو۔ (شرح فقہ اکبر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ)

حاصل قصہ صرف اس قدر ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے دین میں عدل و انصاف ایک ضروری عنصر تھا۔ غیر مسلم اقوام سے ذرہ برابر تعصب و عناد نہ تھا۔ اسلام وہ دین حق تھا جس میں غیر مسلم و مسلم سب کے حقوق امن و عدل و راحت وغیرہ یکساں تھے وہاں اقلیت و اکثریت کا کوئی سوال نہ تھا۔ نہ غیر مسلم ہونے کی وجہ

سے کسی پر ظلم روا تھا۔ نہ منصب و اقتدار کی بنا پر غیر مسلم فرقوں کے ساتھ تعصب و نفرت تھی۔ عدالت اسلامیہ اور فیصلہ محمدی کے سامنے نہ کوئی ہندو ہے نہ مسلمان' نہ یہودی ہے نہ عیسائی' نہ عرب کو عجم پر فضیلت ہے' نہ عجم کو عرب پر ترجیح' ایشیائی اور یورپین' کالے گورے سب کے لیے ایک ہی قانون عدل ہے۔ ارشاد ہے و اذا حکمتم بین الناس ان تحکمو بالعدل یعنی جب لوگوں کے معاملات میں فیصلہ کرو تو انصاف سے کرو۔ یہاں "بین الناس" فرمایا "بین المسلمین" نہیں فرمایا کیونکہ خدا صرف مسلمانوں کا نہیں بلکہ تمام دنیائے انسانیت کا خدا ہے۔

ایک اور واقعہ پر غور فرمایئے آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے دن خانہ کعبہ میں داخل ہونا چاہا۔ خانہ کعبہ کے کلید بردار عثمان ابن ابی طلحہ نے چابی دینے سے انکار کر دیا (اب تک وہ غیر مسلم ہی تھے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کنجی چھین کر دروازہ کھول دیا اور آپ فارغ ہو کر جب باہر تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ اب آئندہ سے کلید برداری کا عہدہ ہم کو مل جائے اور کنجی ہمارے سپرد فرما دی جائے۔ اس وقت آنحضرت ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی "ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا" یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تم امانت کی چیزوں کو اس کے حقداروں کے سپرد کرو۔ آنحضرت ﷺ نے باوجود عثمان ابن ابی طلحہ کی سرکشی و زیادتی کے کنجی بہر حال انہیں کے سپرد فرمائی۔ وقت کی مصلحت اور ذاتی مفادات سے ٹکر لی مگر عدل و انصاف قائم رکھنے میں مسلم و غیر مسلم اور عزیز و قریب کا کوئی امتیاز و لحاظ نہیں رکھا۔ رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس بدر کے قیدیوں میں گرفتار ہو کر آئے اور بیڑیوں میں سخت جکڑ کر باندھے گئے۔ حضرت عباس کے کراہنے سے حضور کو نیند نہ آ سکی۔ ایک صحابی سمجھ گئے اور ان کی بندش ڈھیلی کر آئے۔ حضور ﷺ کو جب معلوم ہوا تو فرمایا "فافعل ذالک بالاسری کلھم" جاؤ اسی طرح سب قیدیوں کی بندش ڈھیلی کر آؤ۔ (استیعاب جلد ۲ ص ۴۸۹)

الغرض نہ کسی طرح غیر اقوام سے کوئی قومی عصبیت تھی نہ قوم پروری کا کوئی جذبہ تھا نہ اپنے اقربا و اعزہ کا کوئی خاص لحاظ تھا بلکہ تمام صورتوں میں اور تمام معاملات میں عدل و انصاف اور عدم تعصب ہی کا ظہور تھا اور اسی نہج پر خلفاء راشدین کی تربیت میں ان کو یہ سبق دیا گیا تھا کہ ہنگامی اقتدار کبھی تمہیں مغرور نہ بنائے۔ کسی فرد پر ظلم و تشدد نہ ہونے پائے۔ کسی مالدار کی دولت جادۂ حق پوشی پر آمادہ نہ کر سکے۔ غریب کی غربت پر ترس و ترحم جادۂ حق سے تمہیں منحرف نہ کر سکے۔ اسلام دوستی انصاف سے مانع نہ ہو نہ کفر دشمنی ظلم پر مائل کر سکے۔ غرض آنحضرت ﷺ کی حکومت نے غیر مسلم رعایا کو عدل کے ساتھ وہ تمام حقوق دیئے جن کو آج کل شہری حقوق کہا جاتا ہے۔ ان کی جان و مال' عزت و آبرو اور مذہبی عبادت گاہوں کی حفاظت کا اہتمام فرمایا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت خالد سے فرمایا کہ اگر جنگ کا بھی موقع آ جائے تو چھوٹے چھوٹے بچوں' مزدوروں' کمزوروں' بوڑھوں' نابالغ لڑکوں اور عورتوں کو ہرگز نہ چھیڑو۔ (قتال الکفار لابن تیمیہ ص ۱۴۵)

اسی طرح ذمی غیر مسلم رعایا کے جان و مال کا احترام مسلمانوں کے جان و مال کے برابر ٹھہرایا۔

سادہ زندگی: رسول اکرم ﷺ جس طرح موٹا جھوٹا کھاتے تھے وہ سب کو معلوم ہے۔ میدہ اور میدہ کی چیزیں' حلوہ' مٹھائیاں' تو درکنار معمولی جو ہوتا تھا اس کے چھاننے کے لیے چھلنی تک کا انتظام نہ تھا نہ اس کی فکر ہی تھی۔ منہ سے پھونک لیتے تھے جو بھوسی اڑا سکتے تھے اڑا دیتے تھے اسے کبھی سرکہ اور کبھی نمک سے کھا لیتے تھے۔ (بخاری شریف پ ۲ کتاب الطعام)

آنحضرت ﷺ کبھی فاقہ سے گزر کر لیتے' کبھی گوشت مل جاتا یا تحفہ میں کہیں سے آ جاتا تو گوشت وغیرہ بھی کھاتے اگرچہ گوشت بہت پسند خاطر تھا اور گوشت دودھ کے لیے آنحضرت ﷺ نے بکریوں کو بھی پال رکھا تھا۔ مگر عمدہ سے عمدہ کھانا پکانے کا اہتمام کبھی نہ ہوتا اس کا سبب افلاس و تنگ دستی نہ تھی بلکہ سادہ زندگی کا

شوق تھا۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے لباس تجمل زیب تن نہیں فرمایا۔ زیب و زینت، بیل بوٹے اور نقش والے کپڑوں سے احتراز فرمایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے ہمارے سامنے ایک موٹا تہبند نکالا اور اسی قسم کی ایک موٹی چادر نکالی اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا تہبند اور چادر ہے۔ (بخاری شریف کتاب الجہاد)

اسی طرح جوتا خود ٹانک لیتے تھے، کپڑوں پر پیوند لگا لیتے تھے۔ بچھاون گدیلا وغیرہ بھی معمولی چمڑے کا رکھتے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (ابوداؤد شریف کتاب اللباس و تہذیب الاسماء جلد اول ص ۳۲)

رسول اللہ ﷺ نے اپنی سادہ زندگی کا جو نمونہ چھوڑا اسی روش پر خلفاء راشدین کی بھی زندگی گزری جیسا کہ آپ آنے والے ابواب و عنوانات میں ملاحظہ کریں گے۔ یہ تمہید اب ختم ہو رہی ہے۔ یہ تو مختصر اشارات تھے کہ آنحضرت ﷺ کے مقرر کردہ معاشی نظام میں اگر اس پر عمل کیا جائے تو یہ نہ ہو گا کہ ایک شخص قارون بن جائے اور دوسرے کو پیٹ بھر کھانا بھی نصیب نہ ہو۔ آج انسانی حقوق کے احترام، عالمگیر انسانی اخوت و محبت اور معاشی مساوات کی جو آوازیں بلند ہو رہی ہیں ان سب کو سب سے پہلے پیش کرنے والے اور عملاً برت کر دکھانے والے آنحضرت ﷺ ہیں اور پھر اسی روش کو آپ کے خلفاء کرام نے بھی اپنایا ہے۔ حالی مرحوم نے سچ کہا ہے ؎

لبرٹی میں جو آج فائق ہیں سب سے
بتائیں کہ لبرل بنے ہیں وہ کب سے

خلفاء راشدین : آنحضرت ﷺ نے عبادات و معاملات اور حقوق اللہ و حقوق العباد کے تحفظ کے سلسلہ میں جس قدر ہدایات دی ہیں، صحابہ کرام و خلفاء عظام نے ان کو ہمیشہ پیش نظر رکھا اور امت کی نگہبانی انہی حدود و خطوط کے اندر فرمائی۔ اقامت اسلام، نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ کے علاوہ خلق خدا اور مفاد عامہ کے تمام احکام

انہوں نے انجام دیئے۔ کاشتکاروں کے ساتھ مراعات' غیر مسلم رعایا و ذمی کے حقوق' مالگذاری' خراج و جزیہ میں اصلاحات و رعایات' زمانہ قحط و افلاس میں اقتصادی و معاشی ضروریات کی بہم رسانی' وظیفہ عام اور اقامت حدود' قضاۃ وولاۃ کا تقرر' عدل و انصاف کی ہمہ گیری' عمال کا عزل و نصب' امانت و دیانت' ضعیف و قوی کے حقوق عامہ میں مساوات' بیت المال کی حفاظت اور دیگر صدہا مقاصد عالیہ کے لیے خلفاء نے اپنی پوری زندگی وقف کر دی۔ پیش نظر مقالہ میں خلفاء کی زندگی کے انہی واقعات اور کارناموں کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کا تعلق حقوق العباد' عدل و انصاف' دیانت و امانت' امن و امان' اور رحم و سلوک وغیرہ سے ہے۔ امید ہے کہ ہمارے ناظرین ان واقعات کو پڑھ کر اس کی تصدیق کریں گے کہ ان خلفاء نے انسانیت نوازی و رعایا پروری میں آنحضرت ﷺ کے ارشادات کی بڑی سرگرمی و مستعدی کے ساتھ تعمیل و تکمیل کی اور بڑی حد تک آنحضرت ﷺ کی نیابت ادر قائم مقامی فرمائی اور لقب خلافت کے بالکل بجا طور مستحق ہوئے بلاشبہ خلفاء اسلام نے دینی و دنیوی' قومی و شخصی اور ملکی و سیاسی مقاصد و مصالح کی تکمیل و ترقی کے لیے اپنی وسیع ذمہ داریوں کو حتی الوسع ادا کیا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

نظم مسائل کے لیے انعقاد خلافت ضروری ہے: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اہل دنیا کے معاملات کی تولیت اور حفاظت خلیفہ کے اہم فرائض میں داخل ہے اس لیے کہ مخلوق خدا بظاہر منفرد ہے۔ لیکن احتیاجات ایک دوسرے کے ساتھ اس قدر وابستہ ہیں کہ زندگی اجتماعی گذارنی پڑتی ہے تا کہ اختلافات و نزاع کے پیدا شدہ مسائل اس کے پاس طے ہو جایا کریں۔ اسی واسطے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر تین آدمی بھی کسی سفر میں ہمراہ چل رہے ہوں تو ضروری ہے کہ اپنے میں سے کسی کو امیر منتخب کرلیں۔ (ابوداؤد عن ابی سعید خدری)

اسی طرح مسند احمد کی روایت میں ہے کہ زمین کے کسی گوشہ میں اگر صرف

تین آدمی آباد ہوں تو اس اجتماع قلیل میں بھی لازم ہے کہ اپنے میں سے کسی کو اہل دیکھ کر اپنا سردار متعین کر لیں۔ (مسند احمد بروایت عبداللہ ابن عمر)

شیخ الاسلام ان احادیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ جب عارضی سفر اور قلیل ترین آبادی میں ایک شخص کا امیر بنانا لازم ہے تو دوسرے تمام چھوٹے بڑے اجتماعات کے لیے رئیس و امیر کا انتخاب بدرجہ اولیٰ ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو فرض فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کا نفاذ بلا امیر شرعی کے ممکن نہیں۔ اسی طرح مظلومین کی رعایت اور مجرمین پر اقامت حدود وغیرہ بھی بلا سلطان و امیر کے ممکن نہیں ہے۔ اسی واسطے کہا گیا ہے ستون سنۃ من امام جائر اصلح من لیلۃ بلا سلطان والتجربۃ تبین ذالک" یعنی اگر سلطان ظالم ہو تو ساٹھ برس اس کے ظلم میں رہ کر گزارنا بہتر ہے لیکن وہ ایک رات بہتر نہیں ہے جس میں کوئی سلطان نہ ہو اور طوائف الملوکی اور انتشار و بدنظمی پھیلی ہوئی ہو۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تجربات اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ بدنظمی اور خود سری کے دور میں خلق خدا کا کس قدر خون خرابہ ہوتا ہے اور کس قدر جان و مال پر تباہیاں و بربادیاں آتی ہیں۔ شیخ الاسلام آخر میں لکھتے ہیں امیر کا تقرر و انتخاب دین اور قربت خداوندی کا ذریعہ سمجھ کر نیک نیتی سے کر لینا اہل اسلام پر لازم ہے۔ (السیاسۃ الشرعیہ ص ۷۷)

خلافت کا شورائی نظام: اب یہ بھی دیکھئے کہ خلیفہ کا انتخاب اور اسی طرح خلافت کا سارا نظام وامرھم شوری منھم کے ماتحت ہے یعنی مسلمانوں کے تمام کام باہم مشورہ سے طے پایا کریں گے۔ کنز العمال میں ایک حدیث ہے لا خلافۃ الا لمن مشورۃ (کنز العمال جلد ۳ ص ۲۹)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اولوالامر و خلیفہ وقت کے لیے مشورہ سے کام لینا لازم ہے۔ قرآن میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حکم ہے "وشاورھم

فی الامر" آپ معاملات میں اپنے لوگوں سے مشورہ کر لیا کریں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کے مشورہ کے متعلق فرماتے ہیں لم یکن احد اکثر مشاورۃ الاصحابہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح بکثرت اپنے احباب سے مشورہ لیا ہے اس قدر کسی نے اپنے رفقاء سے مشورہ نہ لیا ہو گا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (جن پر خطا و صواب کے اظہار کے لیے آسمان سے وحی آ سکتی تھی) مشورہ کے بعد اصحاب کی رائے کا پتہ لگایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کے لیے مشوروں سے کام کرنا اور بھی اشد ضروری ہے۔ خلیفہ و امیر پر لازم ہے کہ ہر ایک کی رائے معلوم کرے جس کی رائے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے زیادہ موافق نظر آئے اسے قبول کرے۔ (السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہ ص ۷۵)

الحمد للہ تمام خلفاء راشدین نے نظام خلافت میں تمام واقعات و پیش آمدہ حوادث میں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی حاصل کرنے میں اور اپنے اصحاب و رفقاء کی رائے معلوم کرنے میں ہمیشہ سعی جمیل فرمائی ہے۔ حضرت ابو بکر کا دور خلافت بھی اسی طرح گزرا۔ شخصی جبر و استبداد سے ہرگز کوئی مسئلہ طے نہ فرماتے بلکہ اصحاب کو جمع کر کے فرماتے "انافی کذا وکذا فھل علمتم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضی فی ذالک بقضاء الخ" (اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۵۷ و اعلام الموقعین لابن القیم) یعنی ایسا ایسا معاملہ درپیش ہے کیا تم میں سے کسی کو معلوم ہے کہ اس طرح کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی فیصلہ دیا ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں تمام پیش آمدہ مسائل مجلس شوریٰ میں ہی طے پاتے تھے پوری طرح مشورہ اور مباحثہ کے بعد کثرت رائے یا اتفاق آراء سے اہم قومی و ملکی اور سیاسی و اقتصادی اقدامات کا فیصلہ ہوتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس شوریٰ کے ممتاز افراد کا ذکر صاحب کنز نے کیا ہے۔ اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی

رضی اللہ، حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ، ابی بن کعب رضی اللہ وغیرہ موجود تھے۔ (کنز العمال جلد ۳ ص ۱۳۴)

ان کے بعد کے خلفاء حضرت عثمان رضی اللہ، حضرت علی رضی اللہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی بھی اسی کے مطابق گزری۔ ان سب نے انصار و مہاجرین کے اجلہ صحابہ کے مشوروں کی پابندی کی ہے۔

خلیفہ و سلطان میں امتیاز : خدمت عوام اور مفاد ملک و ملت کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء نے اپنے اپنے دور میں جو مساعی جمیلہ فرمائی ہیں، سلاطین و ملوک کے بدنام لقب سے ان کے دور کو سمجھنے کے لیے وہ کافی ہیں۔ سلاطین جا بے جا وصول کر کے عموماً" اپنے عیش و عشرت میں خرچ کرتے ہیں اور خلیفہ بیت المال کے مال کو تمام مسلمانوں کا مال سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے ایک ایک پیسے، ایک ایک درھم، ایک ایک چیز کا امین و محافظ قرار دیتا ہے، یہاں صحیح طریقہ سے آمدنی ہوتی ہے اور وہ بالکل صحیح مصارف میں صرف ہوتی ہے، عیش و عشرت، کھانے کپڑے وغیرہ کی فراوانی و منعم کا کبھی یہ حضرات خیال بھی نہیں فرما سکتے۔

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ سے پوچھا کہ میں سلطان ہوں یا خلیفہ؟ تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ نے فرمایا، اگر آپ اسلامی مملوکات و آراضی سے ایک درہم زائد یا کم وصول کریں اور پھر اسے بے جا صرف کریں تو آپ بادشاہ ہیں ورنہ خلیفہ۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص۵۲ و طبقات ابن سعد ص ۲۲۱ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول جزء ۲ ص ۴۵۱)

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ سے ایک اور شخص نے کہا کہ بادشاہ تو لوگوں پر ستم ڈھاتا ہے لیکن خلیفہ نہ بے جا لیتا ہے نہ بے جا صرف کرتا ہے اور آپ الحمد للہ ایسے ہی ہیں۔ یعنی آپ خلیفہ ہیں سلطان نہیں ہیں۔

(تاریخ الخلفاء ص ۵۴ و طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۲۲۱)

خلیفہ کے فرائض امام ماوردی نے خلیفہ کے حسب ذیل فرائض شمار کرائے

ہیں:-

(۱) پہلا فرض یہ ہے کہ وہ دین کی حفاظت کرے۔

(۲) دوسرا فرض یہ ہے کہ انصاف کو رائج کرے' کوئی زبردست ظلم نہ کرنے پائے۔

(۳) تیسرا فرض یہ ہے کہ ملک کی حفاظت کرے تاکہ رعایا اطمینان سے معاشی کاروبار کر سکے۔

(۴) چوتھا فرض یہ ہے کہ مسلمانوں کی طرح غیر مسلم رعایا ذمی وغیرہ کی جان و مال کی حفاظت کرے۔

(۵) پانچواں فرض یہ ہے کہ بیت المال کے مستحقوں کے لیے معقول وظیفے اور مشاہرے جاری کرے جو بروقت مل جایا کریں۔

(۶) چھٹا فرض یہ ہے کہ دیانت دار اور قابل اعتماد لوگوں کو کلیدی عہدے دیئے جائیں۔

(۷) ساتواں فرض یہ ہے کہ خلیفہ سلطنت کے تمام امور کی نگرانی کرے اور تمام واقعات سے باخبر رہے تاکہ صحیح طور پر ملک و ملت کی حفاظت ہو سکے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق" یعنی اے داؤد ہم نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے معاملات میں فیصلہ حق و صداقت کے ساتھ کرو۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خلافت کی تفویض کے ساتھ خود خلیفہ کو امور سلطنت میں عدالت و صداقت کا پابند بنایا ہے۔ (الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۱۶)

خلفاء راشدین کی زندگی دیکھ کر ہم یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنا جو اسوہ حسنہ پیش فرمایا تھا اس کی اتباع بڑی حد تک ان حضرات نے کی اور آپ ہی کے نقوش قدم پر یہ حضرات گامزن رہے۔ رعایا کے معاملات کی نگرانی' حق و صداقت کا اظہار' عدل و انصاف کی ترویج و اشاعت اپنی پوری زندگی میں اس طرح محتاط ہو کر فرمائی کہ ان کی دیانت و امانت اور عدالت و صداقت کو دیکھ کر تو بس یہ

معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہ خدا کو اپنے سامنے دیکھ و سمجھ رہے ہوں کہ وہ ان کے معاملات کی خود نگرانی کر رہا ہے اور وہ ان کی غلطیوں کی باز پرس کرنے والا ہے۔ اس احساس آخرت اور استحضار قیامت کے سبب ان کی خلافت میں امانت و دیانت عدالت و صداقت کے چار چاند لگ گئے اور دنیائے انسانیت میں ان کا دور عدل و انصاف کا بہترین دور مانا گیا ہے۔

ان حضرات کے دور خلافت میں عظیم الشان فتوحات ہوئیں اور مصر و شام و جزیرہ بحرین وغیرہ پر قبضہ حاصل ہوا۔ ایران و روما کی سلطنتیں زیر نگیں ہوئیں' سواد عراق و بصرہ و کوفہ وغیرہ کے علاقے مفتوح ہوئے۔ ان کی تھوڑی سی اقلیت نے بھاری بھر کم اکثریت کو سرنگوں کیا اور خراسان' کرمان' حمص' قنسرین اور دمشق وغیرہ کو جس حسن تدبیر اور حسن عمل سے حاصل کیا اور ان پر جن جن عمال کو حاکم بنایا ایسے تمام امور سے اس مقالہ میں قطعی بحث نہیں ہے۔ میں صرف ان واقعات و معاملات کا تذکرہ کر رہا ہوں جن سے خلق خدا کی نگرانی و پاسبانی کا تعلق ہے۔ فتوح ملکیہ و امور سیاسیہ کے لیے فتوح الشام اور اشہر مشاہیر الاسلام وغیرہ کا مطالعہ مفید و نافع ہو گا۔

خلفاء راشدین عہدوں کے طالب نہ تھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارتحال پر ملال کے بعد جب سقیفہ بنی سعد میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر مہاجرین و انصار نے بیعت کر لی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجمع عام میں ایک خطبہ دیا۔ اس میں ارشاد فرمایا واللہ ما کنت حریصا علی الامارۃ یوما ولا لیلۃ ولا سالتھا اللہ فی سر و علانیۃ یعنی خدا کی قسم امارت و خلافت کی مجھے ذرہ برابر حرص و طمع نہ تھی اور رات و دن کی کسی بھی ساعت میں مجھے اس کی لالچ نہیں ہوئی تھی اور نہ میں نے اس کی آرزو میں کبھی کوئی دعا خدا سے کی اور نہ خلوت و جلوت میں کبھی خلافت کے لیے کوئی چاہت کی۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۳۰۲)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت "آناً فاناً" ہو گئی۔ کوئی سوچی سمجھی اسکیم پہلے سے تیار

نہ تھی۔ نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے کوئی فضا بنائی تھی۔ ایک اہل ترین شخص سے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سبقت کر کے سب سے پہلے بیعت کرلی تو سب حضرات نے بلا تردد بیعت کرلی اور تمام ہنگامہ فوراً ختم ہو گیا۔

اسی طرح سے جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "لا حاجة لی بها" مجھے خلافت کی ضرورت نہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ولكن بها اليك حاجة " تم کو خلافت کی حاجت نہ ہو تو نہ سہی مگر خلافت کو تمہاری حاجت ہے۔ اور فرمایا میں نے تم کو خلافت نہیں دی بلکہ خلافت کو تمہیں دیا ہے۔ تم کو خلافت سے زینت نہیں ملے گی بلکہ تم سے خلافت کو زینت ہو گی۔ (الامامتہ والسیاستہ جلد اول و سیرت عمر ص ۴۸)

اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بلا طلب، مسلمانوں کی مجلس شوریٰ اور عوامی انتخاب کے ذریعہ عہدہ خلافت پر فائز ہوئے ہیں۔ الاستیعاب فی معرفتہ الاصحاب وغیرہ میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔[1]

اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا بھی انتخاب ہوا چنانچہ ایک مجمع عام میں جس میں بنی امیہ کے شاہی خاندان کے تمام افراد موجود تھے اور علماء کرام میں امام شہاب الدین زہری، امام مکحول وغیرہ بھی تشریف فرما تھے۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں سے پوچھا کہ امیر المومنین سلیمان بن عبدالملک نے اپنی وصیت میں جس شخص کو خلافت کے لیے نامزد کیا ہے اس پر آپ لوگ راضی ہیں یا نہیں۔ سب نے اپنی رضا مندی ظاہر کی تو وصیت نامہ پڑھا گیا تو اس میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا نام تھا۔

---

(۱) کوئی شک نہیں کہ جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تھے اس وقت وہ خلافت سے انکار ہی کر رہے تھے اور کافی اصرار کے بعد انہیں خلیفہ بنایا گیا تھا۔ اس میں بھی شک نہیں کہ اعلیٰ اوصاف و مناقب کے لحاظ سے وہ اس وقت ممتاز فرد تھے لیکن تاریخ جو کچھ بتاتی ہے وہ یہ نہیں کہ ان کی خلافت بھی شوریٰ اور عوامی انتخاب کے ایسے ہی اطمینان بخش خطوط پر طے ہوئی تھی جن کا مظاہرہ

پچھلی تین خلافتوں کے دور میں ہوتا رہا تھا۔

امام مکحول نے پکارا "ابن عمر" عمر بن عبدالعزیز کہاں ہیں۔ آپ نے اپنا نام سنتے ہی دو تین بار "انا للہ و انا الیہ راجعون" پڑھا۔ آپ کا نام پکارا گیا۔ آپ نہیں اٹھے۔ لوگ آپ کے ہاتھ اور بازوؤں میں اپنے ہاتھ ڈال کر منبر تک لے گئے۔ پانچ زینہ کا منبر تھا۔ مگر آپ تو اضعا" دوسرے ہی زینہ پر بیٹھ گئے (مروج الذہب للمسعودی ص ۱۹۳)

خلافت کا عہدہ جلیلہ ملنے پر انا للہ پڑھنا اور اپنے رنج و غم کا اظہار کرنا' منبر تک خود نہ جانا بلکہ لے جایا جانا اور منبر کے اونچے زینہ پر نہ بیٹھنا بلکہ نیچے ہی زینہ پر بیٹھ جانا' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ خلافت سے کس درجہ اعراض کر رہے تھے۔

جب سریر آرائے خلافت ہوئے تو آپ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا اس کے الفاظ آج کے طالبین عہدہ کی نصیحت پذیری و موعظت کے لئے کافی ہیں۔ فرمایا "یہ امارت و خلافت میرے لیے سخت آزمائش کا مرحلہ ہے۔ میں اس میں مبتلا کر دیا گیا ہوں۔ اس کے لئے میری رائے لی گئی ہے اور نہ مجھ سے کچھ مشورہ کیا گیا۔ نہ میرے دل میں اس کے لئے کوئی طلب و آرزو تھی"

اس کے بعد فرمایا "اگرچہ میری گردن میں امارت کا قلاوہ ڈال دیا گیا ہے لیکن میں اسے اتار رہا ہوں تم جسے چاہو خلافت کا عہدہ اس کے سپرد کر دو۔"

تمام مسلمان بیک زبان پکار اٹھے "قد اخترناك لا نفسنا ورضيناك لنا بك" یعنی "ہم سب آپ کو امیرالمومنین چن رہے ہیں اور ہم سب آپ سے راضی ہیں۔" (البدایہ و النہایہ جلد ۹ ص ۲۱۲)

اپنے دور خلافت میں آپ نے وہ شاندار روایت قائم کی کہ آپ کے متعلق لوگ کہنے لگے "من كان قبلكم كانت لخلافة لهم زين وانت زين للخلافة" پہلے لوگوں کے لئے خلافت وجہ زینت تھی اور آپ خود خلافت کے لئے زینت ہیں۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۲۱۳)

و اذ الدر زان حسن وجوه

كان لـدر حسـن وجـهـك زينـا

کیا سچ ہے

ہمہ خوباں عالم رایز بورہا بیار آئند
تو سیمین تن چناں ہستی کہ زیور را بیار آئی

صحابہ کرام خیرالامم تھے روافض کو حضرت علی اور ان کی آل کے ساتھ اتنی غلط عقیدت ہے کہ وہ صحابہ کرام کے فضائل و مناقب پر کبھی غور و فکر بھی نہیں کر سکتے۔ انہیں ہمیشہ ان کے اندر نقائص ہی دکھائی دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کی زندگیوں میں غور کیا جائے تو اندازہ ہو گا کہ وہ نہ صرف امت محمدی میں سب سے بہتر تھے بلکہ دنیا بھر کی قوموں میں سب سے افضل تھے۔

ان کے اندر بشریت کے تقاضے سے کچھ کوتاہیاں بھی ہوئیں مگر مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے تو انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد انہیں کا درجہ ہے۔ سیرت اور کردار کے لحاظ سے دنیا کی کوئی بھی قوم ان کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی۔ اگر ان کی زندگی میں کہیں کہیں ہلکے سے دھبے نظر آتے ہیں تو اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے سفید کپڑے میں سیاہی کی کچھ چھینٹیں پڑی ہوں۔ ان عیب چینوں کو یہ چھینٹیں تو نظر آتی ہیں مگر کپڑے کی سفیدی نظر نہیں آتی۔ اس کے برعکس دوسری قوموں کا پورا نامہ اعمال سیاہ ہے اس میں کہیں کہیں سفیدی نظر آتی ہے۔ یہ شیعہ یہود و نصاریٰ کی تعریف کرتے ہیں اور ان سے دوستی کا دم بھرتے ہیں لیکن انہیں مومنین سابقین سے دلی عداوت اور نفرت ہے اگر ان سے پوچھا جائے کہ آنحضرت ﷺ کی امت میں بدترین لوگ کون ہیں تو ان کا متفقہ جواب صحابہ کے متعلق ہو گا۔ اگر ان کے اس نظریہ کو مان لیا جائے تو یہ رسول کریم ﷺ کی رسالت پر سب سے بڑا داغ ہے کیوں کہ اس سے یہی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت کامیاب نہیں ہو سکی۔ آپ نے ایک امت پیدا کی جس کی ایک کثیر تعداد حق کے صحیح راستے کو چھوڑ کر باطل کی پیروی کرتی رہی۔ آپ کو آئندہ ہونے والے بہت سے

واقعات کا علم دے دیا گیا تھا تو کیا آپ کو اتنی سی بات معلوم نہ ہو سکی کہ آپ کے بعد آپ کے بہترین ساتھی آپ کے راستے سے منحرف ہو جائیں گے اگر ایسا ہوتا تو آپ پہلے ہی سے اس کی خبر کر دیتے تا کہ عام لوگ ان کو خلیفہ یا امام نہ بنائیں۔ جس شخص سے یہ وعدہ کیا گیا کہ اس کا دین دنیا کے تمام دینوں پر غالب ہو گا اس کے اولیں پیروؤں کے متعلق کیونکر گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو جائیں گے۔

صحابہ کرام و خلفاء راشدین کا احترام ایمان کی علامت ہے: اصحاب کبار خلفاء راشدین پر لعن و طعن اور سب و شتم کرنا قطعاً" ممنوع و حرام ہے۔ آیت کریمہ میں ارشاد ہے

والسابقون الاولون من المهاجرين و الانصار والذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم و رضوا عنه و اعدلهم جنت تجري من تحتها الانهار خالدين فيها ابدا ذالك الفوز العظيم"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مہاجرین و انصار صحابہ کرام سے راضی ہو چکا ہے۔ صحابہ کے متعلق ایک اور جگہ ارشاد فرمایا

"لقد رضي الله عن المومنين اذيبايعونك تحت الشجره"

یہ بالکل ظاہر ہے کہ جب صحابہ سے خدا راضی ہو چکا تو وہ اہل ایمان ہیں اور اللہ تعالیٰ راضی ہونے کے بعد جنت ہی عطاء فرماتے ہیں۔ ارشاد ہے

یا ایتها النفس المطمئنه" ارجعي الى ربك راضيه" مرضيه" فادخلي في عبادي وادخلي جنتي"

اگر خدا نخواستہ انہی اکابر صحابہ کا ایمان زیر بحث ہو اور یہی چیز نزاعی بن جائے تو پھر ہمارے' آپ کے اور کسی کے ایمان کا کیا ٹھکانا ہو گا؟ جن کے واسطہ سے ہم نے ایمان پایا جب انہی کا ایمان خدا نخواستہ درست نہیں تو ہمارا کیا حشر ہو گا؟

افادہ: قرآن کریم میں ارشاد ہے

ولا یغتب بعضکم بعضا کوئی کسی کی غیبت و مذمت پس پشت نہ بیان کرے۔ صحابہ پر یہ لعن و طعن اور سب و شتم بہرحال غیبت میں داخل ہے۔ ارشاد ہے

"ویل لکل ھمزۃ لمزۃ" یعنی ہر لعن طعن اور عیب جوئی و نکتہ چینی کرنے والے کے لیے ویل کا طبقہ یعنی جہنم کا سخت ترین عذاب مقدر ہو چکا ہے۔

(الصارم المسلول علی شاتم الرسول لابن تیمیہ ص ۵۷۶)

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا لا تسبوا اصحابی فوالذی نفسی بیدہ لو ان احدکم انفق مثل احد ذھبا ما ادرک مد احدھم ولا نصیفہ (صحیح بخاری و مسلم) یعنی میرے صحابہ کو گالی مت دو' برا بھلا مت کہو' ان پر لعن و طعن مت کرو۔ تم احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے تو میرے صحابہ کے آدھ سیر جو خرچ کرنے کا ثواب نہ پا سکو گے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے

"ان اللہ اختارنی و اختار لی اصحابا فمن سبھم فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ یوم القیامۃ و لا عدہ" یعنی خدا نے مجھے منتخب کیا ہے اور میرے لئے صحابہ کو منتخب کیا ہے۔ جو ان محبوبان خدا کو گالیاں دے گا' اس پر خدا اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو گی۔ اللہ تعالیٰ روز محشر اس کے فرض اور نفل کسی عبادت کو قبول نہ کرے گا۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے

"من سب اصحابی فقد سبنی و من سبنی فقد سب اللہ" یعنی میرے صحابہ کو جس نے گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ کو گالی دی۔ (الصارم المسلول علی شاتم الرسول ص ۵۸۳)

مورخ مسعودی متوفی ۳۴۶ھ نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک بار چند ایسے لوگوں کے پاس سے گذرے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی

دے رہے تھے۔ چونکہ آپ آخر میں نابینا ہو چکے تھے اپنے راہبر سے کہا مجھے ان کے قریب لے چلو جب آپ قریب ہو گئے تو پوچھا تم میں سے کون خدا کو گالی دے رہا ہے؟ سب نے کہا نعوذ باللہ ہم اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیں گے۔ کہا پھر کون رسول اللہ ﷺ کو گالی دے رہا ہے؟ بولے نعوذ باللہ بھلا ہم رسول اللہ ﷺ کو گالی دیں گے؟ کہا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کون گالی دے رہا ہے؟ کہاں ہاں علی کو تو بے شک ہم گالی دے رہے ہیں۔ فرمایا لو سنو! میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے "من سبنی فقد سب اللہ ومن سب علیا فقد سبنی" یعنی جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے گویا خدا کو گالی دی۔ مسعودی نقل کرتے ہیں۔ یہ سن کر سب سرنگوں ہو گئے۔ شرم کے مارے سب پر خاموشی چھا گئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس جب اس مجلس سے الگ ہوئے تو اپنے ساتھی سے پوچھا ان لوگوں پر میری بات کا کیا اثر رہا؟ تم نے ان کو کیسا دیکھا؟ تو اس نے کہا

خزر العیون منکسی اذقانھم نظر الذلیل الی العزیز القاھر

کتاب الروح میں علامہ ابن قیم نے نقل کیا ہے کہ محدث ابن ابی الدنیا نے کتاب المناجات میں لکھا ہے کہ قریش کے ایک بزرگ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے شام میں ایک آدمی کو دیکھا اس کے چہرے کا نصف حصہ سیاہ ہے۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا کرتا تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور پوچھا کیا تو ہی میری مذمت کیا کرتا ہے۔ یہ کہہ کر میرے چہرے پر ایک زور دار طمانچہ مارا۔ یہ حصہ اس طمانچہ کے اثر سے کالا ہے۔ (کتاب الروح ص ۲۳۱)

علامہ قیروانی نے کتاب البستان میں لکھا ہے بعض سلف نے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو گالی دیا کرتا تھا۔ ایک دن اس کی دونوں آنکھیں نکلی ہوئی اور رخسار پر لٹکی ہوئی نظر آئیں تو اس سے مسجد

نبوی کے امام الحسن مطلبی نے پوچھا یہ کیا قصہ ہے؟ اس نے کہا رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے۔ ان کے ساتھ ابو بکرو عمر تھے۔ آپ ﷺ سے دونوں حضرات نے شکایت کی کہ یہ شخص ہمیں ایذا دیتا ہے۔ اور گالی دینا اس کا معمول بن چکا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم کو گالی دینے اور لعن طعن کرنے کی اجازت کس نے دی ہے۔ اس نے کہا کہ علی نے۔ حضرت علی یہ سنتے ہی مجھ پر بے حد خفا ہوئے اور اپنی انگلیوں سے میری آنکھ نکال دی اور فرمایا تو جھوٹا ہے۔ اللہ تیری آنکھ پھوڑ دے۔ یہ قصہ سناتے ہوئے وہ روتا جاتا تھا اور اپنی توبہ کا اعلان بھی کرتا جاتا تھا۔ (کتاب الروح ص ۲۳۳)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں یہ قصہ پیش آیا کہ کچھ لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دی۔ امیرالمومنین عمر بن عبدالعزیز نے تیس کوڑوں کی سزا دی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گالی دینے والوں کو اور چند کوڑوں کی سزا اس کو دی جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دی تھی۔ اس کے بعد شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ائمہ سلف کے ارشادات کو نقل کیا ہے کہ خلفاء کرام کو گالی دینے والے کو اولا" سزا دی جائے پھر توبہ کرائی جائے اگر توبہ نہ کرے تو قید خانہ میں ڈال دیا جائے یہاں تک کہ وہ مرجائے یا رجوع کرے۔ (الصارم المسلول علی شاتم الرسول لابن تیمیہ ص ۵۷۱)

مسئلہ البتہ ازواج النبی ﷺ کو گالی دینے والا' ان پر لعن طعن کرنے والا' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہنے والا یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والا بلا اختلاف کافر ہے۔ ائمہ سلف نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والے کو فی الفور قتل کر دیا ہے۔

حضرت حسن ابن زید طبرستان میں ایک صاحب خیر بزرگ گذرے ہیں۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں آپ کے قدم تیز تھے۔ فیاضی و سخاوت کا یہ حال تھا کہ ہر سال مدینہ منورہ میں بیس ہزار اشرفی صحابہ کرام کی اولاد پر خرچ کرنے کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ کسی شخص نے حضرت عائشہ کا ذکر تہمت و قباحت کے ساتھ کیا۔

حضرت حسن نے اس کے قتل کا حکم دیا اسی وقت اس کی تعمیل ہوئی۔ (الصارم المسلول میں ایسے مزید واقعات اور اس سلسلہ کی تمام تفصیلات ملاحظہ فرمائیں)

خلفاء راشدین کے متعلق مہاتما گاندھی جی کے تاثرات آنجہانی گاندھی جی نے ہریجن مورخہ ۲۷ جولائی ۳۷ء کو مندرجہ ذیل الفاظ میں خلفاء راشدین کی سادہ زندگی کی تعریف و تحسین فرمائی تھی۔ ہریجن میں ان کے انگریزی کلمات ملاحظہ ہوں۔

SIMPLICITY IS NOT THE MONOPOLY OF CONGRESS-ISTES I AM NOT GOING TO SLMENTION THE NAMES OF RAMA AND KRISHNA BECAUSE THEY WERE NOT HISTORICAL PERSONALITIES I AM COMPELLED TO MENTION THE NAMES OF ABUBAKAR AND UMAR THOUGH THEY WERE MASTERS OF A VERET EMPIRE YET THEY BINED THE LIFE OF POURES. (HARIGAN.DT.27.7.37)

یعنی سادگی کانگریس کی اجارہ داری نہیں۔ میں رام اور کرشن کا حوالہ بھی اس سلسلہ میں پیش نہ کروں گا کیونکہ ان کی شخصیتیں ما قبل تاریخ کی ہیں۔ البتہ میں اس ضمن میں ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کا نام لینے پر مجبور ہوں کہ باوجود ایک وسیع مملکت کے حاکم ہونے کے ان لوگوں نے انتہائی فقیرانہ زندگی بسر کی۔ (ماخوذ از صدق جدید ص ۸ مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۶۰ء)

اعلام قبل اس کے کہ خلفاء راشدین کی رعایا پروری کے واقعات عرض کروں۔ مناسب سمجھتا ہوں کہ یہ بھی واضح کر دوں کہ خلفاء راشدین کی صف میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی داخل ہیں۔ علامہ نووی تہذیب الاسماء میں نقل کرتے ہیں

قال سفیان الثوری الخلفاء خمسة ابوبکر و عمر و عثمان و علی و عمر ابن عبدالعزیز (تہذیب الاسماء جلد ثانی ص ۱۸)

یعنی خلفاء راشدین پانچ اشخاص ہیں۔ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، دوم حضرت عمر

رضی اللہ عنہ ' سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ' چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ اور پنجم حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

سفیان ثوری کا یہ مقولہ سنن ابی داؤد میں بھی موجود ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز خلفاء راشدین میں پانچویں خلیفہ ہیں۔ (تہذیب الاسماء جلد ۲ ص ۱۸۹)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو خلفاء راشدین میں شمار فرمایا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۱۱۴)

علامہ یافعیؒ نے لکھا ہے کہ تمام ائمہ دین نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو پانچواں خلیفہ راشد قرار دیا ہے۔ (مراۃ الجنان جلد اول ص ۲۰۹)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ امام شافعیؒ ' سفیان ثوریؒ وغیرہ ائمہ نے آپ کا شمار خلیفہ خامس کے عنوان سے کیا ہے۔ مزید لکھا ہے واجمع العلماء قاطعۃ انہ من ائمۃ العدل و احد الخلفاء الراشدین۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۱۹۹)

<u>حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا مقام عالی</u> : بروایت ابن ماجنون ایک خواب منقول ہے۔ ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ آنحضرتؐ کے دائیں بائیں بیٹھے ہیں اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سامنے تشریف رکھتے ہیں۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ زیادہ قریب بھی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھنے والے کے سوال پر فرمایا انہ عمل بالحق فی زمن الجوار و انہما عملا بالحق فی زمن الحق" یعنی ان کے قرب و امتیاز کا سبب یہ ہے کہ ان دونوں نے اس زمانے میں حق پر عمل کیا جب کہ حق پذیری کا دور دورہ تھا اور عمر بن عبدالعزیز نے حق کو اس وقت عملاً نافذ کیا جب کہ باطل کا فروغ تھا۔ (تکمیل مجمع البحار جلد ۳ ص ۱۸۶ البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۱۹۹)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بھی اپنا ایک خواب بیان کیا کہ میں نے آج رات

میں خواب دیکھا کہ ایک سر سبز میدان میں زبرجد کا ایک محل ہے اور ایک بڑی مخلوق اس کے ارد گرد موجود ہے۔ یکایک پکار ہوئی تو سب سے پہلے اس محل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے۔ اس کے بعد دوسری پکار پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے' تیسری پکار پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ' چوتھی پکار پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور پانچویں پکار پر حضرت علی رضی اللہ عنہ داخل ہوئے چھٹی مرتبہ میرا نام لے کر پکارا گیا تو میں بھی اس محل میں داخل ہوا اور دیکھا کہ خلفاء راشدین دائیں بائیں سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس وقت مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں جگہ دی گئی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۲۰۷' الامامۃ والسیاسہ لابن قتیبہ جلد ۲ ص ۱۳۰ کتاب الروح لابن القیم ص ۳۰)

ان ہر دو رویاء صالحہ سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلفاء راشدین میں شامل اور امام عادل ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بچپن ہی سے ہونہار تھے۔ فرماتے ہیں "ماکذبت مذشددت علی ازاری" جب سے میں نے تہبند باندھا کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ (سیرت ابن عبدالعزیز والبدایہ و النہایہ ج ۹ ص ۱۹۶)

حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ وغیرہ تابعین نے خلفاء راشدین میں صرف حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو شمار کیا ہے۔ یہی بات امام زہری نے بھی فرمائی ہے۔ "وقال الخلفاء ثلثۃ وسائرھم ملوک قبل من ھم قال ابوبکر و عمر و عمر" (منتخب کنزالعمال جلد ۵ والبدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۲۰۰)

غالباً ان حضرات نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس پر فتن دور کو دیکھ کر جس میں بنو امیہ و عباسیہ کی آویزشوں نے نشو و نما پائی اور جس میں اقرباء نوازی اور تقسیم دولت کی ناہمواری کے شکوک پیدا ہوئے۔ ان ہر دو خلفاء کرام کو ملوک و سلاطین میں داخل کرنا مناسب سمجھا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ خرق اجماع ہے۔ سیرو تاریخ کی صدہا مستند کتابوں میں ان دو حضرات کے لئے ان معاملات میں وجوہ معذرت موجود ہیں۔ لہٰذا ان میں پڑے بغیر امت مسلمہ کے اجماع عام کے مطابق ان سب کو خلفاء کرام میں شمار کرنا چاہئے۔ آگے آنے والے ابواب و مباحث

میں تمام حضرات کی خدمت خلق اور رعایا پروری کے واقعات ملاحظہ فرما کر ہر ایک کے خلیفہ برحق ہونے کی تصدیق آپ خود ہی کرلیں گے۔

اعتذار: میں نے اس کتاب کی تیاری کے سلسلہ میں کتابوں کے مطالعہ اور اخذ معلومات میں تقریباً دس سال صرف کیے ہیں۔ اس سلسلہ میں گذارش یہ ہے کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے حالات بہت زیادہ ملے اور ان کے حالات میں زیادہ سے زیادہ ہم آہنگی اور توافق بھی موجود ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حضرت فاروق اعظم کے پوتے حضرت سالم کو لکھا تھا فاکتب الی سیرۃ عمر بن الخطاب فانی سائر بسیرتہ ان شاء اللہ یعنی آپ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت کی تفصیلات لکھ دیں۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرز عمل پر زندگی گذاروں گا۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۲۵ البدایہ و النہایہ ج ۹ ص ۱۹۹)

اس کے بعد مزید معذرت یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حالات مجھے بہت ہی کم ملے۔ سیر و تواریخ میں جس قدر مواد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی رعایا پروری کے مجھے مل سکے اس کا ایک عشر عشیر بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ہر دو معزز ترین دامادوں کے حال میں نہیں ملا۔ ارباب تاریخ کا قلم کس قدر دیانت پسند ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان قریب کے رشتہ داروں کے حالات کے بیان میں ذرا بھی رور عایت سے کام نہیں لیا۔ بہر حال جو کچھ بھی میری تلاش و جستجو کے بعد مجھے میسر آیا[1] اس کو میں بلا کم و کاست

---

(۱) حق یہ ہے کہ اگر صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رعایا پروری کے واقعات پر اکتفاء کر لیا جاتا تو بھی ہمارے مقالہ کی رونق میں کوئی کمی نہ ہوتی۔ حضرت عائشہؓ نے چاروں خلفاء کا زمانہ پایا تھا۔ ان کا تجزیہ یہ تھا کہ مجالس میں رونق و بہار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ سے آتی ہے۔ وہ فرماتی ہیں "اذا ذکر عمر طاب المجلس" مجھے امید ہے کہ ہمارے محترم ناظرین ان کے ذکر خیر سے دماغی تازگی، ذہنی شگفتگی و دینی بیداری محسوس کریں گے۔

پیش کر رہا ہوں۔ پورے سلسلہ واقعات سامنے رکھنے سے خلفاء راشدین کی زندگی رعایا پروری و انسانیت نوازی کے معیار سے ایک بہترین زندگی نظر آئے گی جو آج بھی بنی نوع انسان کے لئے قابل اتباع اور لائق امتثال ہے۔

نظم سلطنت کا مدار عدالت و امانت پر ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' عادل بادشاہ زمین میں اللہ کا سایہ ہے اور انصاف پسند حاکم کے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ ساٹھ عبادت گذار صدیقین کے ثواب کا مستحق ہے۔ (منتخب کنز العمال ج ۲ ص ۱۳۳ السیاستہ الشرعیہ لابن تیمیہ ص ۳)

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑے عظیم تجربہ کی روشنی میں فرمایا ان الاعمال مؤداۃ الی الامیر ما ادی الامیر الی اللہ عزوجل فاذا رتع الامیر رتعوا (کتاب الاموال ص ۵) یعنی حکام اور عوام صحیح طور پر تمام کام کماحقہ' اسی وقت ادا کرتے ہیں جب کہ امیروقت خدا کے کاموں کو درست طور پر ادا کرتا رہے۔ لیکن جب امیر قوم چرنے چگنے لگتا ہے تو پوری قوم چرنے چگنے لگتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب امیر دولت و آسائش حاصل کرنے کے غلط ذرائع اختیار کرتا ہے اور رشوت و خیانت کو دخل دیتا ہے تو حکام و عمال اور شہری عوام میں بد دیانتی' بلیک بازی' رشوت خوری' خیانت پسندی اور اسی نوع کی تمام برائیاں فروغ پاتی ہیں۔ شیخ سعدی نے کیا ہی خوب کہا ہے ؂

بہ نیم بیضہ چوں سلطاں ستم روا دارد
زنند لشکر یانش ہزار مرغ بہ سیخ

یعنی اگر بادشاہ صرف ایک انڈا بطور ظلم حاصل کرتا ہے تو سمجھ لو کہ اس کے لشکری ہزاروں مرغ ظلماً" صاف کر ڈالیں گے۔

(۳) قادسیہ و مدائن وغیرہ ممالک فارس فتح کرنے کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کسریٰ کی مرصع تلوار اور اس کا سنہری کمربند اور زبرجد وغیرہ قیمتی پتھر پیش کئے گئے

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل لشکر کی امانت داری پر خوش ہو کر فرمایا کہ جس قوم نے ایسی چیزوں کو ادا کر دیا وہ مسلمہ طور پر بڑی امانت دار ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "انک عففت فعفت الرعیہ" یعنی آپ کا دامن پاک و صاف ہے تو آپ کے عمال و رعایا بھی پاک دامن ہیں۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۴ ص ۳۹۱ و سیرت عمر لابن الجوزی)

(۴) حضرت سالم ابن عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے کہا کہ بادشاہ مثل بازار کے ہے جس مال کی قدر ہوتی ہے وہی مال بازار میں آتا ہے اسی طرح بادشاہ جس صفت (مثلاً امانت و دیانت' عدل و انصاف) کی قدر کرے گا تو رعایا میں بھی وہی چیز عام ہو گی۔ (السیاستہ الشرعیہ ص ۱۴ و اشہر مشاہیر الاسلام ج ۱)

امانت و دیانت کی چند قابل تقلید مثالیں: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی امانت کا یہ عالم تھا کہ خود اپنے نفس پر بیت المال سے جو وظیفہ لے کر آپ نے خرچ فرمایا تھا اس کی ایک ایک پائی اپنے مرض الموت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو واپس کرنے کی وصیت فرمائی نیز یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرے پاس مسلمانوں کے بیت المال میں سے ایک لونڈی اور دو اونٹوں کے سوا کچھ نہیں۔ میرے مرنے کے بعد یہ چیزیں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دی جائیں۔ اور دیکھنا اگر اور کوئی چیز نکل آئے تو اس کو بھی عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دینا۔ گھر کا جائزہ لیا گیا تو کوئی اور چیز آپ کے گھر سے برآمد نہ ہو سکی۔ (الامامتہ والسیاستہ جلد اول ص ۱۹ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد ۱ ص ۱۷۳ طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۱۳۹)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مزید صراحت یہ بھی کر دی کہ ہم نے بیت المال سے موٹا جھوٹا غلہ لے کر کھایا اور موٹا جھوٹا کپڑا پہنا۔ اب میرے پاس بیت المال کی کوئی چیز باقی نہیں ہے۔ یہ غلام یہ اونٹ بیت المال بھیج دینا اور ہاں یہ چادر بھی واپس کر دینا جو میرے استعمال میں ہے۔ (سیرت عمر بن الخطاب لابن الجوزی ص ۴۷ و اشہر مشاہیر الاسلام ص ۹۴)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دیانت داری کا ایک نجی واقعہ ملاحظہ ہو۔ وفات سے پہلے حضرت

ابو بکر رضی اللہ نے اپنی صاحب زادی حضرت عائشہؓ سے فرمایا تھا کہ فلاں زمین سے فصل کاٹ کر بیس وسق غلہ تم حاصل کر لینا۔ جب آپ کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو فرمایا کہ اے عائشہؓ میں نے تم کو جو عطیہ دیا تھا اگر تم نے زمین سے غلہ کاٹ کر اپنی تحویل میں لے لیا ہو تو وہ تمہاری ملکیت ہے اور اگر تم نے اب تک نہ حاصل کیا ہو تو اب وہ مال سب ورثاء کا ہے۔ (موطا مع مسوی جلد اول ص ۳۷۸)

اس واقعہ سے واضح ہے کہ یہ حضرات اپنے معاملات میں کتنے خدا ترس اور کیسے دیانت پسند و سراپا امانت تھے۔

---------۲----------

فتوحات عراق میں ایک قیمتی چادر حاصل ہوئی۔ حضرت خالدؓ نے اہل لشکر کے مشورہ سے اس چادر کو حضرت ابو بکرؓ کے پاس بطور تحفہ بھیجا اور لکھا کہ اسے آپ لے لیجئے آپ کے لئے روانہ کیا جا رہا ہے۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ نے اسے لینا گوارا نہیں فرمایا اور نہ اپنے رشتہ داروں کو دیا بلکہ اہل شوریٰ سے مشورہ کر کے اسے حضرت حسینؓ کو مرحمت فرما دیا۔ اللہ اللہ قومی چیزوں کے کیسے امانت دار تھے اور خود کو ایسی چیزوں سے کس قدر دور رکھتے تھے۔ (صدیق اکبر ص ۴۴۹ بحوالہ فتوح البلدان ۱۲)

---------۳----------

حضرت عمرؓ نے اپنے ایک تحصیلدار کی آمد پر بیت المال کے غلہ سے ان کے کھانے کے لئے کچھ کھجوریں پیش فرمائیں۔ انہوں نے کھانا شروع کیا اور کہا امیر المومنین آپ بھی کھائیے۔ آپ نے انکار فرما دیا تو انہوں نے کہا ہم تو بیت المال کے جانوروں کا دودھ پیتے ہیں۔ کسی پر سوار ہوتے ہیں کسی کا گوشت کھاتے ہیں۔ فرمایا میں تمہارے مانند نہیں ہوں۔ تم لوگ وصولی صدقات میں محنت کرتے ہو ان جانوروں کی دم کے ساتھ رہتے ہو تم ان کے دودھ اور سواری وغیرہ سے فائدہ اٹھاؤ تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن میں بیٹھے بیٹھائے کیا حق رکھتا ہوں (کتاب الاموال ص ۶۰۵)

سبحان اللہ خلافت راشدہ کے حاملین کیسے امانتدار اور کیسے قدسی الصفت ہوتے

تھے۔

---------۴----------

ایک بار حضرت عمر فاروقؓ بیمار ہو گئے طبیب نے شہد کے استعمال کا مشورہ دیا لیکن خلیفہ کے گھر اس قدر رقم نہیں تھی کہ شہد خرید کر وقت ضرورت کے لئے محفوظ کر لیتے بیت المال میں شہد کا کپا بھرا پڑا تھا۔ مگر بلا اجازت استعمال کی جرات کہاں تھی۔ خدا کا خوف تھا۔ چنانچہ باہر تشریف لائے اور منبر پر چڑھ کر لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا' یہ بات پیش آئی ہے اگر آپ حضرات اجازت دیں تو میں بیت المال کے شہد سے تھوڑا سا لے کر استعمال کروں ورنہ بلا اجازت وہ مجھ پر حرام ہے۔ لوگوں نے یک زبان ہو کر اجازت دے دی۔ (طبقات ابن سعد ص ۱۹۸ جلد ۳ ص ۱۲)

اب غور کیجئے کیسے عادل و خدا ترس ہمارے یہ خلفاء تھے کہ پورے بیت المال پر اقتدار اعلیٰ رکھتے ہوئے ذرا سا شہد برائے دوا استعمال کرنے کا حق بھی اپنے لیے نہیں سمجھتے تھے۔

---------۵----------

حضرت عمرؓ کی دیانت و امانت پر اس پہلو سے بھی غور کیجئے کہ وہ معمولی کپڑے کے دو جوڑے عام مسلمانوں کی طرح بیت المال سے لیتے تھے۔ جب پھٹ جاتے تھے تو اس پر پیوند لگتے چلے جاتے۔ خطبہ جمعہ ہو یا فتح شام کا سفر ہو ہمیشہ ایسے ہی بارہ چودہ پیوند والے کپڑوں میں دیکھے گئے۔ حضرت انسؓ و حضرت ابو عثمان نہدیؓ وغیرہ کی روایت ہے کہ وہ بحالت خلافت جمعہ کے دن بھی منبر پر جن کپڑوں میں دیکھے گئے ان میں کبھی بارہ کبھی چودہ پیوند شمار کیے گئے۔ (سیرت حضرت عمر رضی اللہ عنہ ص ۱۲۰ تاریخ الخلفاء ص ۹۸ تہذیب الاسماء جلد ۲ ص ۲)

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ امانت و دیانت کے کتنے بلند مقام پر تھے کہ وہ بھی بیت المال کی رقم سے کم سے کم اتنا تو ضرور لیتے جو انہیں ایک متوسط درجہ کی آسودہ حال زندگی سے بہرہ ور کر سکتا مگر وہ تو آنے والوں کے لئے نظیر بنا

چاہتے تھے۔

---------- ۶ ----------

حضرت عمرؓ نے (جس زمانہ میں خلیفۃ المسلمین تھے) اپنا کچھ سرمایہ تجارتی قافلہ میں شام کی طرف بھیجنا چاہا تو چار ہزار درہم بطور قرض حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے طلب فرمایا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے قاصد کو جواب دیا کہ حضرت عمرؓ سے کہہ دو کہ بیت المال سے قرض لے لیں۔ جب یہ پیغام حضرت عمرؓ کو پہنچا تو انہیں یہ بات بہت ناگوار گذری۔ ایک دن جب حضرت عمرؓ کی ان سے ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ بیت المال سے میں نے قرض اس لیے نہیں لیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قرض ادا کرنے سے پہلے میں مرجاؤں اور میرے امیرالمومنین ہونے کی رعایت میں لوگ مجھ سے مطالبہ نہ کریں تو یہ امانت میرے ذمہ باقی رہ جائے اور قیامت میں میری گرفت ہو' اس لیے تم سے طلب کیا تھا کہ اگر میں مرگیا تو تم میرے ورثاء سے مطالبہ کرکے وصول کروگے اور میرا معاملہ صاف ہو جائے گا۔

(منتخب کنزالعمال جلد ۵ ص ۱۹)

---------- ۷ ----------

ایک بار سخت گرمیوں کے زمانہ میں بیت المال کے دو اونٹ بھاگ نکلے۔ حضرت عمرؓ بہ نفس نفیس ان کی تلاش میں نکلے۔ حضرت عثمانؓ مقام عالیہ میں اپنے مکان میں تھے۔ دور سے دیکھا کہ ایک آدمی سخت گرمی کی چلچلاتی دھوپ میں دوڑتا ہوا آرہا ہے۔ دل میں کہنے لگے کیا حرج ہوتا اگر یہ شخص مدینہ سے ٹھنڈے وقت میں نکلتا۔ قریب آنے پر حضرت عمرؓ کو پہچانا تو حضرت عثمانؓ نے حضرت عمرؓ کو آواز دے کر بلایا کہ ایسی گرمی اور لو میں جب کہ دروازے سے قدم نکالنا مشکل ہے' آپ کیوں نکل کھڑے ہوئے' حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ صدقات کے اونٹ بھاگ نکلے ہیں' میں چاہتا ہوں کہ ان کو چراگاہ میں پہنچا آؤں ایسا نہ ہو کہ وہ ضائع ہو جائیں تو خدا مجھ سے اس کی بابت سوال کرے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ آیئے ٹھنڈا پانی پیجئے اور

سایہ میں آرام کیجئے۔ میں سب انتظام اپنے غلاموں کے ذریعہ کرائے دیتا ہوں۔ فرمایا آپ کو یہ سایہ مبارک ہو۔ بیت المال کے املاک کی نگہداشت میرے ذمہ ہے یہ کام میں خود کروں گا۔ حضرت عثمانؓ نے یہ دیکھ کر فرمایا "من احب ان ینظر الی القوی الامین فلینظر الی ھذا" یعنی جو شخص کسی قوی امین کو دیکھنا چاہے وہ عمرؓ کو دیکھ لے۔ (تہذیب الاسماء جلد ۲ ص ۱۰)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے جس میں حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپ نے اپنے بعد والے خلفاء کا قافیہ تنگ کر دیا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر بیت المال سے ایک بکری کا بچہ بھی گم ہو جائے گا تو عمرؓ سے روز محشر مواخذہ ہو گا۔ (سیرت عمر لابن الجوزی ص ۱۴)

حضرت سالمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی یہ حالت تھی کہ اگر اونٹ کی دبر میں بھی کوئی زخم ہو جاتا تو اپنا ہاتھ ڈال کر اس کا زخم خود صاف کرتے اور اس کی دوا کرتے اور فرماتے انی لخائف ان اسئال عمابک یعنی مجھے خطرہ ہے کہ تیری تکلیف کے بارے میں مجھ سے مواخذہ ہو گا۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۹۴)

---------۸----------

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس آپ کے خسر آئے کہ بیت المال سے ان کی کچھ مدد کر دی جائے۔ حضرت عمرؓ نے ناراض ہو کر فرمایا کیا بیت المال کسی کی شخصی ملکیت ہے کہ آدمی جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے اور اعزہ و اقرباء کو دے۔ یہ تو عام مسلمانوں کا حق ہے اس میں سے کسی کے ساتھ کوئی مراعات نہیں ہو سکتی یہ کہنے کے بعد اپنے ذاتی مال سے دس ہزار درھم کی امداد دی (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۶۹)

---------۹----------

حضرت عمرؓ نے مہاجرین اولین کا چار چار ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کا ساڑھے تین ہزار۔ حضرت عمرؓ سے کسی نے سوال کیا کہ جب ابن

عمرؓ بھی مہاجرین اولین میں سے ہیں تو پھر ان کا وظیفہ چار ہزار سے کیوں کم ہے' حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ انہوں نے تو اپنے ماں باپ کے ساتھ ہجرت کی تھی (صحیح بخاری پ ۱۵ باب ہجرت)

حضرت عمرؓ کی دیانت و امانت کی انتہا دیکھئے کہ انہوں نے اپنے صاحبزادہ کو مہاجرین اولین کے برابر اس لئے نہیں دیا کہ ان کو ان لوگوں کی طرح نہیں سمجھا جنہوں نے خود ہجرت کی بلکہ ان کی ہجرت کو اپنی ہجرت کے تابع سمجھا۔ اگر دیانتداری و امانت پسندی کا اس قدر عظیم جذبہ نہ ہوتا تو ایسی دقت نظری و باریک بینی کی نوبت نہ آتی اور اپنے اہل و عیال کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچاتے۔ سخت افسوس ہے کہ خود کو مسلمان کہلانے والے ہی کچھ بد نصیب و بد نہاد لوگ ہیں جو اس مہبط دیانت و سراپا امانت ہستی معظم کو برا بھلا کہتے ہیں۔

---------- ۱۰ ----------

مملکت فارس کا اہم ترین شہر مدائن جب فتح ہوا تو شاہی خزانہ میں ایک غالیچہ ملا جس کا نام "بہار کسریٰ" تھا۔ اس کا تانا بانا تو سونے کے تاروں کا تھا اور اس کے نقش و نگار قیمتی پتھروں کے تھے اور پتیاں ریشم کی اور پھل پھول جواہرات و یاقوت کے تھے۔ یہ اتنا قیمتی تھا کہ کوئی ایک شخص اسے خریدنے سے عاجز تھا اور اسی طرح جنگی مجاہدین میں اس کی تقسیم ناممکن العمل ہو رہی تھی۔ تو حضرت سعد بن وقاص کمانڈر افواج نے کہا اگر آپ لوگ پسند کریں تو میری رائے یہ ہے کہ ہم اسے خوشی سے امیر المومنین کو بطور ہدیہ پیش کر دیں وہ جس طرح چاہیں اپنے ذاتی مصرف میں لائیں۔ سب لوگوں نے نہایت خوشی سے حضرت عمرؓ کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر بھیج دیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے بارے میں مدینہ کے اہل الرائے لوگوں سے مشورہ لیا۔ اکثر نے اسے حضرت عمرؓ کی رائے پر چھوڑا۔ آپ نے فرمایا میں اسے تنہا اپنے مصرف میں نہیں لا سکتا۔ اس کے ٹکڑے کر کے باہم تقسیم کر لیجئے اس میں سے ایک ٹکڑا ہزار ہا درہم میں فروخت ہوا۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے اپنا ایک ٹکڑا بیس ہزار

درہم میں فروخت کیا تھا۔ اس کے متعلق حضرت علیؓ نے فرمایا "وما هی اجود تلک القطع" حالانکہ وہ ان ٹکڑوں میں سے کوئی زیادہ اچھا ٹکڑا نہیں تھا (سیرت عمرؓ ص۹۷)

---------- اا ----------

ایک اور واقعہ سے بھی حضرت عمرؓ کی امانت و دیانت پر واضح روشنی پڑتی ہے اس واقعہ کی روایت حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبداللہ سے ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں جلولاء [1] کی جنگ میں شریک تھا۔ وہاں میں نے چالیس ہزار میں مال غنیمت کی بکریاں خرید لیں۔ جب میں واپس آیا تو حضرت عمرؓ نے مجھ کو طلب فرمایا اور پوچھا کہ اگر میں آگ میں ڈال دیا جاؤں اور تم سے کہا جائے کہ اپنے باپ کو فدیہ دے کر چھڑا لو تو کیا تم مجھے اس سزا سے نہ چھڑاؤ گے؟ سعادت مند بیٹے نے جواب دیا "واللہ ما من شیئی یوذیک الا کنت منقذک منہ"

یعنی خدا کی قسم میں آپ کو ہر ایذا دینے والی چیز سے چھڑانے کے لئے اپنے جان و مال کا فدیہ دوں گا۔ یہ جواب سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جلولاء سے جو بکریاں خرید کر لائے ہو وہ تمہیں خاص طور پر رعایت سے دی گئی ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ لوگوں نے دیکھا کہ تم معزز صحابی اور امیرالمومنین کے صاحب زادے ہو اس لئے تم کو سستی دے دی گئی ہیں۔ لیکن چونکہ میری حیثیت ایک امیر مسئول اور ذمہ دار کی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ان بکریوں کو از سرنو نیلام

---

(۱) جلولاء کی جنگ ۱۶ھ میں سعد بن وقاص کی قیادت میں ہوئی ۱۲ ہزار فوج حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حکم سے جلولاء کے محاذ پر بھیجی گئی جس کے سالار لشکر قعقاع بن عمرو تھے' ایرانی فوج مہران کی سرکردگی میں تقریباً ۵۰ ہزار تھی' کئی مقابلے ہوئے مسلمانوں نے نقصان بھی اٹھایا مگر بالآخر کامیاب وہی ہوئے' ایران کے بقیہ سپاہی حلوان کی طرف بھاگ گئے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حسب الحکم قعقاع نے فارسیوں کی سرحد سواد تک ان کا پیچھا کیا اور حلوان پر معمولی جنگ کے بعد قبضہ جمایا۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۷۹)

کراؤں اور تم کو اس سلسلہ میں وہ نفع دیدوں جو قریش کے دوسرے تاجروں نے جلولاء کے مال غنیمت میں اٹھایا ہو۔ اس کے بعد چار لاکھ درہم نیلام سے حاصل ہوا۔ حضرت عمرؓ نے چالیس ہزار درہم[1] حضرت عبداللہ کو اصل لاگت کے واپس کر دیئے اور چالیس ہزار منافع دیا۔ کیونکہ قریشی تاجروں کو دوگنا منافع حاصل ہوا تھا باقی تین لاکھ ۲۰ ہزار کی رقم سعد بن ابی وقاصؓ کے حوالے کی اور حکم دیا کہ اس رقم کو جنگ جلولاء میں شرکت کرنے والے تمام مجاہدین میں تقسیم کر دیں۔ (کتاب الاموال ص ۲۶۰۔ منتخب کنزالعمال جلد ۵ ص ۴۲۴ و سیرت عمر بن الخطاب ص ۱۳۷)

اس واقعہ سے حضرت عمرؓ کی امانت پسندی اور دیانت داری کا ایک اعلیٰ معیار سامنے آتا ہے جو آج کی ماڈرن دنیا کے لئے ایک آئیڈیل اور نمونہ بننے کے لائق ہے۔

---------- ۱۳ ----------

ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعری بیت المال میں جھاڑو دے رہے تھے۔ اتفاقاً ایک درہم پڑا مل گیا۔ حضرت عمر کے ایک چھوٹے سے بچے کا ادھر سے گذر ہوا انہوں نے وہ درہم اس بچے کو دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے بچے کے ہاتھ میں درہم دیکھ کر پوچھا "من این لک ھذا" یہ تم کو کہاں سے ملا؟ بچے نے جواب دیا۔ مجھے ابو موسیٰ نے دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے درہم بچے کے ہاتھ سے لے لیا اور ابو موسیٰ کے پاس بیت المال میں آئے اور غضبناک ہو کر فرمایا "اردت ان لا یبقی احد من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم الا طالبا بمظلمۃ فی ھذا الدرھم" یعنی تم نے چاہا کہ امت محمدیہ ﷺ کا ایک ایک فرد اس درہم کے معاملہ میں مجھ

---

(۱) حضرت عمر کا یہ سلوک اپنے اس محبوب ترین صاحبزادے کے ساتھ تھا جس کے متعلق وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ جس قدر اولاد اور مال میرے پاس ہے سب پر میں انا للہ پڑھنے کے لئے تیار ہوں البتہ صرف عبداللہ بن عمرؓ کے لئے چاہتا ہوں کہ وہ میرے بعد بھی زندہ رہیں۔ سیرت عمر ص ۱۲۸

سے اپنا حق طلب کرے۔ یہ کہہ کر اس درہم کو بیت المال میں ڈال دیا۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۵ ص ۴۲۴ و سیرت عمرلابن الجوزی ص ۹۲)

---------۱۳---------

ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کی بیوی عاتکہ کے لئے ایک قیمتی کپڑے کا ایک ٹکڑا ایک گز بھیجا۔ حضرت عمرؓ کی نظر اس پر پڑی تو پوچھا یہ کپڑا تمہیں کہاں سے ملا؟ جواب دیا میرے لئے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ہدیہ بھیجا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کو لے کر ان کے سر پر اس زور سے مارا کہ ان کا سر دکھنے لگا۔ پھر حکم دیا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو دوڑاتے ہوئے لاؤ۔ چنانچہ وہ اسی حالت میں لائے گئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے سوال کیا۔ تمہیں میری عورت کے پاس ہدیہ بھیجنے کا خیال کیوں پیدا ہوا۔ یہ کہہ کر ان کے کپڑے کو سر پر دے مارا اور فرمایا۔ "خذھا فلاحاجۃ لنا فیھا" یعنی اس کو لے لو ہمیں ایسی چیزوں کی حاجت نہیں۔ (منتخب کنزالعمال جلد چہارم ص ۳۸۴)

خلفاء راشدین کی امانت پسندی کا یہ عالم تھا کہ کسی عامل کا ہدیہ قبول نہیں فرماتے تھے کہ اس کے اثر سے عامل کہیں غلط فائدہ نہ اٹھائے اور آج تو ایسے ہی عمال و حکام مقرر کئے جاتے ہیں جو افسران اعلیٰ کو خوب ہدیہ و تحائف اور نذرانے پیش کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ نذرانے وہ رعایا پر ظلم کر کے ہی حاصل کریں گے۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

---------۱۴---------

حضرت عمرؓ کی بعض اولاد بسلسلہ جہاد مصر کی طرف جانے والی تھی۔ حضرت عمرؓ کا ایک مکتوب حضرت عمرو بن عاص گورنر مصر کے پاس پہنچتا ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں کہ میری بعض اولاد بسلسلہ جہاد مصر کی طرف جانے والی ہے۔ اگر ان میں سے کوئی تمہارے پاس آئے تو ان کے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہ کرنا جو دوسرے مسلمانوں کے ساتھ نہ کر سکو۔ چنانچہ اس خط کے کچھ دنوں کے بعد حضرت عمرؓ کے دو صاحب

زادے حضرت عبداللہ و حضرت عبدالرحمٰن مصر پہنچے کسی نے گورنر مصر کو خبر دی کہ امیر المومنین کے دو صاحبزادے آئے ہوئے ہیں۔ حضرت عمرو بن عاص نے پوچھا کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں؟ اس نے بتایا کہ مصر کے فلاں جانب' تو عمرو بن عاصؓ نے فرمایا مجھے امیر المومنین نے ان لوگوں کے ساتھ ہر طرح کے سلوک سے روک دیا ہے۔ تو اب مجھے یہ قدرت نہیں کہ میں انہیں کوئی ہدیہ یا نذرانہ پیش کر سکوں یا ان کے پاس ملنے کے لئے جاؤں۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۵ ص ۴۲۲ بحوالہ سنن کبریٰ)

---------۱۵----------

حضرت عمرؓ خلافت کے کاموں میں جب زیادہ مشغول و منہمک رہنے لگے تو امور خانہ داری اور اہل و عیال کی خبر گیری کے لئے خود وقت نہ دے سکے اس وقت اپنی طرف سے عام خانگی ضروریات پوری کرنے کے لیے ایک مختار کل مقرر فرمایا ان کا نام مالک ابن عیاض تھا۔ (الاصابہ لابن حجر جلد ثالث ص ۳۴۶۱' الامامتہ و السیاستہ لابن قتیبہ و سیرت عمر لابن الجوزی ص ۴۸)

یہ تقرر محض اس لئے تھا تا کہ حضرت عمرؓ امور خلافت کے لیے اپنا پورا وقت دے سکیں۔ یہ بھی ان کی دیانتداری کا ایک بلند نمونہ ہے۔

اعلام: ان تمام واقعات کو پڑھ کر اس بات کا صدق دل سے ہر شخص اعتراف کرے گا کہ بلاشبہ خلافت و امارت کے لئے ذات فاروق ایک عطیہ اور ایک نعمت عظمیٰ تھی۔ (سیرت عمر لابن الجوزی)

اسی بناء پر تو علماء تاریخ نے یہ فیصلہ کیا کہ حضرت ابو بکرؓ کی نیکیوں میں اس نیکی کا بھی اضافہ کرنا لازمی ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ جیسی جامع المحاسن ہستی کو امت پر خلافت کے لئے نامزد فرمایا قالوا انما عمر حسنۃ من حسنات ابی بکر (الاعتصام للشاطبی جلد ۳ ص ۱۱۳)

حضرت ابو بکرؓ کی نظر میں خلافت فاروق کی جو وقعت تھی وہ اس تاریخی واقعہ

سے ظاہر ہوتی ہے کہ جب کچھ لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ آپ نے ایک سخت گیر آدمی کو خلیفہ بنایا ہے' خدا کو کیا جواب دیں گے؟ فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے کہوں گا "استخلفت خلقک خیر خلقک" یعنی تیری مخلوق میں جو سب سے بہتر تھا اسی کو ان پر خلیفہ بنایا ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اندازہ صحیح ثابت ہوا۔ بلا شبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلافت کے لئے سراپا رحمت و برکت ثابت ہوئے۔

بیت المال میں سب کے حقوق یکساں ہیں

مسلمانوں کے بیت المال میں سب کے حقوق یکساں تھے۔ خود آنحضرت ﷺ کا اس میں کس قدر حق تھا وہ حسب ذیل روایت سے ظاہر ہے۔

---------۱---------

ایک دفعہ صدقے کے کچھ اونٹ آپ کے سامنے سے گذرے۔ فرمایا کہ اس اونٹ کے پہلو میں یہ تھوڑا سا بال ہے لیکن میں کسی مسلمان کے مقابلے میں اتنے کا بھی زیادہ حقدار نہیں ہوں۔ (مسند احمد جلد اول ص ۸۸)

---------۲---------

اسی طرح حضرت عمرؓ نے تین بار قسم کھا کر فرمایا کہ کوئی شخص اس مال کا کسی سے زیادہ حقدار نہیں ہے اور خدا کی قسم میں خود کسی سے زیادہ حقدار نہیں ہوں۔ مسلمانوں کا ایک ایک فرد اس مال میں یکساں مستحق ہے۔ (مسند احمد جلد اول ص ۴۲)

علامہ ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں کہ "وانزل نفسه من مال الله بمنزلة رجل من الناس" یعنی حضرت عمرؓ نے بیت المال میں اپنا حصہ عام مسلمانوں کے برابر رکھا۔ (استیعاب جلد ثانی ص ۴۱۵)

---------۳---------

اسی طرح حضرت عمرؓ کے پاس بحرین سے مشک و عنبر آیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کوئی اچھی طرح وزن کرنے والی عورت ملتی تو میں اس سے وزن کرا کے مسلمانوں میں برابر حصہ لگا کر تقسیم کر دیتا۔ حضرت عمرؓ کی بیوی عاتکہ بولیں کہ میں اچھی طرح وزن کر دوں گی۔ فرمایا تمہیں اجازت نہیں۔ انہوں نے پوچھا آخر کیوں؟ جواب دیا کہ تم وزن کرو گی تو تمہاری انگلیوں میں اس کی خوشبو لگے گی اور تم اسے اپنی کنپٹی اور گردن پر ملو گی تو اس طرح عام مسلمانوں کے مقابلہ میں تمہیں خوشبو کا زیادہ حصہ مل جائے گا۔ یہ مجھے اپنے اور اپنے متعلقین کے لئے گوارا نہیں۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۴

ص ۳۱۴ سیرت عمرؓ ص ۱۳۸ احیاء العلوم جلد ۲ ص ۹۷)

---------۴---------

اسی طرح حضرت عمرؓ کے پاس کسی جگہ سے فتوحات یا خراج کے سلسلہ میں کچھ عود آیا یہ اتنا کم تھا کہ سب لوگوں میں اس کی تقسیم دشوار ہو رہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے نہ تو خود لیا نہ اپنے کسی عزیز و قریب کو دیا بلکہ اس کا یہ حل نکالا کہ اسے کعبہ مطہرہ میں بھیج دیا کہ خوشبو سے بسایا جائے تا کہ سب حضرات خوشبو سے برابر مستفید ہوں۔ (شفاء الغرام باخبار البلد الحرام جلد ۲ ۳۶۴)

---------۵---------

امام غزالیؒ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بیت المال سے کسی خوشبو کی چیز کو اپنی بیوی کے حوالہ کیا کہ نعیمہ عطارہ کو بلا کر اپنے سامنے وزن کرا کے بیچ دیں۔ وزن کراتے وقت ان کی انگلی میں اس کی خوشبو لگ گئی۔ اس کو انہوں نے اپنی اوڑھنی میں رگڑ لیا۔ حضرت عمرؓ اتفاقاً داخل ہوئے۔ پوچھا یہ خوشبو کیسی ہے؟ انہوں نے بتایا تو فرمایا کیا مسلمانوں کی خوشبو تم تنہا استعمال کر سکتی ہو یہ کہہ کر سر سے اوڑھنی کو جھٹک لیا اور مٹکے سے پانی نکال کر مسل مسل کر اس کو مٹی سے دھو دیا اور دھو دھو کر سونگھتے رہے۔ جب خوشبو نکل گئی تو اوڑھنی کو چھوڑا۔ (احیاء العلوم جلد ۲ ص ۹۷ و سیرت عمرؓ ص ۱۳۸)

دنیا میں اسلامی یا قومی بیت المال کے ایسے امین اب چشم فلک کو پھر کہاں دیکھنے نصیب ہوں گے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت عمرؓ کی امانت داری' دیانت پسندی اور مسلمانوں کی حق شناسی کے متعلق صحابہ کرام نے شہادت دی ہے "انک تعدل فی الرعیۃ وتقسم بینھم بالسویہ وتشفق علیھم شفقۃ الرجل علی اھلہ" یعنی آپ رعایا کے

معاملات میں عدل و انصاف کا برتاؤ کرتے ہیں اور ان میں سب چیزوں کو برابر تقسیم کرتے ہیں اور ان پر اس طرح شفقت کرتے ہیں جس طرح آدمی اپنے بال بچوں پر شفقت کرتا ہے۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۴ ص ۳۸۹)

---------- ۶ ----------

حضرت عمرؓ ایک مرتبہ سفر کر رہے تھے روحا کے قریب ایک پہاڑی پر آپ نے چرواہے کی آواز سنی تو راستہ سے مڑکر اس کے پاس پہنچے اور کہا جہاں سے مڑکر آیا ہوں ادھر زیادہ سبزہ ہے وہاں لے جا کر چراؤ اور فرمایا "کل راع مسئول عن رعیتہ" ہر راعی پر اس کی رعیت کے بارے میں محاسبہ کیا جائے گا۔
اس واقعہ سے فاروق اعظم کی شفقت اور رعایا پروری کی ادنیٰ جزئیات پر نظر اور ذمہ داری کا عظیم احساس ظاہر ہے۔ (اشہر مشاہیر الاسلام جلد ۱ ص ۴۲۴)

---------- ۷ ----------

حضرت عثمانؓ نے صاف طور پر فرمایا "لا استحل اموال المسلمین لنفسی ولا لاحد من الناس ولقد کنت اعطی العطیۃ الکبیرۃ من صلب مالی" یعنی مسلمانوں کے بیت المال سے کسی مال کو نہ تو اپنے لئے حلال سمجھتا ہوں نہ کسی عزیز و اقارب کے لئے جس کسی کو بھی میں نے کوئی بڑا عطیہ دیا ہے وہ اپنی ذاتی رقم ہی سے دیا ہے۔ (تاریخ طبری ص ۱۹۵۳)

---------- ۸ ----------

حضرت علیؓ جب بیت المال کے مالک اور امیر مطلق تھے اس وقت کا حال یہ تھا کہ ایک بار برسر منبر مجمع عام میں فرمانے لگے "من یشتری منی سیفی ھذا فلو کان عندی ثمن ازار مابعتہ" یعنی یہ تلوار مجھ سے کون خریدے گا اگر میرے پاس ایک تہبند خریدنے کی بھی قیمت ہوتی تو میں اسے فروخت نہیں کرتا۔ ایک شخص نے کہا آپ تلوار فروخت نہ کریں ہم آپ کو قرض دے دیں گے اس سے آپ تہبند خرید لیں۔ امام عبدالرزاق فرماتے ہیں "کانت بیدہ الدنیا الا ما

کان من الشام" یعنی یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ ملک شام کے علاوہ (جس پر حضرت معاویہ قابض تھے) باقی ایک بڑی دنیا ان کے ہاتھ میں تھی مگر قصر خلافت میں بیٹھ کر بیت المال سے ایسی ضرورتوں کو نہیں نکالا کرتے تھے۔

(احیاء العلوم جلد ۲ ص ۱۲۲' استیعاب جلد ۲ ص ۴۶۵)

آج گورنروں کمشنروں کے یہاں اسباب و سازو سامان کی ریل پیل رہتی ہے ان کے عہدوں پر آ جانے کے بعد کوٹھی' بنگلہ' کار' خدم و حشم سبھی لوازمات ان کو حاصل ہو جاتے ہیں۔ یہ زر اندوزی و رشوت خوری آج کل عہدوں کے لوازمات بن گئے ہیں۔

انتباہ: کوٹھی' بنگلے' معقول مشاہرہ اور شان و شوکت سے رہن سہن آج کسی اسٹیٹ کے صدر یا وزیر کے لئے امانت و دیانت' عدل و انصاف کے ساتھ ہرگز معیوب نہیں ہے۔ معیوب جو کچھ ہے وہ ہے رشوت خوری' بد دیانتی اور ناجائز ذرائع سے کوٹھی بنگلوں اور مال و دولت کا استحصال!

آپ نے عہد خلافت میں جس طرح بیت المال کی چیزوں کی حفاظت فرمائی اس کا اندازہ حضرت ام کلثوم کے اس بیان سے کیجئے۔ وہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ بیت المال میں نارنگیاں آئیں' حضرت حسن و حسین بھی موجود تھے۔ ایک نارنگی انہوں نے لے لی۔ حضرت علیؓ نے دیکھا تو ان سے چھین لی اور مسلمانوں میں تقسیم کر دی۔

(ازالۃ الخفاء بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ)

----------۱۰----------

ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دربار خلافت میں ان کے پاس کسی ضرورت سے آیا دیکھا کہ آپ ایک چھوٹے سے مکان میں فروکش ہیں اور ایک پرانی چادر اوڑھے ہوئے ہیں۔ جاڑے کا موسم تھا' راوی کا بیان ہے "وھو یرعد فیھا" یعنی جاڑے کی شدت سے کانپ رہے تھے۔ اس نے کہا آپ بیت المال سے بقدر

ضرورت کیوں نہیں لے لیتے اس قدر سختی کیوں برداشت کرتے ہیں فرمایا یہ سادی اور پرانی چادر گھر سے لایا ہوں۔ مجھے اپنی ضرورت کے لئے بیت المال میں اس کے بقدر بھی نقصان پہنچانا گوارا نہیں ہے۔ اس واقعہ سے ان کی دیانت داری اور امانت پسندی کا حال صاف ظاہر ہے۔ (کتاب الاموال ص ۲۷۰)

---------- ۱۱ ----------

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ایک روز بیت المال میں بہت سا شہد آیا جو مشکوں میں بھرا ہوا تھا۔ اتفاق سے اسی وقت آپ کے صاحبزادے حضرت حسن کے یہاں چند مہمان آئے اور روٹی کے ساتھ کھانے کے لئے شہد کی ضرورت پڑی۔ حضرت حسن نے امیرالمومنین کے غلام قنبر سے کہا کہ ایک مشک کھول کر تھوڑا سا شہد لاؤ۔ جب شہد تقسیم ہونے لگے تو میرے حصہ سے اتنا وضع کر لینا۔ قنبر نے اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا اور تھوڑا سا شہد وزن کر کے دے دیا۔ تھوڑی دیر میں امیرالمومنین حضرت علیؓ نے شہد تقسیم کرنے کے لئے مشکیں منگوائیں۔ ایک مشک میں کچھ شہد کم معلوم ہوا۔ آپ نے قنبر سے وجہ دریافت کی۔ اس نے کہا صاحبزادے حسنؓ کے یہاں مہمان آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے تھوڑا سا شہد اس شرط پر منگوا لیا تھا کہ جب تقسیم ہونے لگے تو ان کے حصہ سے اتنا شہد لے لیا جائے۔ یہ سن کر امیرالمومنین نہایت خفا ہوئے۔ آپ نے حکم دیا کہ حسنؓ فوراً حاضر کئے جائیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے۔ حضرت امیرالمومنین نے اظہار خفگی کرتے ہوئے پوچھا تمہیں بیت المال کی چیز لینے کی جرات کیسے ہوئی؟ حضرت حسن نے عرض کیا کہ جرات تو نہ ہوتی مگر صرف اس خیال سے کہ شہد میں میرا بھی حصہ ہے تھوڑا سا اس شرط پر منگوا لیا تھا کہ تقسیم کے وقت اتنا واپس کر دوں گا۔ امیرالمومنین نے فرمایا کہ ہاں یہ صحیح ہے کہ شہد میں تمہارا بھی حق ہے۔ مگر تقسیم ہونے سے قبل تمہیں اپنا حصہ لینے کا کیا حق تھا۔ اس سوال پر حضرت حسنؓ خاموش ہو گئے۔ امیر

المومنین نے فوراً شہد لانے کا حکم دیا اور حضرت حسنؓ نے فوراً شہد لاکر بیت المال میں داخل کر دیا اور مہمانوں کو شہد کھانا نصیب نہ ہوا۔

---------۱۲---------

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اصفہان سے کچھ مال غنیمت آیا۔ مستحقین میں اس کے حصے تقسیم کیے گئے تو اس میں ایک عمدہ روغنی روٹی بھی نکلی تو اس کے بھی ٹکڑے کیے اور برابر برابر سب کے حصوں پر رکھ دیا تھا نہ خود لیا نہ اپنے اقربا کو دیا نہ کسی کے حصہ میں کم و بیش - (استیعاب جلد دوم ص ۴۶۵)

---------۱۳---------

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں موتیوں کا ایک ہار آیا اور بیت المال میں داخل کر لیا گیا۔ اس کی خبر آپ کی صاحبزادی کو ہوئی۔ صاحبزادی نے عید کے ایک روز قبل بیت المال کے افسر کے پاس کہلا بھیجا' کل عید ہے تمام عورتیں اچھے لباس اور زیور سے آراستہ ہوں گی۔ میرے پاس کوئی زیور نہیں ہے۔ بیت المال میں جو موتیوں کا ہار آیا ہے تم اسے مجھے دو تا کہ میں عید کے موقع پر اسے پہن لوں۔ اس کے بعد نہایت احتیاط سے واپس کر دوں گی بیت المال کے افسر نے جواب دیا کہ میں صرف تین دن کے لئے یہ ہار دے سکتا ہوں۔ صاحبزادی راضی ہو گئیں اور تین دن کے وعدہ پر افسر نے بھیج دیا۔ عید کے دن اس ہار کو پہنا۔ اتفاقاً اس پر حضرت علیؓ کی نظر پڑ گئی۔ آپ نے اسے فوراً پہچان لیا اور دریافت کیا کہ ہار تمہیں کہاں سے ملا ہے؟ صاحبزادی نے عرض کیا کہ یہ ہار بیت المال کا ہے۔ بیت المال کے افسر سے تین دن کے لئے لیا ہے کل واپس کر دوں گی۔ یہ سنتے ہی امیر المومنین نے بیت المال کے افسر کو طلب کیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تم مسلمانوں کی امانت میں خیانت کرتے ہو؟ افسر نے کہا خدا کی پناہ' میں اور مسلمانوں کی امانت میں خیانت کروں' یہ کیونکر ممکن ہے؟ میں نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔

امیر المومنین نے کہا تم نے بغیر میری اجازت کے موتیوں کا ہار میری بیٹی کو کیوں

دیا؟ افسر نے کہا کہ چونکہ صاحبزادی نے طلب فرمایا تھا، اور وہ بھی صرف تین دن کے لئے، اس لئے دے دیا ورنہ ہرگز نہ دیتا۔ امیرالمومنین نے فرمایا تم نے غلطی کی تمہیں مسلمانوں کی رضامندی کے بغیر ایسا کرنا کسی طرح جائز نہ تھا۔ فوراً ہار لے کر بیت المال میں داخل کرو۔ میں اپنی لڑکی سے سخت ناراض ہوں اگر اس نے تین دن کے وعدے پر نہ لیا ہوتا تو میں چوری کے جرم میں ماخوذ کر کے اس کو سخت سزا دیتا۔ بیت المال کے افسر نے اسی وقت صاحبزادی سے ہار طلب کیا۔ صاحبزادی امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ عاریت کے طور پر دن بھر کی اجازت چاہی۔ امیرالمومنین نے فرمایا بیٹی کیا تم اپنے نفس کی خاطر انصاف کا خون کرنا چاہتی ہو۔ کیا تمام مسلمانوں کی لڑکیاں آج زیور سے آراستہ ہوں گی؟ صاحبزادی خاموش ہو گئیں اور ہار بیت المال کے افسر کو واپس کر دیا۔ عید کے دن بھی بطور عاریت ان کے پاس نہ رہنے دیا۔

---------- ۱۴ ----------

حضرت علیؓ بیت المال کا مال سب لوگوں میں برابر تقسیم کر رہے تھے۔ ایک شخص نے کچھ زیادہ طلب کیا تو آپ نے فرمایا "انما المال مال الله وانما اعطاء المال فی غیر حقه تبذیر واسراف" یعنی یہ مال اللہ کا مال ہے۔ کسی کو بلا حق کے زیادہ دے دینا اسراف و تبذیر ہے۔ جس کی شریعت میں اجازت نہیں۔

(نہج البلاغہ جلد ۲ ص ۱۰)

<u>خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ اور بیت المال کا حسن انتظام</u>: اسی طرح خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی دیانتداری کی بابت صاحب طبقات نے لکھا ہے کہ رات میں حکومت کا کام کرتے تو حکومت کی شمع استعمال کرتے اور اگر اس وقت کسی ذاتی ضرورت کے لئے لکھنا ہوتا تو اپنا ذاتی شمعدان جلا کر اس کی روشنی میں لکھتے۔ بیت المال کے چراغ سے کبھی ایک حرف بھی اپنے ذاتی کام کے لئے نہیں لکھا (البدایہ

والنہایہ جلد ۹ ص ۲۰۲ و طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۹۵ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۴۴' تہذیب الاسماء جلد ۲ ص ۲۲)

----------۱۵----------

شاہی خزانہ میں معائنہ کے وقت مشک کا ڈبہ کھولا گیا۔ آپ نے معائنہ تو فرمالیا۔ لیکن ناک فوراً بند کر لیا۔ کسی نے کہا حضرت یہ کیا ہے؟ فرمایا معائنہ آنکھوں سے ہوتا ہے۔ لیکن میں نے ناک اسلئے بند کر لیا ہے کہ مجھے عام مسلمانوں سے زیادہ خوشبو سونگھنے کا حق ہی کیا ہے۔ لوگوں نے کہا حضرت یہ تصرف کہاں ہوا؟ اس کی خوشبو ناک میں خود بخود آ جاتی ہے۔ فرمایا مشک میں بجز خوشبو کے اور ہوتا ہی کیا ہے۔[1]

دنیا جانتی ہے کہ مشک کے خواص و منافع اور اس کے استعمال کے اثرات و فوائد ہی مشک کو ایک بڑی قیمت کی چیز بناتی ہے۔ لیکن اس کا استعمال تو کجا معائنہ کے وقت اس کی خوشبو ناک میں آ جانا بیت المال میں تصرف نظر آیا اور انہوں نے اس سے بچنے کے لئے اپنی ناک بند کر لی۔ ان کی امانت و دیانت ہر توصیف سے بے نیاز ہے۔

----------۱۶----------

ایک دفعہ آپ کے سامنے عنبر معائنہ کے لئے لایا گیا۔ اسے ہاتھ سے چھو کر ٹٹولا' پھر اس کو فروخت کرنے کا حکم دیا گیا' پھر اپنے ہاتھ کو ناک پر رکھا تو خوشبو آ رہی تھی۔ فوراً پانی منگوا کر اچھی طرح ہاتھ کو اتنا دھویا کہ خوشبو نکل گئی۔

(سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۴۴)

---

(۱) مسعودی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ عمدہ ترین مشک تبت کا ہوتا ہے۔ وہاں کے ہرن سنبل الطیب چرتے ہیں اور چین کا مشک اچھا نہیں ہوتا۔ وہاں کا ہرن گھاس پھوس چرتا ہے۔ پھر ان میں سے بہترین مشک وہ ہوتا ہے جو بالغ ہرن کے نافہ سے نکالا جائے (مروج الذہب جلد اول ص ۱۵۸ البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۲۰۹' طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۷۱)

---------- ۱۷ ----------

امیرالمومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور خلافت میں ایک مرتبہ بیت المال میں بہت سے سیب آئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فوراً مسلمانوں میں تقسیم کرنے بیٹھ گئے۔ آپ کا چھوٹا بچہ پاس ہی کھڑا تھا۔ اٹھا کر کھانے لگا۔ آپ نے دیکھا تو اس کے منہ سے چھین لیا اور ڈانٹ کر ہٹا دیا۔ وہ روتا ہوا ماں کے پاس پہنچا' بیٹے نے اپنی خواہش اور باپ کی سختی بیان کی۔ یہ ماں فاطمہ جو خلیفہ کی پوتی' خلیفہ کی بیٹی' خلیفہ کی بہن' خلیفہ وقت کی بیوی تھیں سخت بے چین ہو گئیں' بے چینی کسی اور بات کے لئے نہیں صرف اس لئے تھی کہ سیب خریدنے کے لئے گرہ میں دام نہیں تھے۔ بیٹے کے آنسو پونچھے۔ کسی نہ کسی طرح اسے دلاسا دے کر چپ کیا۔ بھاگی دوڑی پھریں' کہیں سے کچھ درہم لے کر بازار سے سیب منگوایا۔ اپنے ہاتھوں سے بیٹے کو کھلایا۔ اتنے میں امیرالمومنین تشریف لے آئے۔ سیب کی خوشبو محسوس کی تو پوچھا' فاطمہ؟ کوئی سیب بیت المال کا تو یہاں نہیں آ گیا؟

بیوی نے سارا واقعہ سنایا' ایک ایک لفظ میں ممتا کا دکھ بھرا تھا۔ یہ سن کر آپ نے بیوی سے کہا' خدا کی قسم سیب میں نے بچہ کے منہ سے نہیں بلکہ اپنے دل سے چھینا تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ تم اور ہم مسلمانوں کے آگے شرمندہ نہیں ہیں۔

---------- ۱۸ ----------

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس بہترین پھل تازہ کھجوروں کی تھیلیاں بطور تحفہ امیر اردن کی طرف سے آئیں۔ پوچھا یہ تحفہ کس ذریعہ سے یہاں تک پہنچا۔ بتایا گیا کہ سرکاری ڈاک کے گھوڑے یہاں آ رہے تھے بس اسی پر آ گئے فرمایا سرکاری ڈاک کے گھوڑے تو بیت المال کے ہیں ان سے سب لوگوں کا تعلق ہے۔ لہٰذا ان پھلوں کو بیچ کر ان کی قیمت بیت المال میں داخل کرو اور اس رقم سے ڈاک کے گھوڑوں کو دانہ چارہ دو۔ اس واقعہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی غایت درجہ کی دیانت داری اور امانت پسندی کا معاملہ اظہر من الشمس ہے۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز)

رحمۃ اللہ علیہ ص ۵۴)

افادہ: جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کا یہ سبق دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ ایک روز صحابہ کرام نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھوڑے کا چہرہ خود ہی اپنی چادر مبارک سے صاف کر رہے تھے۔ آپ کے صحابہ نے سوال کیا تو فرمایا کہ مجھے گھوڑوں کی اچھی تربیت کے بارے میں خاص طور سے ہدایت دی گئی ہے۔ (موطا امام مالک معہ مسویٰ جلد ۲ ص ۱۵)

خلفائے راشدین کی سادہ زندگی: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کی زندگی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات مبارکہ کا پرتو تھی۔ ان کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ مبارک موجود تھا۔ ایک دفعہ کھری چارپائی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما تھے اور تن مبارک پر رسیوں کے نشانات نمایاں تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ نقشہ دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور کہنے لگے قیصر و کسریٰ آرام کی زندگی گزاریں اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح عسرت و تنگی سے گذر کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہماری مثال اس مسافر کی سی ہے جو کسی سایہ دار درخت کے نیچے ذرا دم لینے کے لئے ٹھہر جائے تو جس طرح وہ شخص اس جگہ کو اپنی منزل نہیں سمجھتا اسی طرح ہمیں اس دنیا کو اپنی منزل نہ سمجھنا چاہئے۔ اور نہ یہاں کے آرام و راحت و اسباب تعیش کی فکر کرنی چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غذا معمولی ہوتی تھی۔ جو اور گیہوں کی بن چھنی روٹیاں اور سرکہ بے تکلف استعمال کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے دو دن نہیں گزرے جس میں دونوں دن پیٹ بھر کر کھانا ملا ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمارے سامنے ایک موٹا تہبند نکالا اور اسی قسم کی ایک موٹی چادر نکالی اور فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لباس بھی بہت ہی سادہ تھا۔ ایمن کہتے ہیں کہ میں نے جو کرتہ آپ کے استعمال میں دیکھا تھا وہ کل پانچ

درہم تھا۔ پھر فرمایا لیکن آج میری لونڈی بھی گھر میں اس قسم کا کرتہ پہننے سے انکار کرتی ہے حالانکہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں میرے پاس پانچ درہم کا ایک کرتہ تھا۔ جو عورت مدینہ میں دلہن بنائی جاتی تو میرا یہی کرتہ منگنی میں جایا کرتا تھا۔ (صحیح بخاری)

---------- ۱ ----------

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تخت نشینی مسجد کی چٹائی پر' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایک پھٹے پرانے کمبل پر اور خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ایک معمولی بوریئے پر ہوئی' یہی وہ سارے نمونے تھے جن کی پابندی کے لئے گاندھی جی نے وزرائے سلطنت کو نصیحت فرمائی تھی۔

غیروں کا ذکر کیا؟ رونا تو ان بے شمار مسلمان بادشاہوں کا ہے جنہوں نے اپنے اسراف و تبذیر سے خلافت راشدہ کے روشن چہرے پر اپنی عیش کوشی اور خدا فراموشی کے ناپاک ہاتھوں سے سیاہی مل دی۔ آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ اور خلفائے راشدین کی سیرت سے مسلمان بادشاہوں کو سبق لینا چاہئے۔ عرب' ایران' پاکستان اور اس قسم کے تمام سلاطین کو سوچنا چاہئے کہ ان کے یہاں سادگی و پرکاری اور اعتدال پسندی کا کیا حال ہے؟ خلفائے راشدین کی سادہ زندگی کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

---------- ۲ ----------

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ نے کسی میٹھی چیز کے کھانے کی خواہش ظاہر کی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' میرے پاس کسی میٹھی چیز کے پکانے کی رقم نہیں ہے۔ مجبوری ہے۔ اس جواب کے بعد زوجہ محترمہ روزمرہ خرچ میں سے تھوڑا تھوڑا روزانہ بچایا اور اس سے گھی اور شکر کے لئے تھوڑی سی رقم بنائی۔ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے وہ رقم پیش ہوئی تو فرمایا یہ پیسہ کہاں سے آیا۔ انہوں نے اپنی روزمرہ کفایت شعاری ایک چٹکی روزانہ کی بچت کا ذکر فرمادیا۔ آپ نے وہ

رقم ان سے لے لی اور بیت المال کے خزانچی کے پاس لے جا کر کہا "ھذا الفضل عن قوتنا" اتنی رقم ہمارے خرچ سے زائد ہے اسے بیت المال میں داخل کرو اور آئندہ ایک چٹکی کی مقدار ہمارے وظیفہ سے کم کر دو۔ (اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۹۴)

مسعودی نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کھانے میں جس قدر خشونت تھی اور جس قدر موٹا جھوٹا کھاتے تھے اسی طرح لباس بھی بے حد معمولی اور موٹے جھوٹے کپڑے کا ہوتا۔ حالانکہ ذاتی آمدنی بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس کم نہ تھی۔ لیکن تواضع اور سادگی پسند تھے۔ آپ نے عہد خلافت میں بھی ایسے ہی موٹے اور معمولی لباس میں زندگی گزاری۔ عرب کے امراء اور یمن کے بادشاہ آپ سے ملنے آتے تو بہترین حلے، منقش سنہری بوٹیوں کی چادریں اور زرنگار تاج پہن کر آتے۔ یہ لوگ آپ کی سادگی اور معمولی لباس کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتے اور متاثر اس قدر ہوتے کہ وہی سادگی خود اختیار کر لیتے حمیر کا بادشاہ ذوالکلاع بڑے شاہانہ ٹھاٹ باٹ سے پر تکلف لباس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ شاہی امراء کے علاوہ ایک ہزار غلام خدمت کے لئے اس کے ساتھ تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سادہ زندگی کو دیکھ کر عش عش کرنے لگا تمام شاہی لباس اتار کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے رنگ میں رنگ گیا۔ (مروج الذہب للمسعودی جلد ۲ ص ۳۵۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی ایسا ہی حال تھا۔ ایک صاحب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دسترخوان بچھنے کے وقت عموماً رہا کرتے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کھانے میں شریک نہ ہوتے۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے سوال کیا کہ تم کبھی ہمارے کھانے میں شریک نہیں ہوئے اس کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا "ان طعامک خشن غلیظ" آپ کا کھانا بہت موٹا چھوٹا ہے جبکہ میں نرم ملائم غذا کا عادی ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں چاہوں تو روزانہ آرام و راحت کا کھانا، لذیذ و پر تکلف غذا کھا سکتا ہوں۔ میرے لئے یہ کچھ مشکل نہیں ہے کہ بکری کا گوشت پکے اور باریک میدہ

کی پتلی روٹیاں بنیں اور منقی اور گھی کا مزیدار مشروب تیار ہو۔ یہ سن کر حفص رضی اللہ عنہ نے کہا آپ لذیذ اور نفیس کھانوں سے پوری طرح واقف ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک خوب جانتا ہوں لیکن میں عیش کی زندگی گذارنا نہیں چاہتا۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۴ ص ۴۰۲، طبقات کبریٰ للشعرانی جلد اول ص ۱۶ و سیرت عمر لابن الجوزی ص ۱۱۹)

---------۳---------

اسی طرح ایک اور شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے معمولی اور موٹے کھانے کی شکایت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیت المال کا اگرچہ میں مالک ہوں مگر اس کی ملکیت میری اپنی ذات کے لئے نہیں ہے۔ میری مثال ان چند مسافر ساتھیوں کی ہے جنہوں نے اپنے اپنے زادراہ کو ایک معتبر ساتھی کے سپرد کیا ہے۔ ان سب کے حسب ضرورت خرچ کرے تو کیا یہ جائز ہو گا کہ ان کے خرچ میں سے کچھ اپنے لئے بچا کر مخصوص کر لے۔ اس نے کہا نہیں اے امیر المومنین۔ قال کذالک مثلی و مثلھم فرمایا بس میری اور امت مسلمہ کی مثال یہی ہے۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۴ ص ۴۰۲ و سیرت عمر ص ۸۹ السیاستہ الشرعیہ لابن تیمیہ ص ۱۴)

---------۴---------

سفر شام سے واپسی میں ایک مقام پر ایک دہقان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعوت کر دی اور خواہش کی کہ میرے گھر تشریف لا کر کھانا کھائیں۔ پوچھا تیرے گھر میں تصاویر ہوں گی؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا، تم جاؤ کھانا یہیں بھیج دینا لیکن دیکھنا ایک کھانا بھیجنا، طرح طرح کی چیزیں ہرگز نہ بھیجنا۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۴ ص ۴۰۵)

---------۵---------

جب سفر شام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تو اس وقت بھی آپ کے جسم پر بارہ پیوند والے کپڑے تھے اس سفر کے لئے بھی آپ نے کوئی تکلف نہیں کیا حالانکہ یہ انتہائی اہم سفر تھا۔ اور ایک ایسے حکمران کا سفر تھا جس کی سطوت و عظمت کی دھاک دور دور تک بیٹھی ہوئی تھی۔ لیکن اسلام کے سچے خادم اور اللہ کے پاک

باز بندے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس میں بھی وہی لباس زیب تن کیا جس پر بارہ پیوند تھے۔ پھر لوگوں کے بہت اصرار کے بعد آپ نے سفید ریشمی کپڑے پہنے اور ایک رومی گھوڑے پر سوار ہوئے لیکن پھر فوراً اتر پڑے اور فرمانے لگے کہ اس کے استعمال سے مجھے تکبر اور تفاخر کی بو آتی ہے۔ خدا میری لغزش کو معاف فرمائے لاؤ میرے وہی پیوند والے کپڑے لاؤ۔ چنانچہ وہی پہن کر بطریق (پادری) کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے اہل قلعہ کو پکارا کہ امیرالمومنین آ گئے فمد البطرک عنقه و نظر الیه فزعق زعقة و قال هذا هوالذی صفته و نعته فی کتبنا

یعنی آپ کو دیکھ کر بڑے پادری نے ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگا کہ ہماری کتابوں میں فاتح بیت المقدس کا جو حلیہ تھا وہی حلیہ اس خلیفہ کا ہے۔ اب بیت المقدس کا دروازہ کھول دو۔ (ثمرات الاوراق علی حاشیہ المستطرف جلد ۲ ص ۱۸)

---------۲---------

قیصر و کسریٰ کے ممالک مفتوح ہو جانے اور مشرق و مغرب اور عرب و عجم کے مطیع ہو جانے کے بعد بھی آپ پیوند والا لباس پہنے تھے۔ اس موقع پر صحابہ کرام نے اکابر صحابہ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، وغیرہ سے عرض کیا کہ آپ لوگ اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے گفتگو کریں۔ ان حضرات نے فرمایا کہ ہماری مجال نہیں، ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ گفتگو کر سکتے ہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری بھی ہمت نہیں۔ البتہ ازواج مطہرات میں سے صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و حفصہ رضی اللہ عنہا گفتگو کر سکتی ہیں۔ جب یہ امہات ہمت کر کے پہنچیں اور فتوحات اسلام اور بیت المال کی ترقی کی تعریف کر کے کہنے لگیں "وفود العرب والعجم یردون علیک و علیک هذه الجبة رقعتها اثنتی عشرة رقعة" یعنی عرب و عجم کے وفود آتے رہتے ہیں اور آپ اسی جبہ کو پہن کر ان سے ملتے رہتے ہیں جس میں بارہ بارہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔ پس آپ ملائم اور

خوبصورت کپڑا پہنیں اور اچھی طرح کھائیں پئیں اور آنے والوں کو کھلائیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ سن کر رونے لگے اور فرمایا آپ ام المومنین ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے اور کپڑوں کی سادگی کا حال آپ کو بخوبی معلوم ہے پھر بھی آپ عمر کو دنیا کے لذائذ کی رغبت دلاتی ہیں۔ یہ کہتے ہوئے آپ کے چہرے پر رنج و تاسف کے ایسے پرسوز آثار نمایاں ہوئے کہ امہات المومنین خود بھی رونے لگیں۔ (احیاء العلوم جلد ۴ ص ۲۲۶ منتخب کنزالعمال جلد ۴ ص ۴۱' سیرت عمر ص ۱۲۳' اشہر مشاہیر الاسلام جلد ۱ ص ۲۲۷)

---------- ۷ ----------

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بس قوت لایموت یعنی قریش کے ایک عام آدمی کے برابر کا روزانہ کا غلہ اور حج وغیرہ کا خرچ اور سردی گرمی کے لئے دو حلے (دو جوڑے) ہمارے لئے کافی ہیں۔ (طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۹۸ تاریخ الخلفاء ص ۱۸ سیرت عمر ص ۸۱ واحیاء العلوم جلد ۳ ص ۲۳۴)

---------- ۸ ----------

سادگی کی تعلیم: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کفایت شعاری اور سادہ زندگی گذارنے کی تعلیم و تلقین بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک شخص کو دیکھا کہ ایک عمدہ قمیص پہنے ہوئے ہے۔ پوچھا "بکم اخذت قمیصک" (یہ کرتا کتنے میں خریدا) اس نے جواب دیا کہ بارہ درہم میں خریدا ہے۔ فرمایا اگر کوئی چھ درہم والا کپڑا خرید لیتے تو کیا حرج ہوتا اور باقی چھ درہم تمہارے دوسرے کام آجاتے۔ (منتخب کنزالعمال جلد اول ص ۴۲۶)

---------- ۹ ----------

اسی طرح کھانے پینے میں بھی کفایت شعاری کا حکم دیتے۔ علامہ شعرانی کہتے ہیں کل من رای یشتری لحما یومین متتابعین یضربہ" یعنی جس کو مسلسل دو دن گوشت خریدتے دیکھتے اسے درے سے مارتے اور فرماتے "ھلا

طویت بطنک لجارک وابن عمک" یعنی اپنے کام و دہن کی لذتوں پر اپنے ہمسایوں اور عزیز و اقارب کی خدمت کو مقدم کیوں نہیں رکھتے۔ کچھ پیسے بچا کر اپنے پڑوسیوں اور عزیزوں پر خرچ کرنا چاہیے۔ (طبقات کبریٰ جلد اول ص ۱۶ و موطا امام مالک مع مسویٰ ج ۲ ص ۱۵۷)

---------۱۰---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے سالار لشکر کو لکھا کرتے تھے کہ سادہ زندگی اختیار کرو موٹا پہنو' موٹا کھاؤ' سخت کوشی کی عادت ڈالو' دھوپ میں بیٹھو۔ گھوڑے کی پیٹھ پر کود کر سوار ہو۔ (انساب الاشراف للبلاذری بحوالہ حضرت عمر کے سرکاری خطوط ص ۲۳۳)

---------۱۱---------

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ کو گوشت کھاتے دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا آج گوشت کھانے کو طبیعت چاہ رہی تھی پہلے تو تنبیہہ فرمائی پر ارشاد فرمایا "کفی بالمرء سرفا ان یاکل کل مااشتهاه" یعنی آدمی کے مسرف و فضول خرچ ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر وہ چیز کھایا کرے جو اس کا جی چاہے۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۴ ص ۴۰)

---------۱۲---------

شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت میں لکھتے ہیں "وکان رضی الله عنه لا یجمع فی سماطه بین ادائین" یعنی اپنے کبھی دسترخوان پر دو قسم کا سالن جمع نہیں ہونے دیتے۔ ایک بار آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہ ؓ نے آپ کے پاس بطور تحفہ کچھ گوشت کا سالن بھیجا اس میں روغن زیتون بھی ڈال دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ دو طرح کا سالن میں نہیں کھایا کرتا مطلب یہ کہ گھی بھی ایک مستقل سالن ہے اور گوشت بھی ایک سالن ہے تو دو سالن کی کیا ضرورت ہے؟ (طبقات کبریٰ للشعرانی جلد اول ص ۱۶ و منتخب کنزالعمال جلد ۴ ص ۴۰۴ و تاریخ الخلفاء ص ۹۹ و تہذیب الاسماء للنووی ج ۲ ص ۹)

---------- ۱۳ ----------

ایک بار کسی نے آپ کے پاس تازہ و فربہ گوشت اور دودھ کھانے کے لئے پیش کیا۔ فرمایا ان میں سے ہر ایک مستقل سالن ہے۔ میں دو سالن ایک وقت میں نہیں کھا سکتا۔ یہ کہہ کر آپ نے کھانے سے انکار کر دیا۔ (سیرت عمر لابن الجوزی ص ۱۱۸)

اعلام: یہ ساری سخت کوشی' زہد' پرہیز گاری اور قناعت صرف اپنی ذات تک محدود تھی یا پھر اہل و عیال تک۔ لیکن اپنے عاملوں کے لئے آپ اچھی خوراک کا انتظام کرتے تھے۔ علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ اس کی توجیہہ میں لکھتے ہیں "ان الحالۃ التی ھو علیھا لو کان غیرہ علیھا لھان فی نفوس الناس ولم یحترموہ" چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک طرف تو خود نمک روٹی پر گذارہ کیا لیکن دوسری طرف عمال کے لئے روزانہ نصف بکری کا راشن مقرر کیا تھا تاکہ عمال اور حکام کی عزت افزائی ہو اور لوگوں کے قلوب میں ان کی عظمت جاگزیں ہو جائے اور ان کے ذریعہ انتظام مملکت درست و محفوظ رہے۔ (کتاب الاعتصام جلد اول ص ۳۴۸)

---------- ۱۴ ----------

کپڑوں میں سادگی کپڑوں کے استعمال میں بھی یہی حال تھا کہ دو کپڑے تن ڈھانکنے کے لئے برابر میسر نہ تھے۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ میں دیر سے تشریف لائے۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر فرمایا "حبسنی غسل ثوبی ھذا ولم یکن لی ثوب غیرہ" یعنی مجھے دیر اس لئے ہوئی کہ میں ان کپڑوں کو دھو رہا تھا اور اس کے علاوہ میرے پاس کوئی جوڑا نہیں ہے۔ (سیرت عمر رضی اللہ عنہ ص ۲۰)

---------- ۱۵ ----------

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ میں دیر سے تشریف لائے اور دو کپڑے زیب تن تھے دونوں نئے تھے۔ جب منبر پر تشریف لائے اور لوگوں نے آپ کو دو نئے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے

عرض کیا سب کو آپ نے ایک ایک کپڑا تقسیم کیا ہے آپ کو یہ دو کپڑے کیسے مل گئے؟ فرمایا بات یہ ہے کہ میرے پاس صرف ایک ہی کپڑا تھا جو آج عام مسلمانوں کے برابر مجھے بھی ملا ہے۔ دوسرا کپڑا مطلق نہیں تھا۔ پھر اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا وہ کپڑا جسے میں نے ازار بنا لیا ہے کیا وہ تمہارے حصے کا کپڑا نہیں ہے؟ انہوں نے کہا اللھم نعم جی ہاں وہ میرا ہی کپڑا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دور خلافت میں مسلسل دو کپڑے بھی ہمیشہ ان کو میسر نہیں تھے۔ (صفوۃ الصفوۃ جلد اول ص ۲۱۶ و سیرت عمر رضی اللہ عنہ لابن الجوزی ص ۱۲۷)

---------۱۶---------

ابو عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ ان کے ایک کرتہ میں ۱۲، ۱۲ پیوند لگے ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض بعض مختلف رنگ کے ہوتے اور بعض کو چمڑے کے پیوند ہوتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۱۳۲ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۲۲۷، سیرت عمر رضی اللہ عنہ ص ۱۲۰، طبقات کبریٰ للشعرانی جلد اول ص ۱۶، مروج الذہب ج ۲ ص ۲۱۳، احیاء العلوم جلد ۴ ص ۲۲۸)

---------۱۷---------

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے زمانہ خلافت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خطبہ کی حالت میں دیکھا کہ وہ جس تہبند کو زیب تن فرمائے ہوئے تھے اس میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔

(منتخب کنزالعمال ج ۴ ص ۴۰۵، سیرت عمر رضی اللہ عنہ ص ۱۲۰ و تاریخ الخلفاء ص ۶۸)

---------۱۸---------

حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مونڈھے پر تین پیوند دیکھے جو ایک دوسرے کے قریب لگے ہوئے تھے اور پورے کرتہ میں چودہ پیوند تھے۔ (تہذیب الاسماء جلد ثانی ص ۶ منتخب کنزالعمال جلد چہارم ص ۴۰۲، سیرت عمر ص ۱۲۰ موطاء امام مالک مع مسوی [illegible] امام محمد طبع کراچی ص ۳۲۵)

---------۱۹---------

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ یزید بن ابی سفیان کے دستر خوان پر طرح طرح کا کھانا کھایا جاتا ہے۔ اپنے غلام یرفاء سے کہا کہ جس وقت یزید کھانا کھانے کے لئے بیٹھیں مجھے اطلاع دو۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اطلاع پاتے ہی ان کے مکان پر پہنچے اور سلام کہہ کر اندر داخل ہوئے تو انہوں نے کھانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی شریک کیا۔ روٹی اور گوشت تو کھا لیا۔ پھر بھنا ہوا گوشت کا پیالہ اندر سے آیا تو یزید نے اسے بھی کھانا چاہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ روک لیا اور ان کو بھی باز رکھا اور فرمایا کہ ایک طرح کے سالن کے بعد دوسرے رنگ برنگے اور طرح طرح کے سالن سنت نبوی کے خلاف ہیں۔ (کتاب الاعتصام جلد اول ص ۲۴۸، منتخب کنز العمال جلد ۴ ص ۴۰۲، احیاء العلوم جلد ۳ ص ۳۹۰)

---------۲۰---------

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک عامل عثمان بن حنیف کو رنگ برنگ اور طرح طرح کے سالنوں کے استعمال سے منع فرمایا اور کہا کہ تم ان محتاجوں اور غریبوں کو دیکھو جو ایک طرح کے سالن کے بھی محتاج ہیں۔ (نہج البلاغہ جلد ۳ ص ۷۸)

---------۲۱---------

ہرمزان کسریٰ کے شاہی خاندان میں معزز حکمران تھا۔ گرفتار ہو کر مدینہ ایک وفد کے ہمراہ بھیجا گیا اور اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اور احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب ہرمزان مدینہ سے قریب ہوا تو اس وفد نے ہرمزان سے کہا کہ اپنا شاہی لباس اور تاج وغیرہ پہن لے تا کہ اہل مدینہ اسے دیکھ کر عبرت پذیر ہوں۔ وفد ہرمزان کو لے کر مدینہ میں داخل ہوا۔ اس نے مسجد نبوی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سوتا ہوا پایا۔ ہرمزان نے پوچھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ وفد نے کہا یہ دیکھو سو رہے ہیں۔ ہرمزان اس سادہ زندگی کو دیکھ کر حیران ہو کر پوچھتا ہے۔ این حراسه وحجابه ان کے باڈی گارڈ اور پہرہ دار وغیرہ کہاں ہیں؟ کیونکہ ہرمزان ان چیزوں کے بغیر کسی

بادشاہ کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ لوگوں نے کہا یہ سب لوگوں میں آزادانہ رہتے ہیں۔ انہیں پہرہ چوکی کی کوئی ضرورت نہیں۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جاگے تو معلوم کیا کہ کیا یہ ہرمزان ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کچھ سوال کیے۔ اس نے کہا جواب دیتا ہوں۔ پہلے مجھے پانی پلایئے۔ اس نے کہا کہ ایسا نہ ہو کہ پانی پینے سے پہلے آپ مجھے قتل کرا دیں۔ آپ نے فرمایا "لا باس علیک" تم پر کوئی حرج کی بات نہ ہو گی اس کے بعد پیالہ آ گیا۔ اس کے شاہی مزاج اور نفاست نے اس پیالہ کو دیکھ کر کہا "لومت عطشا لم استطع ان اشرب فی مثل ھذالقدح" ایسے بھدے پیالے میں میں پانی نہیں پی سکتا خواہ پیاس سے میری جان جاتی رہے۔ پھر ایک خوبصورت اور پسندیدہ برتن میں پانی آیا۔ اس نے کہا پانی پیتے میں مارا نہ جاؤں۔ چونکہ یہ کئی بار بد عہدی کر چکا تھا اس لئے بار بار ڈرتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "لا باس علیک حتی تشربہ" جب تک تم پانی نہ لو تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں۔ اس نے کہا اب میں پانی نہیں پیوں گا۔ آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جاں بخشی کی اور وہ اسلام لے آیا۔ (اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ۳۲۹)

اس واقعہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سادہ زندگی اور درویشانہ طرز معیشت کا حال اچھی طرح واضح ہے کہ ایسے معمولی اور سادہ برتنوں میں گذر اوقات فرماتے تھے جن کو امراء زمانہ ہاتھ لگانا بھی پسند نہ کریں گے۔ حالی مرحوم نے خلفاء کرام کی سادہ زندگی کا کیا خوب نقشہ اپنی ایک مسدس کے بند میں پیش کیا ہے

نہ کھانوں میں تھی واں تکلیف کی کلفت
نہ پوشش سے مقصود تھی زیب و زینت
امیر اور لشکر کی تھی ایک صورت
فقیر اور غنی سب کی تھی ایک حالت
لگایا تھا مالی نے اک باغ ایسا
نہ تھا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معمولی خرچ کے ساتھ سفر حج بھی کیا۔ مکہ سے مدینہ تک آنے جانے میں آپ نے کل سولہ دینار خرچ کیے اور احساس یہی تھا کہ ہم نے اس سفر میں بہت خرچ کیا۔ (مروج الذہب جلد ۲ ص ۳۴۳)

--------- ۲۲ ----------

کھانے اور کپڑے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی کفایت شعاری اور سادگی کا بہت اہتمام رکھتے تھے۔ مستدرک حاکم میں روایت ہے کہ جمعہ کے روز منبر پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا گیا جو موٹا تہبند آپ پہنے ہوئے تھے اس کی قیمت چار پانچ درہم یعنی سوا روپے سے زیادہ نہ تھی۔ (طبقات کبریٰ للشعرانی ج ۱ ص ۱۷)

--------- ۲۳ ----------

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ عدن کا بنا ہوا ایک موٹا تہبند آپ کے استعمال میں رہتا جس کی قیمت چار پانچ درہم سے زیادہ نہ تھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ خلیفہ تھے۔ اور یہی حال کھانے کا تھا۔ لوگوں کو بہترین کھانا کھلاتے اور خود گھر جا کر روزمرہ کا کھانا یعنی روٹی کو سرکہ یا زیتون کے تیل سے کھاتے۔

(منتخب کنز العمال ج ۵ ص ۴)

--------- ۲۴ ----------

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سادہ زندگی تو مشہور ہی ہے۔ ایک واقعہ علامہ ابو عبید قاسم ابن سلام نقل کرتے ہیں کہ موسم سرما میں وہ ایک بہت پرانی چادر اوڑھے ہوئے کانپ رہے تھے۔ کسی نے اعتراض کیا۔ فرمایا بس یہی موٹی اور سادی چادر مجھے میسر ہو سکتی ہے اس کے علاوہ کوئی دوسری چادر میرے گھر میں نہیں۔ (کتاب الاموال ص ۲۷۰)

--------- ۲۵ ----------

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کسی نے کہا آپ کیوں جاڑے سے کانپ رہے ہیں۔ "الا تاخذ کساء من بیت المال" بیت المال سے کوئی کمبل کیوں نہیں لے لیتے؟ فرمایا "لا انقص المسلمین من بیت مالھم شیئا لی" یعنی

اپنے آرام و راحت کے لئے میں مسلمانوں کے بیت المال میں سے کچھ کم کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ (طبقات کبریٰ للشعرانی جلد اول ص ۱۸)

---------۲۶----------

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی ہذیل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس حال میں دیکھا کہ ان کے بدن پر ایک موٹا کرتہ تھا جو پرانا ہونے کے ساتھ اس قدر تنگ اور چھوٹا تھا کہ آستین کھینچتے تو ناخن تک پہنچ جاتا اور جب چھوڑتے تو آدھے بازو تک جا پہنچتا۔

(استیعاب جلد ۲ ص ۴۶۵ و منتخب کنزالعمال جلد ۵ ص ۵۷)

---------۲۷----------

ایک بار تو یہ حال ہو گیا کہ منبر پر تلوار لے کر کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کوئی اس تلوار کو خرید لے تو میں اس کی قیمت سے تہبند خرید لوں "فلو کان عندی ثمن ازار ما بعتہ" اگر میرے پاس تہبند خریدنے کے لئے دام ہوتا تو میں اس محبوب تلوار کو نہ فروخت کرتا۔ یہ حالات اس وقت کے ہیں جب آپ خلیفہ تھے۔

(استیعاب جلد دوم ص ۴۶۵ و احیاء العلوم جلد ۲ ص ۱۲۲)

---------۲۸----------

حضرت عمرو بن قیس کا بیان ہے کہ میں نے ان کے تہبند کو دیکھا کہ اس میں متعدد جگہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ کسی نے کچھ کہا تو فرمایا ایسے کپڑوں سے دل میں عاجزی پیدا ہوتی ہے۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۵ ص ۵۷۵)

---------۲۹----------

حضرت علی رضی اللہ عنہ کھانے میں موٹا جھوٹا کھاتے تھے۔ علامہ شعرانی لکھتے ہیں "کان یعجب من اللباس ما قصر و من الطعام ما خشن" یعنی کپڑا کم وسعت والا اور کھانا بھی موٹا جھوٹا پسند کرتے تھے۔

(مروج الذہب جلد ۲ ص ۴۳۳ و مستطرف جلد اول ص ۱۳۷)

آپ کا کپڑا تہبند وغیرہ زیادہ سے زیادہ روپے بارہ آنے کا ہوتا تھا۔ (تہذیب الاسماء جلد اول ص ۳۴۶ واحیاء العلوم جلد ۳ ص ۳۳)

--------۳۰----------

آپ جب کوفہ تشریف لے گئے تو باوجود اس کے کہ عراق میں انواع و اقسام کے کھانے کھاتے تھے مگر کبھی آپ نے مختلف قسم کا کھانا نہ کھایا۔ ایک دن آپ کے سامنے فالودہ پیش ہوا تو فرمایا خوشبودار ہے' خوش رنگ ہے' خوش ذائقہ بھی ہو گا "ولکنی اکرہ نفسی ان اعود مالم تعتدولم یاکل" یعنی اپنے نفس کو ایسی چیزوں کا عادی بنانا نہیں چاہتا جن کا اب تک عادی نہ تھا۔ یہ کہہ کر کھانے سے انکار فرما دیا۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۵ ص ۵ احیاء العلوم ج ۲ ص ۱۳۷)

--------۳۱----------

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک بار عاصم نامی ایک شخص کو ڈانٹا کہ تم نے ٹاٹ اور کمبل وغیرہ پہن کر اور لذیذ کھانوں کو چھوڑ کر ایسی سخت زندگی کیوں اختیار کی؟ عاصم نے جواب دیا "فما بالك فی خشونۃ ماکلك وخشونۃ ملبسك" یعنی پھر آپ نے اپنے کھانے کپڑے میں ایسی درشتی و تنگی کیوں اختیار کی ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا حال تم سے جدا ہے۔ خداوند کریم نے امراء خلفاء پر یہ فرض عائد کیا ہے کہ وہ غریب اور عوام جیسی زندگی گذاریں اور عیش و راحت کی پر تکلف معاشرت کے ذریعہ خود کو عوام سے ممتاز و برتر نہ بنالیں۔ (کتاب الاعتصام للشاطبی جلد ۲ ص ۸۸)

--------۳۲----------

امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی سادگی کا عجیب عالم تھا کہ جب آپ تخت نشین خلافت ہوئے تو شاہی غالیچوں' قالینوں' گدوں' شطرنجوں مسندوں میں سے کسی چیز کو استعمال نہ فرمایا بلکہ صرف ایک نمدہ بچھا کر بیٹھ گئے۔

(طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۵۱)

پھر سواری کے لئے شاہی سواریاں پیش کی گئیں۔ آپ نے انکار فرما دیا اور کہا "قد موالی بغلتی" میرا خچر میری سواری کے لئے کافی ہے' تمام ساز و سامان اور قیمتی گھوڑوں کے بارے میں فرمایا کہ ان سب کو فروخت کر کے ان کی قیمت بیت المال میں داخل کرو۔

---------۳۳---------

ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے تو کئی دن تک ایک ہی کپڑا آپ کے جسم پر رہا جو میلا ہو گیا تھا۔ آپ کے بعض اقرباء نے آپ کی بیوی فاطمہ سے کہا کہ آج امیر المومنین کو کچھ افاقہ ہے کپڑے بدل دو۔ لوگ ملاقات و عیادت کے مشتاق ہیں۔ کپڑے بدل جانے کے بعد ہم ان کو ملاقات کا موقع دے دیں۔ وہ خاموش بیٹھی رہیں۔ پھر جب دوبارہ کہا گیا تو فرمایا "واللہ مالہ غیرہ" یعنی خدا کی قسم دوسرا کپڑا ان کے پاس موجود ہی نہیں۔ (طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۹۷ و سیرت عمر بن عبدالعزیز لابن عبدالحکیم ص ۴۸' البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۲۱۴)

---------۳۴---------

علامہ شعرانی اپنی طبقات میں لکھتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی آمدنی خلافت سے پہلے پچاس ہزار اشرفی سالانہ تھی۔ لیکن خلافت کے بعد ان رقموں کو ضعفائے اسلام میں اس طرح خرچ کرنے لگے کہ بجز ایک قمیص کے اور کوئی دوسرا کپڑا آپ کے پاس نہ ہوتا جس کو میلا ہونے تک برابر پہنتے رہتے۔ میلا ہونے پر دھو لیتے اور خشک ہونے تک گھر میں ٹھہرے رہتے کیونکہ دوسرا کپڑا نہ ہوتا جسے پہن کر باہر آتے۔ (طبقات کبریٰ للشعرانی جلد اول ص ۲۸) اور یہ کرتہ زیادہ سے زیادہ چار درہم کا ہوتا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۲۰۲ و مراۃ الجنان جلد اول ص ۲۱۰)

---------۳۵---------

میمون ابن مہران کا بیان ہے کہ میں عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چھ مہینہ تک رہا میں نے ان کے جسم پر صرف ایک چادر دیکھی جس کو جمعہ تک پہنے رہتے اور

جمعہ کو دھویا کرتے" "کان یغسلہ بنفسہ من الجمعۃ الی الجمعۃ "
(تہذیب الاسماء جلد ۲ ص ۲۴) حالانکہ خلافت سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ذوق و مزاج کا یہ حال تھا کہ ہمیشہ تیز خوشبو کے عطروں سے معطر رہتے۔ جب ہوا اڑتی اور خوشبو پھیلتی تو لوگ سمجھ جاتے کہ ادھر سے عمر بن عبدالعزیز گذر رہے ہیں۔ شہزادگی کے زمانہ میں امیر عبدالمالک کی طرف سے ہزار دینار کا وظیفہ جاری تھا۔

(سیرت عمر بن عبدالعزیز لابن عبدالحکیم ص ۲۱)

غذا میں سادگی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی غذا بھی خلافت کے بعد بہت سادہ تھی۔ ایک بار آپ کی پھوپھی آئیں۔ کھانے میں صرف خشک روٹی اور نمک اور زیتون کا تیل تھا۔ نصیحت کرنے لگیں کہ اس سے ذرا بہتر کھانا کھائیے فرمایا "لیس عندی یا عمہ" اے پھوپھی اس سے بہتر کھانے کا ہمارے پاس انتظام نہیں۔

(سیرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ص ۶۲)

انگور آپ کو بے حد محبوب تھا۔ خریدنے کے لئے بیوی سے کچھ قرضہ مانگا انہوں نے کہا میرے پاس بھی نہیں۔ جب آپ کے پاس خلیفہ ہو کر نہیں تو میرے پاس کہاں سے ہو گا؟ فرمایا' آخرت کا عذاب سامنے ہے ورنہ خلافت میں تو بہت مال و زر ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۲۰۲)

---------۱----------

ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بھائی زیان بن عبدالعزیز رحمہ اللہ آپ کے پاس آ گئے۔ شام کا کھانا دیکھا کہ صرف مسور کی دال اور پیاز پر گذر ہو رہا ہے روٹی وغیرہ ندارد۔ نصیحت کرنے لگے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا زبان بند کرو۔ آئندہ میں کبھی اپنے راز کا افشاء نہ کروں گا۔ یعنی موقع نہ دوں گا کہ میرے بے تکلف کھانوں کو کوئی دیکھ سکے۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ص ۱۴۱' البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۲۰۹' تاریخ الخلفاء ص ۸۵۵)

---------۲----------

ایک راوی کا بیان ہے کہ بحالت خلافت جب آپ خطبہ دے رہے تھے دیکھا گیا کہ آپ کے کرتہ کے گریبان اور سامنے کے حصہ میں پیوند لگے ہوئے ہیں۔ (طبقات کبریٰ للشعرانی جلد اول ص ۲۸ و تذکرۃ الحفاظ اول ص ۱۱۳)

--------۳----------

دور خلافت سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے لئے چار چار سو اور ہزار ہزار دینار کے کپڑے خرید کر آتے تو فرماتے بہت موٹا اور بہت گاڑھا ہے لیکن خلافت کی ذمہ داریوں کے بعد جب دس بارہ درہم کا کپڑا آتا تو فرماتے بہت نرم و ملائم کپڑا ہے۔ (تہذیب الاسماء جلد ۲ ص ۲۰، البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۲۰۸ مروج الذھب للمسعودی جلد ثانی ص ۱۹۶)

--------۴----------

ایک بار آپ نے آٹھ درہم کا کپڑا منگایا۔ جب اسے دیکھا تو فرمایا بہت ملائم ہے۔ ایک آدمی ہنسنے لگا، فرمایا تم بلاوجہ ہنستے ہو، کیا احمق تو نہیں ہو گئے؟ اس نے کہا نہیں، لیکن یہ بات ہے کہ جب آپ شہزادے تھے تو میں ہی آٹھ سو درہم کا ایک ریشمی کپڑا آپ کے لئے لایا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ بہت موٹا ہے اور آج آٹھ درہم والے کپڑے کو بہت ملائم کہتے ہیں۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ص ۴۸)

--------۵----------

یہی حال آپ کے بچوں کا تھا۔ ان کے کپڑے جابجا پھٹے ہوئے نظر آتے تو فرماتے "رقع قمیصک یابنی" (بیٹے اپنے کرتہ پر پیوند لگا لو) میں آج سب سے زیادہ محتاج ہوں۔ (الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبہ الدینوری ص ۱۲۴)

--------۶----------

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک بار آپ نے ایک صاحبزادی کو آواز دی وہ حاضر نہ ہوئیں تو آپ نے ایک خادم کو بھیجا کہ بلا کر لاؤ۔ جب وہ آئیں تو پوچھا تم کیوں نہیں آئیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ تن [illegible] نکلنے کو کپڑا نہ

تھا۔ میں کس طرح آسکتی تھی۔ تو ایک موٹے کپڑے کی طرف اشارہ کیا اور اسے ان کے استعمال کے لئے دیا۔ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ للشعرانی جلد اول ص۲۹)

--------۷----------

امام ابن قتیبہ دینوری متوفی ۲۷۶ھ لکھتے ہیں کہ جب وقت وفات اپنے بچوں کو ایک نظر دیکھنے کے لئے بلایا تو وہ تیرہ یا چودہ لڑکے تھے۔ جب آپ نے ان کو آنکھ بھر کر دیکھا تو مصر کے عوامی قبطی کپڑے یعنی موٹے جھوٹے کپڑے سب کے بدن پر تھے۔ آپ کی آنکھیں آنسو سے ڈبڈبا گئیں۔ (احیاء العلوم جلد ۳ ص ۲۸۸' الامامتہ والسیاستہ جلد ۲ ص ۱۳۰ البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۲۱۴)

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح وہ خود سادہ مزاج تھے اسی طرح آپ کے بچے بھی انتہائی سادگی سے گذر بسر کرتے اور نہایت معمولی موٹے جھوٹے کپڑے پہنتے تھے۔

مختصر یہ کہ خلافت راشدہ کے دور میں تمام خلفاء راشدین نے اپنی سادہ زندگی اور ترک تعیش کا صرف اس لئے خیال رکھا کہ وہ اپنے آپ کو قوم کی امانتوں کا امین و محافظ سمجھتے تھے۔ اپنی ذات اور اپنے متعلقین کو زیادہ فائدہ پہنچانے اور عیش اڑانے کا جو رجحان حکومت کے ہر ادنیٰ اور اعلیٰ عہدیدار میں آج پیدا ہو چکا ہے اس سے تمام خلفاء راشدین کا دامن پاک ہے۔ وہ ایسی پاکیزہ ہستیاں ہیں کہ ان کی مثال سے آج کی دنیا عاجز ہے۔

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ شاہ انگلستان کی تنخواہ ستر لاکھ پچاس ہزار روپیہ ماہوار ہے۔ شہنشاہ جرمنی کی تنخواہ نوے لاکھ روپیہ ماہوار ہے جسے وہ جیب خرچ اور ذاتی ملازمین کی تنخواہ اور محلات کی آرائش پر خرچ کرتے ہیں۔

(اسلامی جمہوریت ص۴۱)

اس سے خلفاء اسلام اور امراء عالم کی زندگی کا فرق بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ ایک تازہ مثال اور ملاحظہ فرمائیے۔ امریکہ کے صدر کی تنخواہ' دورہ کا بھتہ' تار' ڈاک'

ٹیلفون وغیرہ کا خرچ، عمارت کی حفاظت، آرائش و زینت، کھیل کود اور خفیہ پولیس کا خرچ ذات واحد کے لئے لاکھوں ڈالر سالانہ ہے۔ محض ان کی سواری کے لئے دو سو گاڑیاں ہر وقت حاضر رہتی ہیں، سفر کے لئے ہوائی جہاز علیحدہ ہیں۔ موٹر اور ہوائی جہاز چلانے والے ملازموں پر پچاس ہزار ڈالر سالانہ علیحدہ خرچ ہوتا ہے۔ (الفرقان لکھنؤ ماہ اکتوبر ۱۹۵۷ء)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے عہد مبارک تک بیت المال سے شاہی سفراء یا دوسرے ممالک کے وزراء سلطنت کی آمد پر نہ کھانے پینے میں اسراف ہوتا اور نہ عوام کی دولت کو بے دریغ چراغاں اور جشن شاہانہ وغیرہ میں خرچ کیا جاتا۔ (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۷۲)

حلف وفاداری آج کل حلف وفاداری کا بھی دستور نکلا ہے۔ ان رسموں پر جو اجلاس منعقد ہوتے ہیں اور ان پر حکومت کے جو مصارف ہوتے ہیں، خلفاء اسلام ایسے رسوم اور مصارف سے نا آشنا تھے۔ بالکل سادگی سے حکومت سے وفاداری کا اعتراف کر لیتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے عبدالملک بن مروان کو لکھ دیا "اقرلک بالسمع والطاعۃ علی سنۃ اللہ وسنۃ رسولہ" (موطاء معہ مسوی ج ۲ ص ۸۲) یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ تمہارے لئے وفاداری کا اقرار کرتا ہوں۔

اعلام خلفاء کرام اپنی زندگی کے تمام معاملات میں انتہائی سادگی رکھتے تھے تاکہ ان کے نفس کو معمولی کھانے پہننے کی عادت پڑ جائے۔ راہبانہ انداز میں تعذیب نفس ان کا مقصد ہرگز نہ تھا۔ کیونکہ یہ آنحضرت ﷺ کی سنت کے خلاف ہے۔ ارشاد نبوی ہے "ان لنفسک علیک حقا" کہ تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے۔ آنحضرت ﷺ نے خود بھی میسر آ جانے پر حلوہ شہد گوشت وغیرہ کا استعمال فرمایا ہے۔ البتہ فی الجملہ آنحضرت ﷺ یا خلفاء کرام کی زندگی اسباب عیش و عشرت کی متلاشی نہ تھی بلکہ سادگی اور قناعت کا نمونہ تھی۔ (الاعتصام ج ۲ ص ۸۷)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں رعایا کی بربادی شاہانہ عیش و عشرت و تبذیر کے سبب ہو رہی ہے۔ چند بادشاہ ایک دوسرے پر حسد کرتے ہیں کہ کس کے پاس سامان عیش و عشرت زیادہ ہے؟ کس کا تاج زیادہ قیمتی ہے؟ کس کے تاج شاہی میں زیادہ جواہر ٹکے ہیں؟ اس طرح ارباب حکومت کی عیش پسندی نے سوسائٹی کا مزاج بگاڑ دیا ہے۔ امیرانہ تکلفات و شاہانہ لوازمات عیش کی کوئی حد نہیں رہی ہے۔

الغرض ہمارے زمانہ میں ہر صاحب اقتدار اپنی رعایا کو لوٹ رہا ہے' زمین دار و جاگیر دار' مزدور و کاشتکار کا خون چوس رہے ہیں۔ تا کہ زیادہ سے زیادہ تکلف اور شان و شوکت سے اپنی زندگی گذار سکے۔ (حجۃ اللہ البالغہ جلد اول)

صحابہ کرام عیش و عشرت کے دلدادہ نہ تھے نہ اپنے ماتحت عوام پر کسی طرح کا جبر کرتے تھے۔ سادگی ان کی فطرت تھی' عوام کی خدمت ان کا مزاج تھا۔

سادگی اور قناعت کے چند اور نمونے خلفاء راشدین کا ذکر خیر تو آپ نے سنا۔ لیکن ایسا نہیں کہ بعد کے خلفاء و ملوک میں قابل رشک شخصیتیں بالکل ناپید ہیں۔ بعد میں بھی کتنے ہی ایسے خدا ترس اور صاحب کردار سلاطین پیدا ہوتے رہے ہیں کہ جن کی سادگی و قناعت کے واقعات آج کے مسلم حکمرانوں کے لئے مستقل درس عبرت و بصیرت ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

---------۱---------

خلیفہ مقتضی باللہ کا زیادہ وقت ایام شاہزادگی میں دینی مشاغل میں صرف ہوتا تھا۔ دینی علوم پر کتابیں لکھنا' اس کا محبوب مشغلہ تھا یا قرآن کی تلاوت کرتا رہتا تھا۔ مگر جب خلیفہ منتخب ہوا تب بھی اس کے زہد و عبادت و تقویٰ و طہارت کی خصوصیتوں میں کسی قسم کی کمی نہ ہوئی ساتھ ہی عدل و انصاف کے چمن میں ایک تازہ بہار آئی اور طرح طرح کی نیکیوں کے دروازے کھل گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے زمانہ میں بغداد اور عراق خلیفہ کے قبضہ اقتدار میں واپس ہوئے۔ ورنہ مقتدر باللہ کے زمانہ

سے صورت حال یہ ہو گئی تھی کہ خلیفہ کا صرف نام تھا اور حکومت ان سلاطین اور ملوک کی قائم تھی جنھوں نے جبرا" خلیفہ کو اپنا تابع و فرمانبردار بنا لیا تھا۔

--------۲----------

مقتفی کے بعد اس کا بیٹا یوسف' مستنجد باللہ کے لقب سے تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوا' حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے۔ مستنجد عدل و انصاف اور نرم مزاجی کی خصوصیتوں سے متصف تھا۔ سارے عراق کے ناجائز محصولوں کو اس نے ختم کر دیا۔ اسی مستنجد کے متعلق ابن اثیر کا فیصلہ یہ ہے کہ "کان احسن الخلفاء سیرۃ مع الرعیۃ " یعنی عباسی خلفاء میں رعیت کے ساتھ بہترین سلوک کرنے میں وہ سب سے اچھا اور افضل تھا۔ (الکامل لابن اثیر جلد ۱۱ ص ۱۲۵)

--------۳----------

مستنجد کے بعد اس کا بیٹا حسن المستفی باللہ کے نام سے سریر آرائے خلافت ہوا۔ علامہ ابن الجوزی نے مستفی کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ کیونکہ ابن الجوزی کے مجلس وعظ میں اکثر شریک بھی ہوتا تھا۔ علامہ ابن الجوزی منتظم میں اپنی چشم دید گواہی بیان فرماتے ہیں۔ "اظھر من العدل والکرم مالم نرہ فی اعمارنا" المستفی نے عدل و کرم کا ایسا بہترین مظاہرہ کیا کہ اس سے قبل ساری زندگی میں ہم نے اس کی نظیر نہیں دیکھی۔

--------۴----------

تاریخ کے زریں صفحات میں ایک دین پسند خلیفہ نور الدین زنگی کے نام سے بھی ضوفشاں نظر آتا ہے۔ طویل و عریض اور زرخیز علاقے اس کے زیر نگیں تھے۔ حرمین اور یمن تک اس کا نام خلیفہ کے نام کے ساتھ خطبوں میں پڑھا جاتا تھا۔ لیکن طرز زندگی یہ ہے کہ شام کے شہر حمص میں تین دکانیں تھیں (جن کو خلیفہ نور الدین زنگی نے مال غنیمت کے حصہ سے خریدا تھا) ان ہی تین دکانوں کے کرایہ کی آمدنی خلیفہ نے ملکہ کے لئے مختص کر دی تھی اور اس طرح سالانہ کل بیس دینار ملکہ کو

ملتے تھے۔

ملکہ نے نور الدین زندگی سے تنگی کی شکایت کرتے ہوئے اس مشاہرہ میں اضافہ چاہا تو سلطان نور الدین زنگی نے کہا میرے پاس اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ میرے قبضہ میں حکومت کی جو آمدنی ہے میں اس کا صرف خزانچی ہوں۔ میں اس مال میں خیانت کر کے جہنم کی آگ میں تمہارے لئے گھس نہیں سکتا۔

(الکامل لابن اثیر جلد ۱۲ ص ۲۵)

--------۵----------

نور الدین زنگی کا شہزادہ اسماعیل جو باپ کے بعد حلب کا حکمران تھا۔ کل ۱۹ سال کی عمر میں اس بے چارے کی قولنج کی بیماری میں وفات ہو گئی۔ جب یہ قولنج میں مبتلا ہوا تو اطبا نے یہ تجویز پیش کی کہ تھوڑی سی شراب استعمال کیجئے' مرض کا ازالہ ہو جائے گا۔ اطباء اصرار کر رہے تھے مگر نوجوان شاہزادہ نے کہا "لا افعل حتی اسئل الفقهاء "میں فقہاء سے جب تک دریافت نہ کر لوں گا ایسا نہیں کر سکتا۔" فقہاء بلائے گئے۔ شافعی مذہب کے علماء نے بالاتفاق جواز کا فتویٰ دیا۔ اس نے حنفی علماء کو خطاب کیا۔ آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟ صاحب بدائع علامہ ابو بکر کاشانی مشہور حنفی امام نے بھی کہا کہ جس حال میں آپ ہیں' شرعاً شراب کا استعمال آپ کے لئے جائز ہے۔ مگر اس پوچھ گچھ کے بعد اس نوجوان شہزادے نے پوچھا کہ میری موت کی اگر مقررہ مدت آ چکی ہے تو شراب پینے سے کیا وہ ٹل جائے گی؟ اس کا جواب جو ہو سکتا ہے وہی دیا گیا۔ یعنی قرآن جس چیز کو موجل قرار دے چکا ہے اس میں گھڑی بھر کے لئے بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی۔ بھلا دوا اور علاج سے اس کو کون ٹال سکتا ہے۔ شاہزادے نے علماء کو خطاب کرتے ہوئے اپنے دل کی بات کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔ "تو آپ حضرات سن لیں کہ ایسی چیز جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے' اسے استعمال کر کے خدا کی قسم میں اللہ سے ملاقات نہیں کروں گا۔"

صاحب شذرات الذهب لکھتے ہیں "مات ولم یشربه رحمه الله تعالی"

یعنی شاہزادہ موت کے گھاٹ اتر گیا۔ لیکن اس نے شراب نہیں پی۔ خدا اس کو غریق رحمت کرے۔ (شذرات الذہب جلد ۴ ص ۲۵۸)

---------۶----------

سلطان نور الدین زنگی کے بعد صلیبی جنگوں کی قیادت ایک دین پسند ہستی صلاح الدین ایوبی کے حصہ میں آئی ان کی مجاہدانہ زندگی سے پوری اسلامی دنیا اور مغربی دنیا بھی واقف ہے۔ ایک بڑی عظیم الشان سلطنت پر حکومت کے باوجود اس سلطان کی قناعت و درویشی کا یہ حال تھا کہ وفات کے بعد اس کے ذاتی خزانے کا جائزہ لیا گیا تو ایک صوری اشرفی اور چالیس ناصری درہم کے سوا اور کچھ نہ نکلا۔ (ابن اثیر جلد ۱۲ ص ۲۸)

ابن اثیر نے تو صرف درہم و دینار کے متعلق لکھا ہے۔ مورخ ابو الفداء جو اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ان کا بیان ہے کہ "لم یخلف عقارا و لا دارا" سلطان نے کوئی غیر منقولہ جائیداد زمین وغیرہ کی شکل میں بھی نہ چھوڑی نہ کوئی ذاتی مکان چھوڑا۔

بیشتر سلاطین اسلام کی دیانت' سادگی اور قناعت کے واقعات سے ظاہر ہے کہ وہ آمریت اور عیاشی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ بیت المال اور عوام کی دولت کے وہ ایک سچے امین اور ایک بہترین خزانچی اور رعایا کے اعلیٰ درجہ کے مربی اور سرپرست تھے۔ وہ پورے ملک کے آرام کو اپنا آرام اور رعایا کی تکلیف و عسرت کو اپنی ذاتی تکلیف و عسرت سمجھتے تھے۔

رحمھم اللہ تعالی وجزاھم خیر الجزاء

کنبہ پروری' اقربانوازی یا خدمت عوام

---۱---

آنحضرت ﷺ کے بعض اقارب و رشتہ دار آتے اور عہدے طلب کرتے اور مختلف علاقوں میں کام کرنے کے لئے آپ سے درخواست کرتے۔ آنحضرت ﷺ ان کو کوئی عہدہ نہیں دیتے اور کہتے "ان الصدقه لا تحل لمحمد و لا لال محمد صلی الله علیه وسلم" (السیاستہ الشرعیہ فی اصلاح الراعی و الرعیتہ ص ۶۴)

یعنی صدقہ محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کے لئے حلال نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اسلامی علاقوں میں وصولی صدقات کا کام ہوتا ہے اور انہیں معاملات پر عامل مقرر ہوتے ہیں اور انہیں صدقات سے تنخواہ دی جاتی ہے جو تمہارے اور میرے لئے حرام ہیں۔ اس میں یہ سبق ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے اقرباء و اعزاء کو عہدوں سے دور رکھا۔

حضرت العلام مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کیا خوب لکھتے ہیں "آج سے پہلے کا حال تاریخ میں پڑھ سکتے ہیں کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں حکومت و اقتدار آ جاتا ہے۔ ان کی آل و اولاد اہل خاندان اس سے کتنا نفع اٹھاتے ہیں اور اس کے بل بوتہ پر کیسے کیسے عیش و آرام کے مزے لوٹتے ہیں۔ مگر خدا پرستی کے سب سے بڑے علمبردار کا حال اس معاملہ میں دنیا سے مختلف ہے۔ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسی عزیز ترین صاحبزادی یہ سن کر کہ میدان جنگ سے کچھ کنیز و غلام ابا جان کی خدمت میں لائے گئے ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تحریک سے آنحضرت ﷺ کے پاس تشریف لے گئیں اور اپنی پریشانی کا حال بتایا۔ ہاتھوں کے گھٹے دکھائے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمہیں کوئی باندی یا غلام کیسے دے سکتا ہوں؟ ابھی تک اصحاب صفہ (طالب علموں) کے انتظام سے فارغ نہیں ہو سکا ہوں۔ ان غلاموں کو فروخت کر کے ان کی ضرورت پوری کروں گا (ابوداؤد و کنز العمال)

اس کے بعد فرمایا بیٹی! میں تمہیں غلام و باندی سے اچھی چیز دیتا ہوں تم سوتے وقت تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ (احیاء العلوم للغزالی)

یہ بے نفسی اور خدا پرستی کی کیسی عجیب مثال ہے۔ دوسروں کے حق میں یہ فیاضی اور اپنے آل و اولاد کے لئے فقر و غریبی کو ترجیح دینا پیغمبری کی شان ہے۔ عرفی نے کیا خوب لکھا ہے۔

عدیل ہمت ساقی است فطرت عرفی
گداء خویشتن و حاتم دیگراں است

ایک بار آنحضرت ﷺ کے پاس بحرین سے اسی ہزار درہم آیا۔ آپ نے تمام غریبوں اور سائلوں میں تقسیم کر دیا اور اپنے لئے کچھ نہیں رکھا۔ (احیاء العلوم جلد ثانی ص ۲۷۹)

--------۲----------

آپ ﷺ کے خلفاء کرام نے بھی اسی نقش قدم کو اپنایا۔ چنانچہ خلفاء راشدین کے دور میں بیت المال کی توسیع و اضافہ کے لئے ان کے جو جذبات تھے محض مفاد عوام کے لئے تھے۔ اپنی صاحبزادی یا اقربا کے آرام و راحت اور تعیش کے لئے کچھ نہ تھا۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جب انتقال پر ملال ہونے لگا تو لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر کو خلیفہ بنا دیجئے وہ اس کے اہل ہیں اور ہم ان سے راضی ہیں۔ ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ لکھتے ہیں کہ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ خاندان فاروقی میں ایک شخص کا بوجھ اٹھا لینا ہی کافی ہے چہ جائیکہ دوسرے بھی اپنے گردن پر اس ذمہ داری کا بار لادیں۔ اس کے بعد فرمایا "لیس لہ من الامر شئی" ان کو امیر المومنین یا خلیفہ ہونے سے کوئی واسطہ نہیں ہو گا۔ (الامامۃ و السیاسۃ جلد اول ص ۴۴ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۷۷۴ و شفاء الغرام جلد ثانی ص ۳۹۰)

--------۳---------

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اہل کوفہ نے تنگ کر رکھا ہے۔ اگر نرم دل آدمی بھیجتا ہوں تو اسے دبا لیتے ہیں اور اگر سخت آدمی بھیجتا ہوں تو پھر شکایت شروع کر دیتے ہیں۔ کاش کوئی مناسب آدمی جو قوی اور امین ہو مل جاتا تو اسے کوفہ کا والی بناتا۔ ایک شخص نے کہا میں ایک بہترین آدمی بتا سکتا ہوں۔ فرمایا کون ہے؟ اس نے کہا عبداللہ ابن عمر۔ فرمایا "خدا تم کو غارت کرے تمہارا یہ مشورہ مخلصانہ نہیں ہے۔ اس میں تو خوشامد کا جذبہ پنہاں ہے۔ (سیرت عمر رضی اللہ عنہ ص ۱۰۳)

--------۴---------

ایک مرتبہ حلوں کی تقسیم کے بعد ایک عمدہ حلہ فاضل بچ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے اس شخص کو دوں گا جو خود بھی مہاجر ہو اور اس کا باپ بھی مہاجر ہو۔ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کی تھی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی۔ اس لئے لوگوں نے کہا آپ اسے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دے دیں۔ وہ اس صفت میں پورے اترتے ہیں۔ فرمایا میں نے اپنا خاندان نہیں مراد لیا ہے۔ اس کے حق دار سعید بن عتاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ (الاصابہ جلد ۲ ص ۴۴۵)

اگر عوام الناس کی خدمت و معاونت کا جذبہ نہ ہوتا تو کنبہ و اقربا کے کسی مستحق کو دے دیتے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں اقربا نوازی کا جذبہ کہیں نظر نہیں آتا۔

--------۵---------

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خسر نے چاہا کہ آپ بیت المال میں سے کچھ دے دیں۔ آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے یہاں خائن امراء میں شمار کیا جاؤں۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنے ذاتی مال میں سے ایک رقم دی۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۶۹)

--------۶---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب بیت المال کا رجسٹر مقرر کیا اور اس میں وظائف لکھے

جانے لگے تو قبیلہ عدی کے لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا آپ رسول اللہ کے خلیفہ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے جانشین ہیں تو پھر اپنا نام بحیثیت امیرالمومنین پہلے کیوں نہیں رکھتے؟ ان کا مطلب تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قبیلہ عدی کے ہیں اور جب ان کا نام پہلے آئے گا تو قبیلہ عدی والوں کا نام بھی رجسٹر میں پہلے آ جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ چاہتے ہو کہ میری وجہ سے تم پہلے حصہ دار بنو۔ خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا جب تک تمہاری باری نہ آئے تمہارا نام نہیں لکھا جائے گا خواہ دیوان تم ہی پر ختم ہو۔ یعنی چاہے تمہارا نام سب کے آخر میں کیوں نہیں لکھا جائے۔

(فتوح البلدان للبلاذری ص ۴۵۰' الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۲۲۱)

معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی معاملہ میں اپنے قبیلہ و خاندان کے لئے کسی پاسداری یا ترجیح کا پہلو اختیار نہیں کیا۔

---------- ۷ ----------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسامہ بن زید کو اپنے بیٹے عبداللہ پر ترجیح دی اس پر لوگوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بہت کچھ کہا سنا۔ آخر وہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور عرض کیا کہ آپ نے ایک ایسے شخص کو مجھ پر ترجیح دی ہے جو کسی طرح مجھ سے بڑھ کر نہیں ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ آپ نے ان کے لئے دو ہزار مقرر فرما دیا اور میرے لئے صرف ڈیڑھ ہزار مقرر کیا ہے؟ جواب دیا کہ میں نے اپنی محبت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ترجیح دی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ کو تم سے زیادہ چاہتے تھے۔ تو محبوب رسولؐ کی عزت و منزلت محبوب عمر سے بڑھ کر ہونی چاہیے۔ (کتاب الاموال ص ۲۲۷)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں اقرباء نوازی کا ذرہ برابر بھی جذبہ نہیں تھا۔ ورنہ ایسے موقعہ پر بیٹے کا لحاظ ضرور کرتے۔ اسی طرح ایک بار آپ کے پاس بہت سے حلے آئے۔ آپ نے ان حلوں کو صرف ان لوگوں کو دیا جن کے نام محمد تھے' اس واقعہ سے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و

عقیدت کا حال معلوم ہوتا ہے۔(اصلبہ جلد ۳ ص ۳۵۵)

---۸---

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس نو پیالے تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی عمدہ چیز یا کوئی پھل وغیرہ استعمال کرنے کی خواہش ہوتی تو پہلے ان پیالوں میں ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ لگاتے لیکن اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا سب سے آخر میں حصہ لگاتے اور سب سے آخر میں ان کے پاس روانہ کرتے۔ "فان کان نقصان کان فی حقھا" اگر کچھ نقصان ہوتا تو اپنی صاحبزادی ہی کے حصہ میں وہ نقصان ہوتا۔ دوسری امہات المومنین کے حصوں میں نقصان نہ ہونے دیتے۔ (سیرت عمر رضی اللہ عنہ ص ٦٦)

---۹---

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خدمت عوام کے سبب بہت مقروض رہتے تھے۔ ارتحال کے وقت آپ پر ۸٦ ہزار کے قرض کا گراں بار تھا۔ جسے آپ کی حسب وصیت آپ کے صاحبزادے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مکان اور ایک زمین بیچ کر دیا تھا۔ اگر حضرت عمر امانت دار امین الاسلام نہ ہوتے تو قرضہ کے بجائے آپ کے خزانے میں سونے چاندی اور جواہرات کا ذخیرہ ہوتا۔ (شفاء الغرام جلد ۲ ص ۲۹۱)

---۱۰---

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عوام کی خدمت گذاری میں از حد مشغول ہوئے اور گھر کے کام کاج کی دیکھ بھال کے لئے خود وقت نہ دے سکے تو اپنی طرف سے ایک شخص کو اپنے متعلقہ کاموں اور ضروریات کی انجام دہی کے لئے مختار عام بنایا۔

اس واقعہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عوام کے کاموں' عوامی خدمتوں میں ہمہ وقت مشغولیت کا حال صاف اور واضح ہے۔ (الاصابہ جلد ۳ ص ۳٦۱)

---۱۱---

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی کو رشتہ دار و قرابت دار سمجھ کر کبھی کوئی عہدہ سپرد نہیں

کیا۔ بلکہ جس کو اہل دیکھا عہدوں پر اسی کو سرفراز کیا اور کسی نااہل کو محض دوستی و رشتہ داری کے سبب حکومت کا کوئی عہدہ نہیں دیا۔ اللہ اور اس کے رسول اور اہل اسلام کے حق میں اسے ایک عظیم خیانت سمجھتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں "من استعمل رجلا بمودۃ اوقرابۃ لا یستعملہ الا لذالک فقد خان اللہ ورسولہ والمومنین"۔ (سیرۃ عمر رضی اللہ عنہ ص ۷۶ والسیاستہ الشرعیہ ص ۳)
یعنی جس نے کسی شخص کو اہلیت کا لحاظ کئے بغیر محض دوستی یا رشتہ داری کے سبب کسی عہدہ پر مقرر کیا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان کے ساتھ خیانت کی۔

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ مال آیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا خبر سن کر آئیں اور کہنے لگیں کہ اللہ تعالیٰ نے اقرباء کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اور میں آپ کے اقرباء میں سے ہوں۔ فرمایا صاحبزادی! اقرباء کا حق میرے ذاتی مال میں ہو سکتا ہے اور یہ تو مال "فے" ہے جو بیت المال میں عوام مسلمین کے لئے ہو گا۔ تمہارا اور کسی عزیز و اقارب کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ افسوس کہ تم نے اپنے باپ ہی کو دھوکہ دینا چاہا تھا۔ اب میرے پاس سے چلی جاؤ۔ فرمایا "قومی" یعنی میرے پاس سے اٹھ جاؤ' وہ بیچاری شرمندہ ہو کر چلی آئیں۔ (سیرت عمر رضی اللہ عنہ ص ۸۴)

---------- ۱۲ ----------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اونٹ ذبح کرتے تو اس کے متعلق عتبہ ابن فرقد اسلمی اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں "اطیبھا للمسلمین وامھات المومنین ویامر بالعنق و العلیاء فیاکلہ ھو واھلہ" یعنی اچھے اچھے ٹکڑے تمام امھات المومنین اور دوسرے عام مسلمانوں میں تقسیم فرما دیتے اور گردن وغیرہ کا گوشت اپنے لئے بھجواتے۔ آپ اور آپ کے گھر والے یہی استعمال کرتے۔ عتبہ کہتے ہیں کہ مجھے بھی اس سخت گوشت کے کھانے کا اتفاق ہوا۔ میں چباتا رہا لیکن کسی طرح حلق سے نیچے نہ اتار سکا۔ (سیرت عمر رضی اللہ عنہ ص ۱۲۸)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے یا اپنے اعزہ کے لئے کوئی بھی اختصاص و امتیاز روا نہیں رکھتے تھے۔ ورنہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے سب سے بہتر گوشت اور اسی طرح دوسری عمدہ چیزوں کو منتخب کرتے۔

--------- ۱۳ ----------

فتح عراق کے بعد جب مال غنیمت کی تقسیم ہوئی تو اس میں موتیوں کی ایک ڈبیہ بھی تھی۔ موتیوں کی تقسیم سب کے لئے دشوار معلوم ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے اجازت طلب کی کہ اگر آپ لوگ پسند کریں تو میں اسے ام المومنین حضرت عائشہؓ کو بھیج دوں کہ وہ آنحضرت ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ صحابہ کرام نے بخوشی اجازت دے دی۔ حضرت عمرؓ نے وہ ڈبیہ حضرت عائشہؓ کے پاس بھیج دی۔ (صحابیات مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڈھ بحوالہ مستدرک حاکم)

اگر کنبہ پروری اور رشتہ نوازی کا جذبہ ہوتا تو اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہؓ کو بھیج دیتے یا اپنے اور کسی عزیز و قریب کو دے دیتے یا اپنی بہوؤں میں سے کسی بہو کے پاس بھیج دیتے۔

--------- ۱۴ ----------

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے شفاء بنت عبداللہ صحابیہ کو بلا کر ایک چادر مرحمت کی اور عاتکہ بھی آئی ہوئی تھیں۔ ان کو کچھ بہتر چادر دی۔ اس پر وہ حضرت عمرؓ سے خفا ہو کر بولیں۔ تمہارے ہاتھ غبار آلود ہوں تم نے ان کو مجھ سے بہتر چادر دی۔ حالانکہ میں ان سے پہلے مسلمان ہوئی اور ساتھ ہی تمہاری چچا زاد بہن ہوں اس کے علاوہ میں تمہاری طلب پر آئی ہوں اور یہ عاتکہ خود ہی چلی آئی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں تمہیں عمدہ چادر دیتا لیکن جب یہ آگئیں تو مجھے ان کی رعایت کرنی پڑی کیونکہ یہ نسب میں رسول اللہ ﷺ سے قریب تر ہیں۔ (اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۷)

اس واقعہ سے حضرت عمرؓ کی غایت درجہ دیانت داری ظاہر ہے کہ آپ نے اپنے رشتہ و خاندان کے ساتھ کوئی خصوصیت یا امتیاز نہیں رکھا بلکہ آنحضرت ﷺ

کے رشتہ و قرابت کا لحاظ فرما کر امتیاز و خصوصیت کا برتاؤ آپ ہی کے اہل رشتہ کے لئے اختیار فرمایا۔

---------۱۵---------

ایک بار مال غنیمت میں ایک زر کار دوپٹہ نہایت قیمتی آیا۔ بعض صحابہ نے رائے دی کہ یہ دوپٹہ اپنے بیٹے عبداللہ کی بیوی (اپنی بہو) کو دے دیجئے۔ بعض نے کہا اسے اپنی بیوی ام کلثوم کو دے دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس چیز کی حقدار ام عمارہ ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنگ احد میں جدھر نظر ڈالتا ام عمار مجھے دائیں بائیں آگے پیچھے لڑتی اور مجھے بچاتی ہوئی نظر آئیں۔ چنانچہ دوپٹہ انہیں کے پاس بھیج دیا۔ (طبقات و اسد الغابہ)

---------۱۶---------

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا غلام قنبر آیا اور کہنے لگا یا امیر المومنین انک رجل لا تبقی لاھلک شیئا وان لاھل بیتک فی ھذا المال نصیبا" امیرالمومنین آپ کے گھر والوں کا بھی بیت المال میں حصہ ہے۔ لیکن آپ اپنے اہل و عیال کے لئے کچھ بھی نہیں رہنے دیتے۔ سب کچھ تقسیم کر دیتے ہیں۔ آج میں نے آپ کے لئے کچھ مخصوص کر لیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا کچھ سونا چاندی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ناخوش ہو کر فرمایا تجھ کو تیری ماں روئے تو نے میرے گھر میں آگ داخل کر دی ہے۔ اس کے بعد لوگوں کو بلا کر وزن کر کے حسب حصہ سب کو تقسیم کر دیا۔ (منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۵۷)

بہر حال ان بزرگوں نے اپنی آل و اولاد کے لئے کچھ خصوصیت یا عوام الناس سے کچھ امتیاز ہرگز جائز نہیں رکھا۔

---------۱۷---------

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی پھوپھی آپ کے پاس پہنچی' اور کہنے لگیں کہ

تمہارے چچا عبدالملک مجھے اتنا اتنا وظیفہ دیتے رہے پھر جب ولید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس نے مجھے اور زیادہ دیا۔ پھر جب ہمارے بھائی سلیمان بن عبدالملک خلیفہ ہوئے تو اس نے مجھے اور بھی زیادہ دیا لیکن جب تم خلیفہ ہوئے تو تم نے میرا وہ سارا وظیفہ بند کر دیا۔ فرمایا ٹھیک ہے وہ لوگ آپ کو مسلمانوں کے بیت المال سے بے تحاشہ دیتے تھے اور میں مسلمانوں کے بیت المال کو اپنا مال نہیں سمجھتا۔ اس لئے میں آپ کے لئے کوئی مخصوص وظیفہ بیت المال سے نہیں دے سکتا۔

(سیرت عمر بن عبدالعزیز لابن عبدالحکیم ص ۲۳)

---------۱۸---------

ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیز کا کوئی بچہ شہر کے دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ تمام لڑکوں نے آپس میں جھگڑا کر لیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے لڑکے کو کسی لڑکے نے زخمی کر دیا لوگ اس بچے کو پکڑ کر دارالخلافہ میں لے گئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے شور و غل سنا تو باہر نکلے۔ ماجرا معلوم کیا۔ ایک عورت گھبرائی ہوئی آئی جو لڑکے کی ماں تھی کہنے لگی یہ میرا بچہ ہے اور یہ یتیم ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا آپ گھبرائیں نہیں۔ پھر پوچھا اس کا وظیفہ جاری ہے یا نہیں۔ اس نے کہا رجسٹر میں اس کا نام درج نہیں ہے۔ آپ نے اہل کاروں کو حکم دیا کہ اس کا نام چھوٹے بچوں کے رجسٹر میں درج کر لیا جائے اوپر سے امیرالمومنین کی اہلیہ محترمہ نے اطلاع کرائی کہ جب سر پھوڑنے پر وظیفہ جاری ہو گا تو اور لوگ بھی آپ کے بچے کا سر پھوڑیں گے۔ فرمایا تم نے اس عورت کو گھبراہٹ میں ڈال دیا ہے۔ پھر وہ یتیم بھی ہے اس سے معلوم ہوا کہ دور خلافت میں اپنے بچوں سے زیادہ غرباء کے بچوں کا لحاظ مقدم رکھا گیا تھا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۲۰۲)

---------۱۹---------

بیت المال میں رقم کی فراوانی ہوئی تو عراق کے حاکموں نے جا بجا سے کثرت اموال کی اطلاع کی کہ اس رقم کو کہاں صرف کریں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا کہ اس رقم سے اپنے صوبہ اور اضلاع اور دیہات کے ان نوجوانوں کی شادی کر دو جو خرچ کی تنگی سے شادی کرنے سے مجبور ہوں چنانچہ تمام نوجوانوں کو شادی کا خرچ معہ رقم مہر وغیرہ دے دیا گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے نے بھی درخواست کی کہ مجھے بھی بیت المال سے مہر وغیرہ کی رقم دی جائے۔ اور میری شادی کے مصارف وغیرہ ادا کئے جائیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ رقم ان کے لئے ہے جن کے پاس ابھی کوئی عورت نہیں ہے۔ تمہاری تو ایک شادی ہو چکی ہے میں مسلمانوں کے بیت المال سے ایک اور عورت لانے اور عیش و عشرت اڑانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ خبردار آئندہ میرے پاس اس قسم کا خط ہرگز نہ لکھنا۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ مولفہ ابن عبدالحکم ص ۱۲۸)

آج کل اگر ایسی مدات میں گورنمنٹ رقم دینے لگے تو برسر اقتدار طبقہ اپنے بیٹوں عزیزوں کو سب سے پہلے یاد کرے گا اور نہ معلوم کتنی فرضی درخواستیں گذار کر روپے گھسیٹنے کا ایک موقع نکال لے گا۔

--------- ۲۰ ---------

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوست بلکہ یار غار عنبہ بن سعید تھے۔ ان کو سلیمان بن عبدالملک نے اپنے عہد خلافت میں بیس ہزار دینار کے عطیہ کا فرمان دیا تھا۔ خزانہ شاہی سے قبضہ نہیں کر سکے تھے کہ خلیفہ کا انتقال ہوا اور عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے۔ اب بغیر نئے فرمان کے خزانچی روپیہ نہیں دے سکتا تھا۔ اس لئے عنبہ بن سعید نے یہ سمجھ کر کہ وہ تو میرے دوست ہیں ابھی ان سے دستخط لئے لیتا ہوں۔ جب ان کے پاس پہنچے اور عرض حال کیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بیس ہزار اشرفی تو چار ہزار مسلمانوں کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔ میں ایسی زیادتی نہیں کر سکتا۔ آخر میں معذرت کر دی۔ "واللہ مالی الی ذالک من سبیل" یعنی خدا کی قسم میرے لئے اس میں کچھ گنجائش نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ کے دوست کہتے ہیں کہ امیر المومنین تو پھر آپ بڑی بڑی جاگیروں پر کیوں

قابض ہیں؟ فرمایا عزیز من! تم نے بطور طعنہ کہا ہے۔ لیکن یہ تمہارا احسان ہے کہ میں امور خلافت میں مشغول ہو کر جس چیز سے غافل تھا تم نے اسے یاد دلا دیا۔ فوراً غلام کو پکارا اور کہا میرا بکس لے آؤ اس میں خاندان عبدالعزیز یا عمر بن عبدالعزیز کے نام سے سابق خلیفہ کی طرف سے جتنے جاگیروں کے فرمان تھے۔ سب کو باہر نکالا اور ایک ایک کر کے دوست کے سامنے چاک کر دیا اور فرمایا یہ سب جاگیریں اب بیت المال کی ہیں۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ص ۵۷)

--------۲۱----------

اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے بچوں کو نہ کچھ جاگیر دی نہ کچھ رقم عنایت فرمائی بلکہ بیت المال کو جوڑ جوڑ کر صرف اس لئے منظم کیا کہ اس سے زیادہ سے زیادہ عوام مستفید ہوں۔ آپ کے انتقال کے وقت جب آپ کے اعزہ نے کہا "انک لتترک ولدک عالۃ علی الناس فاوص بھم لم تمولھم شیئا ولم تعطھم" آپ کے بچوں کی عیال داری کون کرے گا۔ کیونکہ ان کو آپ نے کچھ مال دیا اور نہ کوئی عطیہ جاگیر وغیرہ دیا ہے۔ تو ان کے بارے میں کچھ وصیت فرماتے جایئے۔ فرمایا "ان ولدی لھم اللہ الذی نزل الکتاب و ھو یتولی الصالحین" یعنی میرے بچوں کا والی اور محافظ خدا ہے جو صلحاء امت کا ہمیشہ سے والی و محافظ ہے۔ (احیاء العلوم جلد ۳ ص ۲۲۸، الامامتہ والسیاستہ جلد ۲ ص ۱۳، تہذیب الاسماء جلد ۲ ص ۲۴، البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۲۱۰)

--------۲۲----------

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب لوگوں نے مرض الموت میں آپ کی اولاد کا تذکرہ کر کے کہا "ترکتھم فقراء لا شیئی لھم" آپ اپنی اولاد کو فقیر بنا کر چھوڑے جا رہے ہیں۔ آپ نے اپنی تمام اولاد کو طلب فرمایا۔ یہ چودہ صاحبزادے تھے ان میں سے کوئی بھی بالغ نہ تھا۔ ان کو اس حال میں دیکھ کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آئے اور فرمانے لگے یا بنی واللہ لم اکن بالذی اخذ

اموال الناس فادفعھا الیکم میرے صاجزادو! میں نے تمہارا کوئی حق نہیں لیا ہے۔ اور یہ مجھ سے ممکن نہ تھا کہ بیت المال کا مال جس میں عام مسلمانوں کا حق ہے کسی ترکیب سے لے کر تمہیں دے دیتا۔ ان الفاظ کے بعد کہا میرے بچو اب مرے پاس سے جاؤ۔

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کے لکھنے کے بعد اس پر اپنا نوٹ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال فرمانے کے بعد ان کا ترکہ تقسیم ہوا تو ہر لڑکے کو صرف اٹھارہ درہم ملا۔ (ایک درہم چار آنے کا ہوتا ہے) اس حساب سے ہر بچہ کو ۵۰ / ۴ چار روپے پچاس پیسے ترکہ ملا۔ اب غور کرنا چاہئے کہ یہ اس شخص کا ترکہ ہے جو مشرق و مغرب اور بلاد اندلس کا بیک وقت حکمران تھا۔ اور جزائر قبرص اور شام کے علاقے طرسوس وغیرہ کے قلعے انتہاء یمن تک جس کے قبضہ اقتدار میں تھے۔

مقام عبرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ بنو امیہ کے ایک عالم کا چشم دید بیان نقل کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنی اولاد کو فقیر چھوڑ کر ان کو اللہ کے سپرد کر کے گئے۔ لیکن وہ اس قدر دولت مند نکلے کہ بعض کو میں نے خود دیکھا کہ وہ فی سبیل اللہ سو سو گھوڑے غازیوں کو دے رہے ہیں اور بعض خلفاء کو میں نے دیکھا کہ ان کی اولاد میں سے ہر ایک نے چھ چھ لاکھ دینار ترکہ میں حاصل کیا۔ مگر خدا نے جب ان کی حفاظت نہ کی تو چند گردشوں کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ لوگوں کے دروازوں پر پھر پھر کر سوال کر کے اپنی زندگی گزار رہے ہیں بلکہ ان میں سے بعض حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ان غریب بچوں سے مانگ رہے تھے جن کو باپ کے ترکہ سے برائے نام بھی نہ ملا تھا۔ لیکن خدا نے ان کو دولت مند کر دیا تھا۔ (السیاستہ الشرعیہ لابن تیمیہ ص ۵ والبدایہ والنھایہ لابن کثیر جلد ۹ ص ۲۱۰)

غیر مسلم رعایا اور معاہد ذمی کی حیثیت

اسلام کے مفتوح علاقوں میں جو غیر مسلم خلافت کے باج گذار آباد تھے خلفاء راشدین نے ان کے مال و جان و مذہب کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا اور ان کو ہر طرح کے حقوق و مراعات دیئے تھے۔ آج اقلیتوں کے ساتھ جو سلوک کیا جا رہا ہے اس کو خلافت راشدہ کی رعایا پروری و انسانیت نوازی کے نمونوں سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ مسلمانوں کے مفتوحہ و مملوکہ لاکھوں میل لمبے چوڑے علاقوں میں غیر مسلم محکوم اور باج گذار رعایا اس عیش و فراوانی اور کمال آزادی سے زندگی گذار رہی تھی کہ جس کی نظیر اب چشم فلک شاید دوبارہ نہیں دیکھ سکتی۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی سنئے۔ فرمایا "من قتل معاھدا لم یرح رائحۃ الجنۃ وان ریحھا لیوجد من مسیرۃ اربعین عاما" یعنی جس شخص نے کسی ذمی کو قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔ حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کے فاصلہ سے آتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "من اذی ذمیا فانا خصمہ ومن کنت انا خصمہ خصمتہ یوم القیمہ" یعنی جس شخص نے کسی ذمی کو ستایا تو میں اس کی حمایت میں لڑوں گا۔ اور جس سے میں لڑوں گا روز محشر اس پر غالب آؤں گا۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۲ ص ۲۹۵)

آنحضرت ﷺ ایک یہودی کے مقروض تھے۔ اس نے قبل از وقت مطالبہ کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "آج میں نہیں ادا کر سکتا اور ابھی وقت مقررہ بھی نہیں آیا

ہے۔ اس نے کہا جب تک ادا نہ ہو گا میں آپ کو جانے نہ دوں گا۔ صحابہؓ نے ملامت کرنا شروع کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "منعنی ربی ان اظلم معاھدا" یعنی خدا نے مجھے معاہد اور ذمی پر ظلم کرنے سے روکا ہے۔ خبردار اسے کچھ برا بھلا نہ کہو۔ یہودی نے آپکے طرز عمل کو دیکھ کر فوراً اسلام قبول کر لیا۔ (اصابہ جلد اول ص ۳۶۵)

ایک اور روایت میں ہے من ظلم معاھدا (او ذمیا) وکلفہ فوق طاقتہ فانا حجیجہ" یعنی جس کسی نے معاہد و ذمی شخص پر ظلم کیا یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالا تو میں اس کی طرف سے لڑوں گا۔ (مقدمہ الجرح و التعدیل ص ۲۰۱)

اسی طرح ارشاد گرامی "دمائھم کدمائنا" میں ذمی کے جان اور خون کو اپنے برابر محترم فرمایا گیا ہے اور اس کے خون کو مسلمانوں کے خون کے برابر ٹھہرایا گیا ہے۔ چنانچہ یہ صرف نظری اصول بن کر نہ رہا بلکہ خلفاء راشدین نے اس پر عمل بھی فرمایا۔

--------۲---------

فاروق اعظم کے دور خلافت میں ایک واقعہ اسی قسم کا پیش آیا کہ ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے والی حیرہ کے نام فرمان بھیجا کہ مسلمان قاتل کو مقتول کے ورثاء کے سپرد کر دو۔ خواہ وہ قتل کر دیں یا معاف کر دیں۔ والی نے اس مسلمان قاتل کو حراست میں لے کر مقتول کے ورثاء کے حوالہ کر دیا۔ مقتول کا وارث جس کا نام حنین تھا' اس نے قاتل کو بے دریغ قتل کر دیا۔ (نصب الرایہ للزیلعی جلد ۳ ص ۳۳۷)

--------۳---------

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسلمان قاتل کو مقتول کے ورثاء کے سامنے قصاص کے لئے پیش فرمایا اور تلوار اس کے حوالہ فرما دی اور حکم دیا کہ اپنے مقتول عزیز کا بدلہ لے لو اور اسی تلوار

سے اس کی گردن اڑا دو۔ (احکام القرآن لابی بکر الجصاص الرازی جلد اول ص ۱۶۴)

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ایسا میں نے اس لئے کیا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ ہماری حکومت کے غیر مسلم باشندوں کا خون بھی مسلمانوں کے خون کے برابر ہے۔ بلا شبہ خلافت راشدہ کے مبارک دور میں مسلم و غیر مسلم کا خون برابر تھا۔ لیکن آج کے نام نہاد جمہوری دور میں زبان و تہذیب تک کے معاملہ میں تنگ نظر کا ثبوت دیا جا رہا ہے۔

ذمی کا مالی نقصان گوارہ نہ تھا: جس طرح غیر مسلم محکوم رعایا کی جان کی حفاظت خلافت راشدہ کے مبارک دور میں ہو رہی تھی۔ اسی طرح ان کے مال و متاع کی بھی حفاظت خلیفہ وقت کے ذمہ تھی اور اس کا اثر تمام صحابہ کی جماعت پر تھا۔ ان کے حقوق کی حق تلفی اور مالی نقصان کسی طرح گوارہ نہ تھا۔ چند مثالیں اس سلسلہ میں ملاحظہ ہوں۔

--------- ۴ ---------

علامہ ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقام جابیہ میں فروکش تھے۔ ایک ذمی شخص شکایت لے کر حاضر ہوا کہ آپ کے فوجی میرے باغ میں دست اندازی کر کے انگور توڑ کر کھا رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً اٹھے اور موقع پر پہنچ کر دیکھا کہ ایک سپاہی کے ہاتھ میں انگور ہیں۔ فرمایا تم ایسی حرکت کس طرح کر رہے ہو؟ جواب دیا "ہم نے شوق سے نہیں بلکہ بھوک کی بے تابی و بے قراری میں ایسا مجبوراً کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باغ والے ذمی سے معاوضہ پوچھا۔ جو کچھ اس نے نقصان کا معاوضہ طلب کیا آپ نے اسی وقت ادا فرما دیا۔ (کتاب الاموال ص ۱۵۱)

--------- ۵ ---------

ایک بار اسی طرح ایک ذمی کاشتکار غیر مسلم رعایا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ جب اسلامی فوج ہمارے گاؤں سے گذرنے لگی تو اس نے میرے کھیت ہی سے راستہ نکال کر میری کھیتی کو بری طرح روند کر خراب کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

اس کا معاوضہ معلوم کیا۔ اس نے دس ہزار درہم بتلایا۔ آپ نے اسی وقت فی الفور دس ہزار درہم بطور تاوان ادا فرمایا۔ راوی کے الفاظ یہ ہیں "فعوضہ عشرۃ الاف" (کتاب الخراج ص ۱۴۳)

---------۶---------

اسلام سے پہلے یہ دستور عام تھا کہ فوج جب راستہ سے گذرتی تو راستہ کے سامان، باغات کے پھل، جو کچھ سپاہیوں کو نظر آتا۔ سپاہی اسے لوٹ لیتے۔ اسلام نے اس قسم کے ناجائز استعمال سے سخت ممانعت کی ہے۔ چنانچہ کبھی ایسے اضطراری و ہنگامی واقعات پیش آ جاتے تو حکومت اسلامیہ اس کا پورا پورا معاوضہ ادا کرتی۔ یہ تو خلافت راشدہ کا دور تھا۔ ۱۹۱۲ء میں جب بلقان کی ریاستوں نے ترکوں کے خلاف جنگ کی تھی۔ تو ایک بار ترکی سپاہیوں کے پاس ذخیرہ اور رسد ختم ہو گیا۔ تو ترک سپہ سالار کے حکم سے ترکوں کی معاہد رعایا یعنی ذمیوں کا مال و غلہ جنگی ضروریات و ہنگامی حالات کے تحت وصول کیا گیا۔ اس موقعہ پر ترکی کے مفتی اسلام نے اس کی حرمت کا فتویٰ دے دیا۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے محاصرہ ادرنہ کے عنوان سے لکھا ہے

لیکن فقیہ شہر نے جس دم سنی یہ بات
گرما کے مثل صاعقہ طور ہو گیا
ذمی کا مال لشکر مسلم پہ ہے حرام
فتویٰ تمام شہر میں مشہور ہو گیا
چھوتی نہ تھی یہود و نصاریٰ کا مال فوج
مسلم خدا کے حکم سے مجبور ہو گیا

(بانگ درا ص ۲۴۲)

ایک عجیب و نادر انصاف و احسان: امام نووی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تمام دفاتر میں یہ حکم نامہ روانہ کیا تھا "انظروا الی کل جور جارہ من قبل من حق مسلم اومعاھد فاردہ الیہ" یعنی دیکھو اگلے خلفاء

کے دور میں کسی مسلمان یا ذمی پر ظلم ہوا ہو تو میں اس وقت کے نقصانات کی بھی تلافی کروں گا۔

حضرت ابو الزناد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ عراق میں ہم نے اس قدر مالی تاوان ادا کیا کہ عراق کا بیت المال ختم ہو گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مملکت شام سے ہمارے پاس مزید مال بھیجا تو ہم سب کے سابقہ حقوق ادا کر سکے۔ (تہذیب الاسماء جلد ۲ ص ۲ سیرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۲۹)

---------- ۷ ----------

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مقام حمص سے ایک ذمی حاضر ہوا اور اس نے کہا میری زمین عباس بن ولید بن عبدالملک نے زبردستی لے لی ہے۔ اتفاقاً ابن عبدالملک اسی جگہ موجود تھے۔ انہوں نے جواب دیا یہ زمین مجھے ولید بن عبدالملک نے اپنے عہد خلافت میں مرحمت فرمائی ہے۔ اور میرے پاس اس کا باقاعدہ فرمان موجود ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ اب کیا چاہتے ہو۔ ان کے پاس تو اس کی ملکیت کا پروانہ بھی موجود ہے۔ اس نے کہا اے امیر المومنین! میرا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق فرما دیجئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا اللہ کی کتاب کا فیصلہ بلاشبہ ولید کے فیصلہ سے اہم تر ہے اور وہی لائق اتباع ہے۔ یہ کہہ کر عباس ابن ولید سے فرمایا جاؤ اس کی زمین واپس کر دو۔ (صفوۃ الصفوہ جلد ۲ ص ۶۵ البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۲۱۳)

---------- ۸ ----------

علامہ ابو عبید قاسم بن سلام نے صحابہ کرام کے چند واقعات کو نقل کیا ہے کہ وہ کس طرح ذمیوں کے مالی حقوق کا احترام کرتے تھے۔ لکھتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک مسلمان فوجی سے فرمایا کہ کسی غیر مسلم معاہد و ذمی رعایا کو ایک ادنیٰ چیز حتیٰ کہ ایک سوئی کے برابر بھی نقصان نہ پہنچاؤ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کے ساتھ کچھ لوگ ذمیوں کی سر زمین میں ہم سفر

تھے۔ رات کو ایک ذمی کے باغیچہ میں ٹھیرنے کا اتفاق ہوا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام سپاہیوں سے فرمایا کہ اگر مسلمان ہو کر خدا سے ملنے کی آرزو ہے تو خبردار باغ کے پھلوں کا نقصان نہ کرنا۔ حضرت سعد اور ان کے ساتھ تمام فوجی رات بھر بھوکے رہ گئے مگر باغ کا ایک پھل بھی نہ توڑا۔

---------۹---------

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مقام نہاوند میں تھے۔ ایک آدمی کو دیکھا کہ اونٹ پر پھل رکھے ہوئے ہے اور ہر آنے جانے والے کو تقسیم کر رہا ہے۔ قرینہ سے سمجھا کہ ذمیوں کے باغ سے پھل توڑ کر لایا ہے۔ آپ نے اس کو سخت برا بھلا کہا اس نے لاعلمی میں سخت جواب دیا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ یہ سلمان فارسی ہیں تو اپنے غلط فعل اور درشت کلامی پر سخت نادم ہوا اور معذرت خواہ ہوا۔

---------۱۰---------

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ جب ذمیوں کی کسی آبادی اور کسی گاؤں میں تشریف لے جاتے تو صرف ان کے چشموں کا پانی پیتے اور ان کے سایہ دار درختوں کے سایہ میں آرام کرتے اور جانور کو عام چرنے والے میدان میں چرنے کے لئے چھوڑ دیتے اور رخصت ہوتے وقت ان کو کچھ پیسے بھی دے دیتے۔

---------۱۱---------

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے۔ ذمیوں کے علاقے میں ایک نہر کے کنارے مسواک کا ایک درخت تھا۔ غلام کو حکم دیا کہ ایک مسواک لے آؤ۔ غلام جانے لگا تو پھر کچھ سوچ کر اسے واپس بلا لیا اور فرمایا بلا قیمت مجھے گوارہ نہیں اگرچہ یہ درخت اس وقت گیلا ہے اور اس کی کوئی خاص قیمت نہیں لیکن جب یہ خشک ہو گا تو یہ لکڑی جلانے وغیرہ کے کام آئے گی۔ مذکورہ بالا واقعات کتاب الاموال میں موجود ہیں۔ (کتاب الاموال ص ۱۵۰-۱۵۱)

ان واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب ارشاد صحابہ

کرام و خلفاء راشدین کو ذمیوں کی رعایت خاطر اور ان کے اموال کا تحفظ غایت درجہ ملحوظ تھا۔

ذمی ضعفاء و مساکین کی امداد غیر مسلم ذمی رعایا کے لئے اگرچہ جزیہ لازم تھا یعنی جان و مال کا حفاظتی ٹیکس ان پر عائد تھا۔ لیکن جب یہ بے سہارا ہو جائیں اور مال و متاع نہ رہے یا کمزور و بوڑھے ہو جائیں۔ بھیک مانگنے کی نوبت آ جائے۔ تو کیا اب بھی حکومت اسلامیہ ان سے ٹیکس وصول کرے گی؟ ہرگز نہیں۔ حاشا و کلا بلکہ خود حکومت اسلامیہ ان کی پرورش کا انتظام کرے گی۔ ذیل کے واقعات اس پر شاہد عدل ہیں۔

--------- ۱۲ ---------

ایک بار حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک جگہ سے گذر رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک نابینا بوڑھا بھیک مانگ رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا بازو پکڑ کر پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا یہودی ہوں۔ آپ نے بھیک مانگنے کا سبب دریافت کیا۔ اس نے کہا "الجزیۃ والحاجۃ" یعنی جزیہ اور معاشی ضروریات نے مجبور کر دیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے جا کر کچھ دیا پھر بیت المال میں لے جا کر خزانچی کو حکم دیا "انظر ھذا واضربائہ" یعنی یہ اور اس قسم کے دوسرے حاجت مندوں کی تفتیش کرو۔ یہ انصاف نہ ہو گا کہ ہم نے جوانی میں ان سے فائدہ اٹھایا اور اب بڑھاپے میں ان کو ہم بھول جائیں۔ الغرض اس کا اور اس قسم کے دوسرے معذورین کا بیت المال سے وظیفہ جاری ہو گیا اور ان سے جزیہ ساقط ہو گیا۔ (کتاب الخراج ص ۱۵۱ و منتخب کنز العمال جلد ۲ ص ۳۰۹)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اللہ یثیب علی طعام الفاسق والذمی" یعنی اللہ تعالیٰ مسلم فاسق اور غیر مسلم ذمی کے کھلانے پر بھی ثواب دیتے ہیں۔ (السیاسۃ الشرعیہ)

--------- ۱۳ ---------

اسی طرح خلافت صدیقی میں جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ذریعہ فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تو مقام حیرہ سے ساٹھ ہزار کا جزیہ وصول ہوا۔ جزیہ دینے والوں کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے شرائط میں ان باتوں کو بھی لکھا کہ تم میں سے جو مالدار کبھی ایسا فقیر ہو جائے کہ لوگوں کے صدقات کا محتاج ہو جائے یا کسی آفت میں اس کا مال تلف ہو جائے یا کوئی شخص اس قدر بوڑھا ہو جائے کہ کام کرنے کے قابل نہ رہ جائے تو اس کا جزیہ معاف ہو جائے گا اور بیت المال سے ان کو گذارہ دیا جائے گا۔ آخری الفاظ یہ ہیں "فاطرحت جزیتہ وغیل من بیت مال المسلمین" (کتاب الخراج ص ۱۴۷)

کیا آج کی مہذب دنیا ایسی بے تعصبی اور رعایا پروری کی مثال پیش کر سکتی ہے؟

---------- ۱۴ ----------

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور خلافت میں عدی ابن ارطاۃ والی بصرہ کو لکھا کہ اہل ذمہ سے خراج وصول کرنے میں شفقت اور نرمی سے کام لو اور ان میں سے کوئی شخص مفلس یا معذور یا بوڑھا ہو جائے اور اس کے پاس دولت کے حصول کا کوئی ذریعہ نہ رہ جائے تو تم پر بیت المال سے اس کے پورے مصارف کا انتظام لازم ہے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۸۰)

---------- ۱۵ ----------

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ ہارون رشید کے لئے دستور سلطنت میں لکھا ہے کہ ذمیوں میں جو لوگ بے کار و مسکین اور بے روزگار و اندھے ہو جائیں یا کمزور و ناکارہ اور بوڑھے ہو جائیں تو ان سے کچھ خراج و جزیہ نہ لیا جائے۔

(کتاب الخراج ص ۱۳۶)

غرض کہ خلفائے اسلام نے ذمیوں اور غیر مسلم رعایا کے ساتھ جس طرح لطف و کرم اور رحمدلی کا سلوک کیا آج تو اس طرح کا سلوک مسلمان مسلمان سے نہیں کر سکتا اور نہ بھائی بھائی سے کرتا ہے۔

ذمی کاشتکار کو بلاسودی قرضہ آج حکومت کاشتکاروں کے سدھار کے لئے بیج وغیرہ کی سوسائٹی کھول کر سودی قرضہ پر کھیتی کے آلات زراعت اور بیج وغیرہ تقسیم کرتی ہے لیکن خلافت راشدہ میں یہ بات نہ تھی بلکہ وہ غیر مسلم رعایا کو ہر ضرورت و ہر چیز کے لئے بلا سود رقم دیتی تھی۔

---------ا---------

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عراق' کوفہ اور بصرہ کے حکام کے نام فرمان بھیجا کہ بیت المال کی رقم سے ان غیر مسلم رعایا کی امداد کرو جو ہمیں جزیہ دیتے ہیں اور کسی تنگی و پریشانی کے سبب اپنی زمینوں کو آباد نہیں کر سکتے' تو ان کو ان کی ضرورت کے مطابق قرض دو تا کہ وہ زمین کے آباد کرنے کا سامان کر لیں۔ بیل خرید لیں اور تخم ریزی کا انتظام کر لیں اور یہ بھی بتا دو کہ ہم اس قرض کو اس سال نہیں لیں گے بلکہ سال دو سال بعد لیں گے تا کہ وہ اچھی طرح اپنا کام سنبھال لیں۔ (کتاب الاموال ص۲۵۱ و سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۶۷)

ذمیوں کے ساتھ مراعات ذمیوں کے ساتھ یوں تو ہر طرح کی مراعات برتی گئی۔ مگر سود خوری کو ناجائز ٹھہرایا کیوں کہ اس کے مضرات بڑے ہی دور رس اور ہمہ گیر ہوتے ہیں۔ اسی لئے قرآن میں ارشاد ہے "احل البیع وحرم الربوا" یعنی خدا نے خرید و فروخت اور تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام ٹھہرایا ہے۔ سود یا بیاج عموماً کاشتکار پیشہ کو دیتے تھے۔ مہاجن ان کو ایک مدت تک کے لئے رقم دیتا اور وقت مقررہ پر اگر رقم ادا نہ ہو سکتی تو مدت رقم میں مہاجن پھر اضافہ کر دیتا نتیجہ یہ ہوتا کہ زمینداروں کی زمین بھاری قرض و سود کے جنجال میں پھنس کر نکل جاتی۔ یہ بے چارے اپنی زمینوں سے سود کی لعنت کے سبب بے دخل کئے جاتے۔ سود کا دوسرا ضرر یہ بھی ہے کہ جب سود خور کو اپنے روپیہ کے عوض زائد روپیہ حاصل ہونے لگے گا تو وہ مشقت طلب صنعتوں سے دور رہے گا۔ کیونکہ اس کو تو آسان ذریعہ (سود) سے روزی حاصل ہو رہی ہے تو وہ پھر صنعت و حرفت میں زائد مشقت

کیوں اٹھائے۔ تیسرا ضرر یہ ہے کہ سودی قرض لوگوں کی نیک نامی اور شہرت کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ چوتھی مضرت یہ ہے کہ سودی سلسلہ کی وجہ سے آپس میں نیکی اور احسان مندی کے جذبات فنا ہو جاتے ہیں۔ پانچویں مضرت یہ ہے کہ جو مفلس سود خور سے سودی روپیہ لاتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ سود خوار سود کے نام سے ان کی ساری دولت لوٹ رہا ہے تو ان کو ہزاروں لعنت اور بد دعا بھیجتے ہیں۔

چھٹی مضرت یہ ہے کہ لالچی اور چور اور ظالم و حاکم سود خوار کی دولت پر نظر رکھتے ہیں۔ اور طرح طرح سے اس کے حاصل کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اس ظالم کو لوٹ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ درحقیقت یہ اس کی دولت نہیں۔ بلکہ اس نے دوسروں سے سود کے ذریعہ حاصل کیا ہے اور اس طرح معاشرہ میں ایک لوٹ مار کا لامتناہی سلسلہ چل پڑتا ہے۔ (صدق من قال)

منعم موذی کی دولت اہل حاجت لوٹ لیں
جس طرح لوٹا گیا ہے شہد کو زنبور سے

سود معاشرہ کا ایسا ناسور ہے جس کے ذریعہ پوری قوم کی دولت سمٹ کر چند جابروں کے قبضے میں آ جاتی ہے اور پوری قوم فقیر و محتاج ہو کر رہ جاتی ہے۔

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگ مفاجات

(اقبالؒ)

بھلا اسلام معاشرے کے ایسے ناسور کو کیوں باقی رہنے دیتا۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے نجران والوں سے صلح کے وقت یہ شرط بھی لگا دی تھی کہ وہ نہ سود کھائیں گے اور نہ سودی کاروبار کریں گے۔ (کتاب الاموال ص ۱۸۷)

مزید یہ بھی فرمایا کہ اگر تم نے آئندہ کبھی سودی کاروبار کیا تو میری ضمانت سے خارج ہو جاؤ گے۔ (فتوح البلدان للبلاذری ص ٦٦)

اگر نجرانی عیسائی ربوا کا کاروبار کرتے رہتے تو ان کے پڑوس کے رہنے والے

مسلمان اہل یمن کے لئے بھی خطرہ تھا کہ وہ بھی ان کے ساتھ شریک ہو کر سودی لین دین کرنے لگیں گے۔ (اشہر مشاہیر الاسلام ص ۱۰۲)

اس لئے حضور ﷺ نے قطعی طور پر سود کی ممانعت کر دی اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے دور خلافت میں معلوم ہوا کہ وہ لوگ معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے سودی کاروبار کرنے لگے ہیں تو آپ نے ان کو جلا وطن کر دیا۔ لیکن اہل نجران سے کہا کہ تم جو چاہو لے جاؤ اور جس چیز کو فروخت کرنا چاہو کر دو۔ ہمارا عامل معقول قیمت ادا کر کے خرید لے گا۔ آپ نے عامل نجران کو حکم دیا "خیرھم من ارضھم فی ای ارض شاوا امن بلاد الاسلام" یعنی ان کو اختیار دے دو کہ بلاد عرب اور مفتوحات اسلام میں اپنی اراضی کا عوض جہاں چاہیں لے لیں۔

(کتاب الاموال ص ۱۸۹ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۲۰۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذمیوں کے ساتھ کسی معاملہ میں کچھ ظلم نہیں فرمایا۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے حسب وصیت خود اپنے انتقال کے موقعہ پر بھی وصیت کی تھی کہ اے مہاجرین و انصار اہل ذمہ کے ساتھ ہمیشہ بہتر سلوک رکھنا۔

ایک عظیم احسان حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سود خوار قوموں کو نکالا جنہوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی بھی کی تھی لیکن ان کو بے کار و پریشان نہیں کیا بلکہ ہر زمین کے عوض ان کو منتخب زمینوں کے حاصل کر لینے کا اختیار دیا۔ اس کے بر خلاف گذشتہ جنگ عظیم میں جرمنی نے بیسویں صدی کے اس مہذب اور روشن دور میں یہودیوں کو سود خوری کی بناء پر جلا وطن کر دیا۔ اسی طرح انگلستان سے بھی یہودیوں کو سود خوری کے جرم میں جلا وطن کیا گیا مگر ان کو کوئی وطن کوئی زمین اس کے عوض نہیں دی گئی۔ اسلام کا یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے جب جلا وطن کیا تو ان کو معیشت سے بہرہ ور ہونے کا بھی انتظام کر دیا۔

مزید رعایت و عنایت اہل نجران کو جلا وطن کرنے کے بعد جب ان کو اپنے حسب منشاء اسلامی بلاد میں آباد ہونے کا موقع دیا گیا تو کچھ لوگ عراق کے شہر کوفہ میں

جا بسے۔ ہر دور میں خلفاء اسلام نے ان کی حفاظت کی اور ان کے ساتھ رعایت کرتے رہے ایک بار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ان نو آباد نجرانیوں کی شکایت پہنچی کہ یہاں کے کسانوں نے ہماری زمین پر قبضہ کر لیا۔ ہمارے پاس اب زمین کم رہ گئی ہے۔ اس لئے ہمارے جزیہ میں کمی کر دی جائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حالات کا جائزہ لے کر دو سو حلہ ان کے جزیہ میں کم کر دیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید بن معاویہ کا زمانہ آیا تو مزید زمینوں کی کمی کی شکایت پہنچی۔ انہوں نے مزید دو سو حلہ کم کر دیا۔ اس طرح چار سو حلے معاف ہو گئے۔ بنی امیہ کے دور میں حجاج نے معاف شدہ مزید دو سو حلوں کا بار ان کے سر ڈال دیا۔ لیکن جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا زمانہ آیا اور ان کے پاس شکایت پہنچی تو آپ نے حساب لگا کر دو سو حلہ ان کے جزیہ سے ساقط کر دیا۔

پھر جب یوسف ابن عمر عامل عراق نے حجاج کی اتباع میں دو سو حلہ کا بار ڈالا تو اس کی شکایت عباسیہ کے عہد حکومت میں ابوالعباس سفاح تک پہنچی تو اس نے فی الفور دو سو حلہ ساقط کر دیا۔ پھر ہارون رشید کے دور میں عمال کی زیادتی کی شکایت ہوئی تو ہارون رشید نے حکم دیا کہ یہ لوگ اپنا حلہ براہ راست مرکزی بیت المال میں جمع کرا دیا کریں اور عمال کی ظلم و زیادتی کا سرے سے کوئی سوال ہی نہ رہ جائے۔ چنانچہ اسی پر تعامل رہ گیا۔ (اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۲۰۳)

ازالہ شبہات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس طرح اہل ذمہ کے معاملہ میں انصاف کیا اور عدل و احسان کی تاکید فرمائی۔ زمانہ کی ستم ظریفی دیکھئے کہ انہی کی طرف بعض ایسے امور منسوب کر دیئے گئے جو اہل جزیہ کی تکلیف کے باعث کہے جا سکتے ہیں۔ مثلاً بعض راویوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ذمیوں کی گردن پر ان کی پہچان کے لئے ایک مہر لگواتے تھے دوسرے یہ کہ وہ صلیب لے کر نہیں نکل سکتے تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اور اس طرح کے سارے الزامات ناقابل اعتناء ہیں۔ ائمہ حدیث نے ان تمام روایات کو موضوع ٹھہرایا ہے۔ امام شوکانی نے نیل الاوطار میں

دونوں روایتوں کو ضعیف قرار دیا ہے۔ البتہ ابن الجوزی نے ان دونوں خبروں کو نقل کیااور بلا تنقید گذر گئے۔ یہ محض سہل انگاری ہے جو انتہائی حیرت انگیز ہے۔

(اشہر مشاہیر الاسلام جلد دوم ص ۲۹۰)

قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج میں ایسے نصوص کو نقل فرمایا ہے جس میں ذمیوں کو حسب منشاء شہر کے باہر صلیب نکالنے کی اجازت دی گئی ہے۔

(کتاب الخراج ص ۱۴۱)

ذمیوں کے ساتھ معاملات خراج میں سہولت و رعایت اس سلسلہ میں خلفاء راشدین کا یہ طریقہ بھی دیکھئے کہ انہوں نے کس طرح رعایا پروری کا اعلیٰ نمونہ قائم کیا ہے اور خراج کے تحصیل میں کس قدر مراعات سے کام لیا ہے۔

---------- ۱ ---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ہدایت کی کہ ذمی کاشتکاروں کے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہونے پائے ورنہ آخرت میں وہ ہمارا گریبان پکڑیں گے۔ ہر حاکم خدا کے سامنے اپنی رعیت کی فلاح و بہبود کا ذمہ دار ہے خبردار وصولی لگان میں کبھی ان کی کوئی چیز نیلام نہ کرنا۔ ان کی کھیتی کا تخمینہ ایمان دار لوگ کریں۔ (حضرت عمر کے سرکاری خطوط ص ۳۶۴ بحوالہ لطائف الاخبار)

---------- ۲ ---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ بن یمان کو دجلہ اور عثمان بن حنیف کو فرات کے کنارے کی زمینوں پر خراج وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ جب وہ خراج کی ایک معقول رقم لے کر آئے تو آپ نے دونوں صاحبوں کو مخاطب کر کے فرمایا "لعلکم حملتم الارض مالا تطیق" یعنی تم نے شاید کاشتکاروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈال دیا ہے۔ ایک صاحب نے جواب دیا "لقد ترکت فضلا" یعنی بہت معمولی شرح لگان تجویز کیا ہے۔ اور ان کے لئے رعایت کے ساتھ بہت زیادہ چھوڑ دیا ہے۔ دوسرے صاحب نے جواب دیا "لقد ترکت الضعف"

یعنی میں نے اتنا ہی لگان وصول کیا ہے اور اس کا دو چند چھوڑ دیا ہے۔ (کتاب الخراج ص ۴۲ و سیرت عمرؓ ص ۱۰۰ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۲۲۰)

---------۳---------

اسی طرح حضرت عثمانؓ نے فرمایا "واللہ ماحملت علی مصر من الامصار فضلا ولقد اردد تہ علیہم" یعنی خدا کی قسم میں نے کسی شہر پر کوئی نیا بار نہیں ڈالا ہے اور جو کچھ وصول ہوا ہے وہ بھی رفاہ عامہ کے کاموں میں انہی پر خرچ کیا گیا ہے۔ کیا دنیا اس کی مثال پیش کر سکتی ہے؟ (طبری ص ۱۵۳)

وصولی خراج میں سزا دینے سے اجتناب ایک بار حضرت عمرؓ کے پاس جزیہ کی ایک بڑی رقم آئی۔ حضرت عمرؓ نے وصول کرنے والوں سے پوچھا کہ اس قدر زیادہ مال لائے ہو۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ لوگوں کو تکلیف پہنچا کر وصول کیا گیا ہو؟ جواب دیا کہ ہم نے ذرہ برابر بھی تکلیف نہیں دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے پھر صراحت کے ساتھ پوچھا "بلا سوط و لا لغط قالوا نعم" یعنی تم نے کوڑے کی سزا یا لٹکانے باندھنے کی سزا تو نہیں دی؟ عمال نے جواب دیا اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔ (کتاب الاموال ص ۴۳)

اسی طرح بحرین سے حضرت ابو ہریرہؓ پانچ لاکھ کی رقم لے کر آئے تو پوچھا کہ یہ رقم رعایا کو پریشانی اور تنگی میں ڈال کر تو نہیں وصول کی گئی ہے؟ انہوں نے کہا ہر شخص نے بطیب خاطر دیا ہے۔ (کتاب الخراج ص ۵۵)

اہل علاقہ سے عدم تشدد کی شہادت حضرت عمرؓ کے پاس جب سواد عراق سے خراج وصول ہو کر آیا چونکہ یہ دس کروڑ روپیہ کی خطیر رقم تھی۔ اسلئے عراق کے دو مشہور شہر کوفہ و بصرہ سے دس دس آدمیوں کا وفد بلایا اور انہوں نے چار چار مرتبہ قسمیں کھا کر یہ شہادت دی "انہ من طیب مافیہ ظلم مسلم ولا معاھد" یعنی جو کچھ وصول کیا گیا ہے وہ برضا و رغبت وصول کیا گیا ہے اس میں نہ کسی مسلمان پر زیادتی ہوئی ہے اور نہ کسی ذمی پر۔ (کتاب الخراج ص ۱۳۷ و اشہر مشاہیر

الاسلام جلد اول ص ۲۲۰)

اسی طرح مصر کے تحصیل داروں سے حلف لیتے کہ وصولی پر کچھ تعدی و زیادتی تو نہیں ہو گئی ہے پھر مزید اطمینان کے لئے مصر کے کاشتکاروں سے اس کی تصدیق حاصل کرتے۔

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کی زمین اور وہاں کے حالات معلوم کرنے کے لئے عامل عراق کے نام یہ خط لکھا کہ وہاں سے سمجھ دار اور باخبر آدمیوں کو میرے پاس مدینہ بھیجو کہ میں وہاں کے حالات ان سے دریافت کروں۔ (الاستیعاب جلد ثانی ص ۱۱۸ و سیرت عمر لابن الجوزی ص ۵۰)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اسی طرح کا حکم تمام امراء کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا کہ اپنے اپنے علاقوں سے سمجھدار اور منتخب آدمیوں کو بھیجو تا کہ میں بذات خود حالات کی تفتیش کروں۔ (الاصابہ جلد ثانی ص ۵۳۳)

ان تمام تصریحات سے واضح ہے کہ خلفاء کرام کو اپنی رعایا کی خوشحالی و اطمینان کا کس قدر اہتمام تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک عامل سعید ابن عامر رضی اللہ عنہ والی شام دارالخلافہ میں حاضر ہوئے تو ان سے باز پرس کی کہ تم مال گذاری کی رقم بھیجنے میں دیر کیوں کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ کا حکم تھا کہ وصولی لگان میں نرمی سے کام لیا جائے۔ اس لیے میں خراج کی وصولی کے لیے ان کو غلہ کے پیدا ہو جانے تک مہلت دیا کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی اس رعایت کو اس قدر پسند فرمایا کہ ان سے کہہ دیا "لا عزلتک ماحییت" میں تم کو اپنی زندگی بھر اس عہدہ سے برطرف نہیں کروں گا۔" (کتاب الاموال ص ۴۴)

ایک بار حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصر کا خراج روانہ کرنے میں دیر کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ مجھے تعجب ہے کہ میری تاکید کے باوجود تم نے مصر کا خراج ابھی تک نہیں روانہ کیا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "ان اھل الارض استنظرونی الی ان تدرک غلتھم کان الرفق بھم خیرا" یعنی

زمین کے کاشتکاروں نے خراج کی ادائیگی میں مہلت طلب کر لی تو میں نے اس قدر ان کو سہولت دے دی کہ ان کا غلہ پک جائے تو غلہ فروخت کر کے خراج ادا کریں گے۔ (اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول جز ۳ ص ۶۱۳)

خراج میں عدم تشدد حکیم بن حزام کا بیان ہے کہ ملک شام میں فلسطین کے اندر میرا گذر ہوا تو دیکھا کچھ آدمی دھوپ میں الگ الگ کھڑے کر دیئے گئے ہیں تو میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا ان پر سلطنت کی رقم (خراج) باقی ہے۔ میں نے کہا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص دنیا میں لوگوں کو عذاب میں مبتلا کرے گا' اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن عذاب میں مبتلا کرے گا۔ پھر میں عامل فلسطین عمر بن سعد کے پاس پہنچا اور اسی حدیث کو ان سے بیان کیا۔ انہوں نے فی الفور لوگوں کو سزا سے بری کر دیا۔ (مسند احمد جلد ۳ ص ۴۰۲)

---------۲---------

اسی طرح ہشام بن حکیم بن حزام کا بیان ہے کہ انہوں نے حمص میں دیکھا کہ قوم نبط کے کچھ افراد جزیہ نہ ادا کر سکنے کے سبب دھوپ میں کھڑے کئے گئے ہیں تو والی حمص عیاض بن غنم سے انہوں نے فرمایا کہ عیاض! یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ دنیوی عذاب دینے والوں کو آخرت میں ایسا ہی عذاب دیا جائے گا۔

(تہذیب الاسماء للنووی جلد ثانی ص ۱۳۷)

---------۳---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال کو حکم دے رکھا تھا کہ اگر اہل خراج کسی وقت کسی مجبوری سے لگان نہ دے سکیں تو ان کو مہلت دی جائے تا آنکہ وہ بہ سہولت ادا کرنے پر قادر ہو جائیں۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ملک شام سے واپسی میں دیکھا کہ کچھ آدمی دھوپ میں کھڑے ہیں حضرت عمر نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ خراج و جزیہ نہ ادا کرنے پر سزا دی جا رہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیوں نہیں ادا کرتے؟ معلوم ہوا کہ وہ اس وقت ادا کرنے سے معذور ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا

"دعوھم لا تکلفون ما لا یطیقون" یعنی ان کو چھوڑ دو ان کی طاقت سے زیادہ ان کو تکلیف نہ دو پھر حکم دیا کہ ان کو اسی وقت سزا سے بری کر دو۔ (کتاب الاموال ص ۴۳ و کتاب الخراج ص ۱۵۰)

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شام کے مشہور مقام عکبراء کے عامل کو اہل خراج کے سامنے سختی سے یہ حکم دیا کہ تم کو خراج کا ایک ایک حبہ سختی سے وصول کرنا لازم ہے۔ پھر فرمایا "رح الی عند الظھر" یعنی ظہور کے وقت مجھ سے مل لینا۔ جب عامل حاضر ہوا تو فرمایا خراج تو وصول کرنا ہے لیکن کسی کو سزا نہ دینا۔ "ولا تضربن احدا منھم سوطا واحدا فی درھم ولا تقمہ علی رجلہ" یعنی نہ تو کسی کو کوڑا مارنا اور نہ کسی کو ایک پاؤں پر کھڑے رہنے کی سزا دینا۔ (کتاب الخراج ص ۱۸)

-------۵---------

ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس عدی ابن ارطاۃ گورنر بصرہ نے خط لکھا کہ یہاں کے لوگ سرکاری خراج اس وقت تک نہیں ادا کرتے جب تک کہ ان لوگوں کو کچھ اذیت نہ دی جائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ سخت تعجب کی بات ہے کہ تم مجھ سے انسانوں کے عذاب دینے کے بارے میں اجازت کے طالب ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں تمہارے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ کے عذاب کے مقابلہ میں ڈھال ہوں اور گویا میری رضامندی تم کو عذاب الٰہی سے نجات دلا دے گی۔ جس وقت تم کو میرا یہ خط ملے اس وقت تم یہ کرو کہ جو شخص اپنے ذمہ کا خراج دے دے اس کو لے لو ورنہ اس سے قسم لے کر چھوڑ دو۔ (کتاب الخراج ص ۱۴۳)

یہ رعایت اس غیر مسلم اقلیت کے لیے ہے جسے ذمی یا معاہد کہا جاتا ہے۔ وہ شرارت سے ٹیکس نہیں ادا کرتے جب معاملہ شدت اختیار کر لیتا اور ان کو سزائیں دی جاتیں اس وقت ادا کرتے۔ اس خط کو پڑھنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ خلفاء

اسلام کی نگاہ میں انسانیت کا کتنا احترام ہے۔ اس میں کس قدر انسانیت نواز اصولوں کی تعلیم و ہدایت کی گئی ہے۔

---------- ٦ ----------

ہارون رشید کے عہد خلافت تک ملک کا یہی دستور تھا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اسی دستور پر گامزن رہنے کے لیے خلیفہ ہارون رشید کو توجہ دلائی۔ وہ لکھتے ہیں

ولا یضرب احدهم من اهل الجزية في استئدالهم الجزية ولا يقاموا في الشمس ولا غيرها ولا يحمل عليهم في ابدانهم في شئي من المكاره ولكن يرفق بهم و يحبسون حتى يودوا ما عليهم (کتاب الخراج ص ۱۴۷)

یعنی جزیہ ادا کرنے کے لیے نہ کسی کو مارا جائے نہ دھوپ وغیرہ میں کھڑا کیا جائے اور نہ ان کے بدن پر کوئی تکلیف دہ چیز لادی جائے بلکہ ان کو نظر بند رکھ کر ان سے بلا سزا جزیہ وصول کیا جائے۔

مال گذاری میں معاشی ضروریات کا نیلام نہ کرنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ایک مقام کا حاکم مقرر کیا اور دوسری باتوں کے ساتھ خاص طور سے اس بات کی نصیحت فرمائی۔

انظر اذا قدمت عليهم فلا تبيعن لهم كسوه شتاء ولا صيف ولا رزقا ياكلونه ولا دابه يحملون عليها ولا تبع لاحد منهم عرضا في شئي من الخراج

یعنی خراج وصول کرنے کے سلسلے میں ان کے گرمی یا سردی کے کپڑے نہ بیچنا اور نہ ان کے کھانے پینے کے غلے کو فروخت کرنا اور نہ ان کے جانور بیچنا جس سے وہ کھیتی کرتے ہیں اور نہ ان کا کوئی ضروری سامان فروخت کرنا۔ (کتاب الخراج ص ۱۸)

کتاب الاموال میں اس سلسلہ میں مزید الفاظ بھی ہیں " فان عصيتني نزعتك " یعنی اگر تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی اور ان کو ستایا۔ ان کے

گرمی و سردی کے کپڑے یا ان کے گائے بیل وغیرہ کو بیچ کر مال گذاری کی رقم وصول کی تو میں تم کو عہدہ سے ہٹا دوں گا۔ (کتاب الاموال ص ۴۴)

-----------۲--------

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ نے ایک شخص کو قلعہ ساپور پر عامل مقرر کرتے وقت نصیحت فرمائی کہ "درہم" کی وصولی میں کسی آدمی کو کوڑا نہ مارنا' نہ ان کے غلام کو لینا' نہ ان کے سردی گرمی کے کپڑوں کو بیچنا' نہ ان کے بار برداری اور کام آنے والے جانوروں کو ہانکنا" عامل نے کہا "تو پھر جیسے جاؤں گا ویسے ہی خالی ہاتھ لوٹ آؤں گا۔" حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا "وان رجعت کما ذھب" یعنی چاہے تم کو خالی ہاتھ ہی واپس آنا پڑے لیکن کسی پر ظلم و تشدد نہ کرنا۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۲ ص ۳۱۰)

وصولی خراج میں نرخ بازار کا لحاظ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک دفعہ یہ خبر پہنچی کہ فارس میں آپ کے حکام کا یہ دستور ہے کہ خراج کے سلسلہ میں پیداوار کی قیمت بازار کے نرخ سے نہیں بلکہ من مانی طریقہ سے (بطور خود ایک سرکاری نرخ مقرر کر کے) لے لیتے ہیں۔ آپ نے عدی ابن ارطاۃ والی بصرہ کو خط لکھا کہ اگر ایسا تمہارے علم و مرضی کے مطابق ہوا ہے تو تم عتاب شاہی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اس کے بعد فرمایا "ان امور کی تحقیق کے لیے میری حکومت کی طرف سے بشر ابن صفوان اور عبداللہ ابن عجلان وغیرہ روانہ ہیں۔ ان کو حکم دیا گیا ہے کہ جس قدر غلہ بازاری نرخ کے خلاف زائد وصول کیا گیا ہے' اصحاب خراج کو وہ مقدار زائد فوراً واپس کر دی جائے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۹۰)

---------۲---------

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے عامل یمن عروہ بن محمد نے خط لکھا کہ مجھ سے پہلے عمال یمن کا یہ طریقہ تھا کہ ان پر غلہ کی ایک مقدار مقرر تھی اگر قحط ہو جاتا تو گھٹاتے نہیں تھے اور اگر خوب سرسبزی ہو جاتی تو مقدار میں اضافہ کر دیتے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "ولعمری ان ھذا الجور حق الجور" خدا کی قسم

یہ سرا سر ظلم ہے۔ فرمایا تم انصاف سامنے رکھ کر فیصلہ کرو چاہے مجھے یمن سے ایک مٹھی غلہ ملے۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ص ۶۵ و ۱۲۶)

خراج میں نقد رقم یا دوسری متبادل اشیاء عام طور پر جزیہ میں نقد ہی وصول کیا جاتا تھا لیکن کبھی بجائے رقم کے دوسری چیزیں بھی بدلہ میں وصول کر لی جاتی تھیں۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا کہ ایک دینار یا اس کے بدلہ میں معافری کپڑا (یمنی کپڑا) لے لیا جائے۔

(کتاب الاموال ص ۲۷ سنن ابوداؤد کتاب الخراج)

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی جزیہ میں نقد وصول کرنے پر اصرار نہیں تھا۔ دینے والے کو جس میں آسانی ہوتی وہی پیش کر دیتا۔ اور آپ حضرات جزیہ کے معاوضہ میں اس کو وصول کر لیتے چنانچہ سوئی بنانے والوں سے سوئی اور رسی بنانے والوں سے رسی اور دھاگہ بنانے والوں سے دھاگہ خوشی سے قبول فرما لیتے۔ (کتاب الاموال ص ۴۵ والاستیعاب ج ۲ ص ۴۶۵)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یمن میں جزیہ کے عوض کپڑا بننے والوں سے یمنی کپڑے وصول کر لیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ بھی صراحت ہے کہ جزیہ کے معاوضہ میں جانور رکھنے والوں سے اونٹ وغیرہ بھی قبول فرما لیتے۔ (کتاب الاموال ص ۴۵)

دیگر مصارف کا بار ڈالنے سے اجتناب دور خلافت راشدہ میں اس کا بھی لحاظ کیا گیا تھا کہ خراج و جزیہ کی مقدار کے علاوہ اور کسی طرح کا کوئی بار ان پر نہ ڈالا جائے۔ چنانچہ ایک بار اہل حیرہ نے صلح کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دستور عجم کے مطابق بہت سارے تحائف کا ہدیہ پیش کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کی شرائط صلح اور ہدیہ جات و مال فے وغیرہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پوری تفصیل کے ساتھ لکھ کر بھیج دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کا ہدیہ قبول تو فرما لیا لیکن حکم دیا کہ ان ہدایا کی قیمت لگا کر ان کے اصل جزیہ میں شمار کر دو تا کہ ان

پر بلا وجہ بار نہ ہو۔ (اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۵۷)

---------۲---------

اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عامل حبیب ابن مسلمہ فہری کے پاس جرزان والوں نے جزیہ پر صلح کر لینے کے بعد اپنے پادری اور خاص لوگوں کے ذریعہ ہدیہ و تحائف بھیجے۔ حضرت حبیب بن مسلمہ نے ہدیہ قبول کر لیا اور اس کو ان کے جزیہ میں شمار کر دیا اور ان کو اپنے خط میں اطلاع دی۔

"قبلت هديتكم وحسبتها من جزيتكم" میں نے تمہارے ہدیہ کی قیمت لگا کر اس کو تمہارے جزیہ میں شمار کر لیا۔ (اشہر مشاہیر الاسلام جلد ا ج ۴ ص ۸۷۴)

---------۳---------

بنی امیہ کے زمانہ میں رعایا پر مختلف ٹیکس لگے ہوئے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے خلیفہ ہونے کے بعد حکم دیا کہ روپیہ ڈھالنے کا ٹیکس' عرائض نویسی کا ٹیکس' شادی کا ٹیکس' گھروں کا ٹیکس اور نو روز د مہرجان تہواروں کا ٹیکس نہ لو۔ (کتاب الخراج لابی یوسف ص ۴۹ و سیرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ص ۱۲۶)

---------۴---------

قاضی امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے بھی دستور سلطنت کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ اہل خراج سے نہ حاکم کا نذرانہ لیا جائے نہ ناپنے تولنے والے کی مزدوری' نہ شاہی مہمانوں کے مصارف کا بار' نہ کاغذات دفاتر کا خرچ لیا جائے نہ کسی طرح کا اور بار ڈالا جائے۔ صرف مقررہ خراج کی رقم وصول کی جائے۔ (کتاب الخراج ص ۱۳۰)

بیگار نہ لینا پہلے زمیندارانہ مظالم میں ایک ظلم کاشتکاروں سے بیگار کا بھی تھا۔ اسلام نے اس ظلم کو مٹایا اور بجز مقررہ اجرت اور باہمی رضا مندی کے مفت جبریہ خدمت کو حرام ٹھیرایا۔ کاشتکار اور مزدور کسی سے بھی جبریہ بیگار لینا حلال نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی سے کوئی کام لیا جائے اور اس سے پورا کام کرانے کے بعد اجیر کو محروم واپس کر دیا جائے تو ایسے مزدور اور ایسے انسان کی طرف سے

میں خود ہی بروز محشر خدا سے احتجاج کروں گا۔ (صحیح بخاری کتاب الاجارہ)

خلافت راشدہ میں بھی بیگار لینا بالکل ممنوع تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد میں ایک بار کسی عامل نے سرکاری ڈاک روانہ کرنے کے لیے بعض کاشتکاروں کے کیونکہ گھوڑے حاصل کئے اتفاقاً سرکاری ڈاک کے گھوڑے تھک گئے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے اس حاکم کو چالیس درہ کی سزا دی اور فرمایا کہ "میری حکومت میں اور بیگار؟ الفاظ یہ ہیں تسخرون فی سلطانی

(طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۷۶ و سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۰۰)

جزیہ و خراج کی مقدار مفتوحہ زمین کے بارے میں علما کے تین اقوال ہیں۔ اول یہ کہ جائیداد منقولہ کی طرح زمین کے پانچ حصے کر لئے جائیں اور چار خمس مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے۔ دوسرے یہ کہ زمین کو تقسیم نہ کیا جائے بلکہ اس کو "فے" کی طرح عام مسلمانوں کی ضرورت کے لیے مخصوص و موقوف کر دیا جائے اور زمین مفتوحین کے قبضہ میں دے دی جائے اور خواہ بطور عامل کے، خواہ بحیثیت مالکانہ اختیار کے کام کریں اور دونوں صورتوں میں مقررہ خراج ادا کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سواد عراق کی زمین کو مجاہدین میں تقسیم کرنے کی بجائے مسلمانوں کی تمام ضروریات کے لیے مخصوص و متعین کر دیا اور زمین کو مفتوحین کے قبضہ میں دے کر اس پر خراج مقرر کر دیا یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ تیسرے یہ کہ ایسی زمین کا معاملہ امام کی صوابدید پر ہے چاہے پہلی صورت اختیار کرے یا دوسری صورت۔ یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مفتوحین پر جو محصول لگایا تھا اس کی تعبیر خراج و جزیہ سے کی جاتی ہے۔ قاضی ابو یوسف کتاب الخراج میں لکھتے ہیں

۱۔ زمین کے ہر جریب پر ایک قفیز غلہ اور ایک درہم ہو گا خواہ وہ زمین کسی بچے کی ملکیت میں ہو یا عورت کے یا بوڑھے یا راہب کے قبضہ میں ہو۔ یہی محصول خراج کہلاتا ہے۔

۲۔ اور جزیہ اس کے علاوہ ہو گا جو کہ ۴۸ درہم سالانہ امیر پر اور ۲۴ درہم متوسط درجہ والے پر اور بارہ درہم معمولی حیثیت والے پر لیکن یہ جزیہ صرف بالغ مردوں پر عائد ہو گا۔ عورتیں' بوڑھے' بچے' معذور' نابینا وغیرہ اس جزیہ سے مستثنیٰ ہوں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کی تمام زمین کی پیائش کرائی۔ فوضع علی کل جریب درهما وقفیزا۔ (موطاء مع مسوی جلد ثانی ص ۱۴۱ موطا امام محمد مطبوعہ کراچی ص ۱۴۳ کتاب الخراج ص ۴۲ کتاب الاموال ص ۶۹ سیرت عمرالابن الجوزی ص ۸۱)

ایک جریب زمین پون بیگہ کے برابر ہوتی ہے تو پون بیگہ پر ایک قفیز غلہ اور چار آنہ پیسہ مقرر ہوا۔ ایک قفیز غلہ آٹھ مکوک عراقی کے برابر ہے اور مکوک ایک مد کا نام ہے۔ اس لئے ایک قفیز غلہ آٹھ مد کے مساوی ہوا اور چار مد کا ایک صاع ہوتا ہے اور ایک صاع پختہ پونے تین سیر انگریزی کے مساوی ہے۔ اس لئے پون بیگہ کی پیداوار سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پختہ صرف ساڑھے چار سیر غلہ اور ایک درہم وصول فرمایا۔ پون بیگہ کی پیداوار ان زمینوں کی ہے جن کے ساتھ پانی سے سیرابی اور آبپاشی کا سلسلہ قائم تھا۔ جیسا کہ آگے چل کر آپ ملاحظہ فرمائیں گے) اس لئے کسی طرح یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ خراج یعنی زمین کا محصول کچھ زیادہ تھا۔ مسلمانوں پر اس کے مقابلہ میں "عشر" فرض ہے۔ جو زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ ہے۔

جزیہ کی تعریف یہ اس رقم کا نام ہے جو اسلامی حکومت کے زیر اقتدار آنے والے غیر مسلموں سے لی جائے اور حکومت ان کے جان و مال و آبرو کی محافظ ہو جائے۔ اسلامی اصطلاح میں اس رقم کا نام جزیہ ہے۔ مسلمانوں پر یہ زائد ٹیکس زکوٰۃ کے نام سے مقرر تھا۔

عشر و زکوٰۃ کے مقابلہ میں خراج و جزیہ میں خاص رعایت اس جگہ خراج و عشر اور جزیہ و زکوٰۃ میں فرق بتا کر ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اس بارے میں شریعت نے غیر مسلموں کے ساتھ کس طرح خاص طور پر رعایت کی ہے۔ عشر و خراج کا مقابلہ کیجئے:۔

۱۔ خراج زمین کی پیداوار کا کم سے کم ٹیکس ہے اور عشر کل پیداوار کا دسواں حصہ لازمی ہے جس میں نصاب پہنچنے کے بعد کوئی رعایت نہیں ہو سکتی۔

۲۔ خراج سال میں ایک مرتبہ دیا جاتا ہے اور عشر سال کے متعدد فصلوں میں سے ہر فصل پر لازم ہے۔

اب جزیہ و زکوٰۃ کا فرق دیکھئے۔

جزیہ مالداروں پر ۴۸ درہم سالانہ' درمیانی درجہ والوں پر ۲۴ درہم سالانہ۔ اور معمولی حیثیت والوں پر بارہ درہم سالانہ مقرر کیا گیا ہے۔ مفتوحین پر بلحاظ طبقات صرف یہی ٹیکس ہے جو ان کی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کے عوض لیا جاتا ہے۔

اب زکوٰۃ کے متعلق سنئے جو مسلمانوں سے لی جاتی ہے۔ اس کی نوعیت جزیہ کے مقابلہ میں بہت سخت ہے۔

۱۔ اونٹوں پر زکوٰۃ' بکریوں پر زکوٰۃ' مال تجارت پر زکوٰۃ' تجارتی گھوڑوں پر زکوٰۃ ' سونے چاندی کے سکوں پر زکوٰۃ' دفینہ پر زکوٰۃ' اس قسم کے تمام ٹیکس سے اہل جزیہ مستثنیٰ تھے۔ ان پر اس طرح کے گوناگوں ٹیکس عائد نہ تھے۔ یہ ایک صریح رعایت ہے۔

۲۔ مسلمانوں کی زکوٰۃ میں کسی طرح تخفیف نہیں ہو سکتی ہے لیکن اصل جزیہ میں کمی ہوتی رہی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ ۴۸ - ۲۴ - ۱۲ درہم کی شرح سے جو جزیہ مقرر ہے اس میں زیادتی نہیں ہو سکتی' کمی ہو سکتی ہے مزید فرمایا کہ ان میں جو ادا نہ کر سکے ان کے جزیہ میں تخفیف کر دی جائے۔ (کتاب الخراج ص ۴۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی جزیہ میں تخفیف کر دی تھی۔ (کتاب الخراج لابی یوسف رحمہ اللہ ص ۴۳)

۳۔ زکوٰۃ مسلمان عورتوں' بوڑھوں بلکہ یتیم بچوں سے بھی وصول کی جاتی ہے لیکن جزیہ غیر مسلم بچوں' عورتوں' بوڑھوں' دوسرے معذوروں سے نہیں لیا گیا۔

۴۔ روپیہ کی تعداد اگر زیادہ ہوتی تو زکوٰۃ کی رقم بڑھ جاتی۔ لیکن جزیہ بڑے سے بڑے لکھ پتی' کروڑ پتی کو صرف ۴۸ درہم سالانہ ادا کرنا پڑتا تھا۔

۵- ذمیوں کے ساتھ یہ بھی رعایت ہے کہ جب وہ جزیہ ادا کریں تو پھر ان کے مال پر در آمد' بر آمد عشور (تجارتی ٹیکس) بھی معاف ہو جائے گا۔ (کتاب الاموال ص ۵۹)

انتباہ آج کی مہذب حکومتیں ہر مال دار آدمی سے انکم ٹیکس لیتی ہیں یہ انکم ٹیکس جزیہ کے متعین کردہ رقم کے مقابلہ میں بے حد گراں ہے۔ کیونکہ جزیہ کا اسلامی ٹیکس بڑے سے بڑے دولت مند پر صرف ۴۸ درہم ہے۔ ایک درہم مساوی ۴ آنہ یعنی بارہ روپے سالانہ اس پر جزیہ عائد ہو گا اور انکم ٹیکس بڑے سے بڑے آدمی پر لاکھوں کا عائد ہوتا رہتا ہے۔ اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو جزیہ ہر اعتبار سے زکوٰۃ کی مقدار سے بھی سہل ہے اور آج کی مہذب حکومتوں کے نظام انکم ٹیکس کے مقابلہ میں بھی بے حد سہل ہے۔

۶- علاوہ ازیں ایک اور فرق بھی ہے کہ جزیہ کی رقم جان و مال و آبرو کی حفاظت و مساعدت کی شرط پر لی جاتی ہے۔ حفاظت سے قاصر رہنے کے موقعہ پر جزیہ واپس کر دیا گیا ہے۔ مگر زکوٰۃ لے کر کبھی واپس نہیں کی جاتی۔ قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ نے کتاب الخراج میں اس موقعہ پر خراج کی واپسی کا ایک واقعہ نقل کیا ہے اسے ملاحظہ کیجئے اور اسلامی عدالت و دیانت کی داد دیجئے۔

جزیہ کی واپسی حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے جب شام کے اکثر بلاد کو صلح کے ساتھ فتح کر لیا تو لوگوں نے شرائط کے مطابق جزیہ ادا کیا اور مسلمانوں نے صلح نامہ کے دفعات کے مطابق ان کو ہر طرح کی معاشی و مذہبی آزادی دے دی اور شرائط کا پورا پورا لحاظ فرمایا تو اہل شام مسلمانوں کے دوست اور دولت رومیہ کے دشمن ہو گئے۔ اس موقع پر قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کیا خوب لکھتے ہیں

فلما رائی اهل الذمه وفاء المسلمین وحسن السیره فیهم فصاروا اشداء علی عدو المسلمین وعونا النمسلمین علی اعدائهم۔

جب ذمیوں نے مسلمانوں کی وفاداری اور حسن سیرت کا مشاہدہ کیا تو مسلمانوں کے دشمنوں کے حق میں سخت اور مسلمانوں کے ناصر و مددگار ہو گئے۔

ان لوگوں نے اپنے آدمی سلطنت رومیہ کے مرکزی بلاد میں بھیجے کہ وہ تجسس کریں کہ ان کے ارادے مسلمانوں کے حق میں کس قسم کے ہیں۔ ان لوگوں نے شام کے اکثر علاقوں سے خبریں بھیجیں کہ اہل روما بڑے ساز و سامان کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ جب ہر بلاد کے امیر نے ان لوگوں کی رپورٹ حاصل کر کے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو مطلع کیا تو آپ نے تمام امیروں کو حکم دیا کہ ہم نے جزیہ و خراج اس شرط پر وصول کیا تھا کہ ہم ان کے جان و مال کی حفاظت کریں گے۔ اب فی الحال ہم میں اس کی قدرت نہیں ہے اس لیے ہم اس جزیہ و خراج کے مستحق نہیں ہیں۔ اس لیے وہ ساری رقمیں اہل جزیہ کو واپس کر دی جائیں۔ اس موقعہ پر امراء بلاد کے الفاظ یہ ہیں "قد رددنا علیکم ما اخذنا منکم و نحن لکم علی الشرط" یعنی تمہارا مال تمہیں واپس ہے اور ہم اپنے شرطوں پر قائم ہیں۔ اگر خدا نے ہمیں پھر لوٹایا تو ہمارے تمہارے درمیان جو معاہدات طے ہیں ان پر عمل پیرا رہیں گے۔ اہل شام نے اپنے ہر امیر سے کہا "ردکم اللہ علینا ونصرکم علیھم و لو لاتیکم وعدلکم احب الینا مما کنا فیہ من الظلم والغشم" یعنی خدا تم کو پھر واپس لائے اور ان کے مقابلہ میں تم کو فتح یاب کرے۔ تمہاری حکومت، تمہاری عدالت ہمیں بہت محبوب ہے۔ اس کے بعد کہا

"فلو کانوا ھم لم یردوا علینا شیئا واخذوا کل شیی بقی لنا حتی لا یدعولنا شیئا" یعنی اگر آج وہ اہل روما ہم پر حاکم ہوتے تو مال گذاری و خراج کی رقم کی واپسی تو کجا مزید جو کچھ ہمارے گھروں میں ہوتا وہ بھی خرچہ جنگ کے نام سے لے لیتے۔ یہاں تک کہ ہمارے گھر خالی ہو جاتے اور کوئی کار آمد چیز ہمارے پاس نہ رہ جاتی۔ (کتاب الخراج ص ۱۶۶ و اشہر مشاہیر الاسلام ص ۵۲)

مقام غور ہر جگہ اس قسم کے مصارف جنگ عام طور پر رعایا پر ڈالے جاتے ہیں۔ مگر اسلام کی رعایا پروری کا یہ کمال تھا کہ ایسے موقعہ پر کچھ مزید مطالبہ کرنے کی

بجائے تمام وصول کردہ مال گذاری ہی واپس کر دی گئی کہ ہم شرائط کے مطابق جنگ کے حالات میں تمہارے جان و مال کے تحفظ کے وعدہ کو پورا نہ کر سکیں گے۔ اس لیے یہ رقوم واپس ہیں۔ اس عدل و انصاف اور عہد وفا کی تکمیل و التزام شرائط کے سبب قوموں کے قلوب مسلمانوں کے حق میں تھے۔ ان کی زبانیں دعاگو تھیں۔ مسلمانوں اور رومیوں میں بڑی خونریز جنگ ہوئی اور آخر کار مسلمانوں کو فتح و کامرانی نصیب ہوئی اور تمام باقی بلاد میں بھی مسلمانوں کا سکہ بیٹھ گیا۔ یعنی جہاں جہاں سے اب تک صلح نامے کے تعلقات قائم نہ تھے۔ مسلمانوں کے محاسن اخلاق اور تکمیل شرائط اور مراعات کی خبروں کو سن کر دھڑا دھڑ تمام لوگ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرتے اور جزیہ ادا کرتے چلے گئے۔ (کتاب الخراج ص ۱۲۶ و اشہر مشاہیر الاسلام ص ۵۳)

شرح مال گذاری میں اضافہ سے پرہیز کسانوں کی سہولت اور پیداوار میں خیر و برکت اور کسانوں کی دلچسپی کا راز اس میں مضمر ہے کہ آئے دن ان کی مال گذاری میں اضافہ نہ کیا جائے ورنہ کسانوں کی طبیعت زمین کی کاشتکاری پر دلچسپی کے ساتھ آمادہ نہیں ہو سکتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس راز سے بخوبی واقف تھے۔ اس لیے آپ نے ذمی و معاہد کاشتکاروں سے جس معاملہ پر صلح فرمائی اس پر کسی حال میں آپ نے اضافہ نہیں فرمایا جو معاملہ اور جو شرح لگان طے ہوا ذمی اس کی سہولت کے خود معترف تھے۔

ایک بار کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع دی کہ فلاں اور فلاں زمینوں پر جو شرح لگان مقرر ہے اس سے کہیں زیادہ لگان ان زمینوں کا وصول ہو سکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نے جس شرح پر معاملہ طے کیا ہے اب اس پر اضافہ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبطیوں پر جو شرح مقرر فرما دی تھی اس کے لیے ایک فرمان دے دیا اس میں یہ الفاظ تھے "ان لا یزاد علیھم" کہ ان پر آئندہ اضافہ نہ کیا جائے گا۔ (کتاب الاموال ص ۱۴۴)

بعض زمینیں نصاریٰ بنی تغلب کے پاس بے حد قیمتی اور زرخیز تھیں۔ تو حضرت

عمر رضی اللہ نے ان سے دو چند لگان وصول کیا مگر بالجبر نہیں بلکہ ان کو بلا کر صورت حال ان کے سامنے رکھی۔ وہاں کی عیسائی رعایا نے دو چند جزیہ پر حضرت عمر رضی اللہ سے صلح کی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "درایہ" میں لکھتے ہیں کہ ان عمر صالح نصاری بنی تغلب علی ان لا یضاعف علیھم الصدقہ (درایہ تخریج احادیث ہدایہ ص ۱۵۹ و ص ۱۷۲ و جزء الزکوٰۃ لابن ابی شیبہ ص ۵۱)

---------- ۲ ----------

حضرت عمر رضی اللہ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ کے نام فرمان بھیجا تھا کہ مفتوحہ علاقہ کے باشندوں کو بحال رکھو وہی زمین کی کاشت کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ زراعت کے معاملہ میں مسلمانوں سے بہتر خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ دھیان رکھو کوئی مسلمان ان پر ظلم نہ کرنے پائے۔ نہ ان کو کسی قسم کا نقصان پہنچائے۔ نہ زائد لگان وغیرہ سے ان کے مال و دولت سے ناجائز فائدہ اٹھائے۔ (فتوح الشام ازدی ص ۱۲۵)

-------- ۳ --------

حضرت عمر رضی اللہ کی طرف سے مملکت شام پر ایک حاکم سعید بن عامر رضی اللہ تھے۔ مال گذاری کی رقم ان کے یہاں سے دیر میں پہنچی' تو ان سے حضرت عمر رضی اللہ نے باز پرس کیا انہوں نے کہا دیر تو اس سبب سے ہوتی ہے کہ آپ ہی کا حکم ہے کہ وصولی لگان میں نرمی سے کام لوں۔ اور اگر کچھ کم ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ آپ ہی کا حکم ہے کہ کسانوں پر جو لگان مقرر ہے اس میں اضافہ نہ کیا جائے اس لیے ہم اس میں کچھ اضافہ نہیں کر سکتے۔ حضرت عمر رضی اللہ اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ میں تمہارے اس فعل کی وجہ سے بہت خوش ہوں اب میں تم کو زندگی بھر اس عہدہ سے برطرف نہ کروں گا۔ (کتاب الاموال ص ۱۴۴)

---------- ۴ ----------

جب حضرت معاویہ رضی اللہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے اپنے عمال کو خط لکھا کہ "خراج" میں ایک ایک قیراط کا اضافہ کر دیا جائے تو عمال نے جواب دیا "کیف

ازید علیھم وفی عھد ھم ان لا یزاد علیھم" یعنی جزیہ میں کسی قیراط کا اضافہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ ان سے معاہدہ ہے اور فاروقی فرمان ہے کہ ان کے لگان میں کبھی اضافہ نہ کیا جائے۔ (کتاب الاموال ص ۱۴۲)

-----------۵---------

صاحب اشہر مشاہیر الاسلام لکھتے ہیں "وما زال الخلفاء فی کل عصر قائمین بالوفاء بعھود اھل الذمہ فیما یتعلق بنوع الجزیہ و مقدارھا" یعنی اہل ذمہ کے ساتھ جو وعدے یا ان پر جس مقدار میں جزیہ مقرر تھا ہمیشہ اس کا لحاظ رکھا گیا۔ (اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۱۷۹)

لگان میں اضافہ نہ کرنے کے سلسلے میں قاضی ابویوسف رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ عمال و افسران نے اگر کسی گاؤں سے سلطانی دستور سے زائد وصول کیا ہو تو اسے واپس کر دیا جائے تاکہ آئندہ کسی کو ہمت نہ ہو۔ اور جب عامل نے خود سے زائد لگان و خراج وصول کیا ہو تو اس کو ہمیشہ کے لیے معطل کر دیا جائے۔ (کتاب الخراج ص ۱۳۲)

زمین کی پیمائش کاشتکاروں کی سہولت کے لیے ایک ضروری چیز زمین کی پیمائش و جمع بندی اور تشخیص ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ پر بھی خاص توجہ فرمائی۔ علامہ ابوعبیدہ قاسم بن سلام رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں چند ماہرین کو کسانوں اور زمینداروں پر زمین کی پیداوار کی مناسبت سے شرح لگان مقرر کرنے کے لیے زمین کی پیمائش پر مقرر فرمایا۔ اس میں اعلیٰ افسر عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے مختلف پیداوار پر مختلف شرح لگان مقرر کی اور تمام زمینوں کی اس طرح عمدہ پیمائش کی جیسے گز و فیتہ سے کپڑا ناپ لیا جاتا ہے۔ چنانچہ ان کی جمع بندی و تشخیص لگان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قائم رکھا۔ ان کی تشخیص حسب ذیل ہے

نمبر شمار	فصل	فی جریب	شرح لگان

۱	جو	ایک جریب	دو درہم
۲	گیہوں	"	۴"
۳	انگور	"	۱۰"
۴	گنا	"	۶"
۵	کھجور	"	۸"
۶	زیتون	"	۱۲"

نوٹ۔ جریب پون بیگہ کا نام ہے۔ جریب اور اسی طرح "قفیز" کا استعمال زمین کی پیائش کے آلہ کے لیے ہوتا ہے اور غلہ کے پیانہ کے معنی میں بھی آتا ہے۔ طبری نے جریب کے متعلق لکھا ہے کہ بساط کسریٰ ایک جریب تھا جو ۶۰ گز لمبا ۶۰ گز چوڑا تھا۔ اس حساب سے ایک جریب دو ہزار چھ سو گز مربع کا ہو گا۔ (اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۳۱۸)

جس قسم کی زمین تھی اور جس طرح زرخیز تھی جس میں جیسی صلاحیت تھی اسی اعتبار سے شرح لگان کا بندوبست فرمایا۔ (کتاب الاموال ص ۸ کتاب الخراج ص ۴۲ و منتخب کنزالعمال جلد ۲ ص ۳۱۵ و اشہر مشاہیر الاسلام ص ۳۱۸)

زمین کی پیائش و جمع بندی میں عبدالملک بن مروان نے کھیتوں کے قرب و بعد کا بھی لحاظ کیا۔ مثلاً قریبی زمین کے سو جریب پر سو دینار مقرر کیا تو یہی سو دینار دور والی زمین کے دو سو جریب پر رکھا۔ قریب کے ہزار درختوں پر جو رقم مقرر تھی وہی رقم بعید کے دو ہزار درختوں پر مقرر ہوئی۔ ایک دن کی مسافت کو بعید قرار دیا۔ اس سے کم کو قریب شمار کیا۔ (کتاب الخراج ص ۴۹)

جزیہ و خراج پر مستشرقین یورپ کے دو اعتراض اور ان کے معقول جواب

صلح سے فتح کئے ہوئے اور جنگ سے فتح کئے ہوئے ممالک کے مسائل خراج میں اسلامی حکومت نے بڑا فرق کیا ہے۔ چونکہ مستشرقین یورپ نے ان ہر دو قسم کی آراضی مفتوحہ کے خراج کے جداگانہ احکام و قوانین کا بنظر غائر مطالعہ نہیں کیا ہے۔ اور ان دونوں کو خلط ملط کیا ہے۔ اس لیے ان کو تناقض و تضاد نظر آتا ہے۔

حالانکہ دراصل اس میں کوئی تناقض نہیں ہے کیونکہ جنگ سے فتح کیۓ ہوئے ملک پر اخراجات زیادہ ہوتے ہیں- جان و مال کی بربادی ہوتی ہے ایسے ملک والوں پر خراج کچھ زیادہ ہوتا ہے اور جو ملک صلح سے فتح ہوتا ہے- اس پر کوئی خرچ نہیں آتا اس لیے وہاں کے باشندوں کے خراج میں کچھ سہولت و رعایت رکھی جاتی ہے- اور اس میں عقلاً" کوئی قباحت نہیں ہے اور نہ کوئی اس میں تناقض و تضاد ہے-

مستشرقین یورپ کی ایک اور غلطی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جب عراق فتح ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں کی زمین کو مجاہدین میں تقسیم نہیں فرمایا بلکہ زمین کو کاشتکاروں کے پاس ہی رہنے دیا اور ان پر مال گذاری عائد کر دی تاکہ اس کی آمدنی سے پوری ملت مستفید ہو- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام زمین کی پیمائش کرائی اور سب پر خراج عائد کر دیا- شروع کے چند سالوں میں عراق سے خراج کی کل آمدنی ۸ کروڑ کے لگ بھگ رہی- پھر جب جلد ہی اسلامی حکومت نے صوافی زمین[1] میں زراعت کرائی تو آمدنی دس کروڑ تک پہنچ گئی- مستشرقین اس جگہ شدید مغالطہ دیتے ہیں- وہ کہتے ہیں کہ خراج کی آمدنی میں اتنی جلد اتنا غیر معمولی اضافہ خراج کی مقدار میں زیادتی اور اس کی وصولی میں ظلم کی بنا پر ہوا تھا- حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس کا واحد سبب صرف صوافی زمین کی پیداوار تھا- اس سے پہلے بھی یہ وضاحت کی جا چکی ہے کہ خراج کی وصولی میں اسلامی حکومت بہت نرمی ملحوظ رکھتی تھی- حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سلسلہ میں نرمی کے لیے تاکید فرمایا کرتے تھے-

شام و مصر کا خراج عراق کے علاوہ جو ممالک اسلامی حکومت کے زیر نگیں ہوئے ان کی زمین کی پیمائش حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ممکن نہ ہو سکی اس لیے شام میں جو جو بلاد

(صوافی اس زمین کو کہتے ہیں جو کسریٰ اور اس کے خاندان والوں کی ملکیت تھی یا جنگ میں مارے جانے والے یا بھاگ جانے والوں کی ملکیت تھی- ایسی تمام زمین حضرت عمر نے بحق حکومت خاص کر لی تھی)

فتح کیے گئے تھے ان کا خراج ان کے باشندوں کے حسب استطاعت مقرر ہوا۔ اور مصر میں "رومن لا" پر عمل کیا گیا۔ یعنی سابق حکومتیں وہاں کے باشندوں سے جو خراج وصول کرتی تھیں وہی اسلام کی روح عدل سے ہم آہنگ کر کے باقی رکھا گیا۔ بہر حال خراج و جزیہ کی وصولی میں عدل و مساوات اور نرمی و سہولت بدرجہ اتم ملحوظ رکھی گئی ہے۔ بعد میں بنی امیہ کے حکام نے بے اعتدالیاں کی تھیں۔ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سب بے اعتدالیوں کو یک قلم ختم کر دیا۔ (از مقالہ ڈاکٹر عبدالمنعم خاں فاضل مصر بحوالہ معارف ستمبر)

آبپاشی کے لیے پانی اور نہروں کا انتظام کاشتکار کے لیے ضروری ہے کہ اس کی زمین کو چشموں اور نہروں سے پانی میسر ہو تا کہ پیداوار سرسبز و شاداب ہو سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس ضرورت کا ہمیشہ لحاظ رکھا۔ چنانچہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص کی ماتحتی میں اسلامی فوجوں نے سواد عراق کو فتح کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مجاہدین کے مطالبات پہنچے کہ مفتوحہ علاقہ کی زمین ہم لوگوں میں تقسیم کر دی جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمان بھیجا کہ فتوحات میں جس قدر گھوڑے، ہتھیار، سازو سامان اور نقد اموال ہیں ان کو اہل لشکر میں تقسیم کر دو البتہ زمین کو موجودہ مقامی باشندوں ہی کے قبضہ میں رہنے دیا جائے تا کہ اس کی مال گذاری و خراج سے اسلامی ضروریات اور سرحدی افواج کے مصارف اور آئندہ عسکری تنظیموں کے اخراجات پورے ہوتے رہیں۔ اور اگر آج ہم ان زمینوں کو مجاہدوں میں تقسیم کر دیں گے تو پچھلی نسلوں کے لیے کوئی گنجائش و رعایت باقی نہ رہ جائے گی اس موقعہ پر آپ نے شادابی کے لیے نہروں کا تذکرہ فرماتے ہوئے کہا "واترك الارض والانهار لعمالها" کہ زمین اور اس کے متعلق نہروں کو موجودہ کاشتکاروں ہی کے قبضہ میں رہنے دو۔ (کتاب الاموال ص ۵۹ و سیرت عمر بن الخطاب لابن الجوزی ص ۸۱ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۳۱۷)

-------۲-------

صحیح بخاری میں یہ واقعہ موجود ہے کہ جب حضرت عائشہ و غیرہا نے خیبر سے غلہ لینے کے بجائے زمین پر اپنے ذریعہ سے کاشتکاری کے مسئلہ کو پسند فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو زمین دی اور ساتھ ہی زمین کے شاداب و سرسبز رکھنے کے لیے پانی کے چشمہ سے ان کا حصہ متعین فرما دیا۔ صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں فخیر ازواج النبی صلی اللہ علیہ و سلم ان یقطع لھن من الماء والارض او تمضی لھن وکانت عائشہ اختارت الارض (صحیح بخاری جلد اول باب المزارعہ ص ۳۱۳)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امہات المومنین کو اختیار دیا تھا کہ خواہ وظیفہ لیں خواہ زمین اور اس کے ساتھ پانی لیں۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے زمین ہی کو پسند کیا۔

---------- ۳ ----------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بالعموم تمام زمینوں پر شرح لگان قائم کرتے وقت زمین کی شادابی اور پانی سے اس کی سرسبزی کا پورا لحاظ رکھ کر جمع بندی فرمائی۔

(کتاب الخراج لابی یوسف ص ۴۵)

---------- ۴ ----------

سواد عراق کی پیائش کرنے کے بعد جب حذیفہ رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ بن حنیف واپس آئے تو عراق کے چند تجربہ کار کاشتکاروں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طلب کر کے پوچھا "کیف کنتم تودون الی الاعاجم فی ارضھم" کہ تم اپنے سلاطین کو کس حساب سے خراج ادا کرتے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم پر ستائیس درہم بطور لگان مقرر تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس تشخیص کو ہمیشہ کے لیے بند کر دیا اور ہر جریب پر جسے پانی میسر ہے ایک درہم اور ایک قفیز جو یا گیہوں کا مقرر فرمایا۔ (کتاب الخراج ص ۴۵)

اس جگہ قابل غور امر یہ ہے کہ زمین پر معین رقم مناسب ہے جو عجمی سلاطین کے عہد میں رائج تھا یا پانی کا لحاظ مقدم ہے۔ ظاہر ہے کہ پیداوار کی ترقی و بہبودی

کے لیے پانی کا وجود ضروری ہے۔ اسی لیے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کسانوں کی سہولت و مراعات میں لگان کی تشخیص کو پانی پر موقوف رکھا۔ اور اس کا لحاظ فرمایا کہ کاشتکار کو تالابوں' نہروں' ذخیروں اور بندوں کے ذریعہ پانی فراہم کیا جائے۔

---------۵---------

ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ مجھے فلاں شخص کی زمین سے نہر نکالنی ضروری ہے۔ کیونکہ اس طرح یہ نہر میری زمین سے قریب ہو کر گذرے گی اور مجھے اپنی زمین کا سیراب کرنا آسان ہو گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مالک زمین کو حکم دیا کہ ان کو تمہاری زمین سے نہر نکالنے کی اجازت دی جا رہی ہے۔ خبردار مزاحمت نہ کرنا۔ (موطا امام محمد ص ۳۸۳)

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ذرائع آب پاشی کے لیے پوری طرح سے مراعات و سہولت کا اہتمام فرماتے تھے۔

---------۶---------

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریائے نیل اور دریائے قلزم کے درمیان ایک نہر کھدوائی اور دونوں کو ایک دوسرے سے ملا دیا تھا۔ اس کا نام خلیج امیرالمومنین تھا اس میں حمل و نقل اور غلہ کی بہم رسانی کے لیے جہاز چلنے لگ گئے۔ اور کسانوں کو آب پاشی کے لئے ان علاقوں میں یہ پانی کام آیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے عہد تک یہ نہر جاری رہی۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۴ ص ۴۰۰ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول جز ۳ ص ۶۰۷)

حکومت کے ان اہتمامات و انتظامات کے علاوہ شخصی طور پر بھی بند اور ذخیروں کا انتظام تھا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تعامل صحابہ کرام کو معلوم تھا کہ زراعتی ترقی و خوشحالی کے لیے وسائل آب پاشی کو بڑا دخل ہے۔ اسی لیے صحابہ کرام خود ذاتی طور پر پانی کا ذخیرہ رکھتے تھے۔

---------۷---------

ایک بار حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص ؓ کے کارندے نے آپ کے پاس خط لکھا کہ میں نے آپ کی زمینوں اور باغات کی آبپاشی کے بعد فاضل پانی کا سودا تیس ہزار درہم میں کر لیا ہے۔ آپ کی اجازت کا منتظر ہوں۔ آپ نے جواباً لکھا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ فاضل پانی اور گھاس فروخت نہ کرو۔ اور اس کے استعمال سے کسی کو نہ روکو۔ لہٰذا میں اس کے فروخت کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اب تم یہ پانی سب کو مفت استعمال کرنے کا موقعہ دے دو۔ اور اس میں قریب کے پڑوسی کا پہلے حق ہے۔ پھر اس کے بعد جو قریب ہوں۔ علی الترتیب سب لوگ سینچ لیں۔ (کتاب الخراج ص ۱۱۴)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کھیت کی سرسبزی و آب پاشی کے وسائل کا مکمل انتظام رکھتے تھے۔ خود بھی مستفید ہوتے اور دوسروں کو بھی اپنے ذخیرہ سے فائدہ پہنچاتے۔

------ ۸ --------

آب پاشی کی اہمیت اور حسن انتظام کے سلسلہ میں ایک اور واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک معاملہ پیش ہوا۔ محمد بن مسلمہ ضحاک کو اپنی زمین سے نہر لے جانے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم کو اجازت دے دینی چاہیئے کیونکہ تمہاری زمین سے ہو کر جب پانی جائے گا تو اول و آخر اس سے فائدہ تم بھی اٹھا سکو گے۔ محمد ابن مسلمہ نے اپنے فریق مدعی ضحاک سے کہا خدا کی قسم میں نہیں اجازت دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا واللہ لیمرن بہ ولو علی بطنک" بخدا وہ نہر بنائی جائے گی چاہے تمہارے پیٹ سے ہو کر کیوں نہ گذرے اور ضحاک کو نہر جاری کرنے کا حکم دیا۔ اور انہوں نے نہر نکال لی۔ (موطا امام محمد ص ۳۸۲) ان تمام واقعات سے ظاہر ہے کہ خلافت راشدہ کے مبارک دور میں زمین کی آب پاشی اور پیداوار کے اضافہ کے لیے پانی کی بہم رسانی کا ہر ممکن طور سے انتظام و اہتمام ہوتا رہا۔

رعایا کی جان و مال کا یکساں احترام

--------۱--------

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اس لیے حتی الامکان اس کی انسانی شرافت کا احترام کرنا چاہیے۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے حضرت علقمہ کو بہت سا مال و زر دے کر ابو سفیان کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ اسے قریش کے غرباء و فقراء و مساکین میں خرچ کر دیں۔ حضرت ابو سفیان اس وقت تک غیر مسلم تھے مگر داد دینے پر مجبور ہوئے۔ کہنے لگے کہ ہماری ان سے مسلسل جنگیں چل رہی ہیں اور ہم ان کے خون کے پیاسے ہیں اور ان کا یہ حال ہے کہ ہمیں تحائف بھیج رہے ہیں۔ اور ہمارے ساتھ حسن سلوک کر رہے ہیں۔ (اصابہ جلد ۲ ص ۴۹۹)

--------۲--------

اسی انسانیت کے احترام کے سبب آنحضرتؐ کو مجرموں کے ساتھ بھی شفقت تھی۔ چنانچہ ایک چور کا ہاتھ شریعت کے مطابق کاٹا گیا۔ یہ چور پردیسی تھا اور سردی کی وجہ سے سخت پریشان تھا۔ مالک نامی ایک شخص نے اس کو خیمہ پر ٹھہرایا اور آگ جلا کر اس کی سردی کو دور کیا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا اے اللہ تو مالک کی مغفرت فرما جس نے تیرے اس مصیبت زدہ بندے کی مدد کی اور اس کے ساتھ رحم و کرم کا برتاؤ کیا۔ (اصابہ جلد ۳ ص ۱۹۳)

صحابہ کرام بھی انسانیت کے احترام کی اسی روش پر قائم تھے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت میں یمامہ کے رئیس مہاجر ابن امیہ نے دو عورتوں کے ہاتھ کٹوا دیئے اور دانت اکھڑوا دیا۔ ان کا جرم یہ تھا کہ ایک عورت آنحضرت ﷺ کی ہجو گاتی تھی اور دوسری عورت مسلمانوں کو برا بھلا کہتی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب تفصیلات کی خبر ہوئی تو فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے

سب و شتم کی سزا تو اس سے بھی سخت تھی اگر تم اس کو یہ سزا نہ دے چکے ہوتے تو میں اس کے قتل کا حکم دیتا۔ لیکن مسلمانوں کو برا کہنے والی عورت کو ایسی سزا جو مثلہ کے مانند ہے ہرگز مناسب نہیں تھی۔ اگر وہ عورت مسلمان ہے تو اس کے لئے معمولی تنبیہہ و تادیب کافی تھی اور اگر وہ عورت ذمیہ ہے تو جب اس کے شرک سے جو سب سے بڑا گناہ ہے درگزر کیا گیا تو مسلمانوں کو برا کہنے سے بھی درگزر کرنا مناسب تھا۔ آئندہ ایسی غلطی پھر ہوئی تو اس کا خمیازہ بھگتنے کے لئے تیار رہو۔

(تاریخ الخلفاء ص ۱۹۶ اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۸۵)

---------۳---------

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی کو اپنے امان میں لیا اور اس کے جان و مال کی پناہ دی اور پھر موقعہ پا کر اس کو قتل کر دیا تو میں ایسے قاتل سے بیزار ہوں چاہے مقتول کافر ہی ہو۔ (اصابہ جلد ۲ ص ۵۲۶)

اس سے ہر انسان کے جان و مال کا احترام واضح اور عیاں ہے۔

---------۴---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب مصر مفتوح ہوا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اس کے گورنر مقرر ہوئے۔ ان کو معلوم ہوا کہ دریائے نیل کو خوش رکھنے کے لیے یہاں کے دہقانوں کو ایک کنواری لڑکی نذرانہ دینا پڑتا ہے۔ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی آپ نے فرمایا "ان ھذا لا یکون فی الاسلام" کہ اسلام میں یہ اہلاک نفس کبھی بھی کسی حالت میں جائز نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور مبارک سے دریائے نیل کا یہ چڑھاوا (قتل نفس) ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک فرمان دریائے نیل کے نام لکھا تو معمول سے بھی سولہ گز اونچا پانی آیا۔ (منتخب کنز العمال جلد ۴ ص ۳۸۰ و سیرت عمر ص ۱۵۱' و اشہر مشاہیر الاسلام جلد ۱ جز ۳ ص ۲۹)

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انسانی جان کی بربادی کو ایک لمحہ کے لئے بھی گوارہ نہیں کیا۔ خواہ اس رسم بد کے مٹنے سے پانی کا ایک قطرہ

نہ ملتا اور پھر خراج و مال گذاری میں کیسا ہی رخنہ پڑتا۔ یہ سب گوارا تھا۔ مگر انسانی جان کی بھینٹ و نذرانہ ہرگز منظور نہ تھا۔ غرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انسانی نفوس کے احترام میں ہر لمحہ و ہر لحظہ سعی فرمائی اور بارہا ایسے نکات سامنے رکھے جو انسان کو اہلاک و اتلاف سے بچا سکیں۔

---------۵-------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک عامل اسلامی فتوحات و محاربات کے سلسلہ میں سفر کر رہا تھا۔ راستہ میں ایک نہر حائل نظر آئی۔ کشتی وغیرہ کچھ موجود نہ تھی تو عامل نے ایک مقامی آدمی کو نہر کی گہرائی معلوم کرنے کے لئے نہر میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ چونکہ سردی کا زمانہ تھا پوری نہر پار کر کے جب باہر نکلا تو ٹھٹھر کر مر گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو واقعہ کی اطلاع ملی تو عامل کو طلب کر کے تفتیش کی' تو اس نے جواب دیا کہ امیرالمومنین میں نے اس کو قصداً" نہیں قتل کیا ہے۔ چونکہ پار کرنے کے لئے پانی کی گہرائی کا معلوم کرنا ضروری تھا اور مقامی آدمی ہی اس کے نشیب و فراز سے واقف ہو سکتے ہیں اس لئے میں نے اس کو نہر میں گہرائی ناپنے کے لئے کہا تھا۔ چنانچہ ہم نے معلوم کرنے کے بعد نہر کو پار کیا اور بڑی بڑی فتوحات حاصل کیں۔ اور اسی قدر رقوم لے کر ہم لوگ حاضر ہوئے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو کچھ بھی مال و زر لے کر تم آئے ہو اس سے کہیں زیادہ ایک جان مجھے عزیز ہے۔ اس کے بعد فرمایا "اعط اھلہ دیتہ واخرج فلا اراک" یعنی اس کے گھر والوں کو دیت دے کر میری عملداری سے نکل جاؤ پھر تمہاری صورت ہم کو نظر نہ آئے۔

(منتخب کنزالعمال جلد ۶ ص ۱۳۱ و سیرت عمر ص ۶۶)

سعدی شیرازی نے کیا خوب لکھا ہے

حقا کہ ملکے سرا سر زمین
نیرزد کہ خونے چکد بر زمین

---------۷-------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک قتل کا واقعہ پیش آیا۔ مقتول کے ورثاء نے قاتل کے قتل کا ارادہ کیا تو مقتول کی بہن نے جو قاتل کی بیوی تھی اپنا حق معاف کر دیا۔ اس نے کہا میں نے قصاص میں اپنا حصہ اپنے شوہر سے معاف کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محسوس فرمایا کہ قاتل کے نفس میں سب کا حصہ ہے۔ جب ایک حصہ دار نے اپنا حصہ معاف کر دیا تو اس کے حصہ کی زندگی بدون ابقاء نفس کے ممکن نہیں اس لیے اب دیگر ورثاء کو جانی قصاص کی بجائے مالی دیت لینے کا استحقاق رہے گا چنانچہ اس کی تائید دیگر صحابہ کرام نے فرمائی اور اس کی جان کی حفاظت ہو گئی۔

(منتخب کنزالعمال جلد ۶ ص ۱۳۰)

--------۸--------

قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قلعہ تستر کے فتح ہو جانے کی خوشخبری پہنچی تو قاصد سے پوچھا" کوئی نئی خبر بھی ہے؟ اس نے کہا ہاں مسلمانوں کا ایک آدمی مشرکین کا جاسوس بن گیا اور مشرکین کے ساتھ جاملا تو ہم نے اس کو پکڑا اور قتل کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہرگز مناسب نہیں تھا۔ ان کو چاہئے تھا کہ اس کو قید کر دیتے' کھانا پانی دیتے اور اس کو اس بری حرکت سے توبہ کرنے پر آمادہ کرتے اگر کسی طرح دوبارہ سہ بارہ کوشش کے بعد بھی وہ آمادہ نہ ہوتا تب تم اس کو قتل کر سکتے تھے۔ اس کے بعد بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا "اللھم انی لم اشھد ولم امر ولم ارض اذ بلغنی" یعنی اے اللہ نہ میں حاضر تھا نہ میں نے حکم دیا اور نہ میں نے اسے پسند کیا۔ (موطاء معہ مسوی جلد ۲ ص ۱۰۹ و کتاب الخراج ص ۲۱۴ و سیرت عمر لابن الجوزی ص ۲۶۶)

--------۹--------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج کے اپنے آخری سفر میں تھے کہ ایک آدمی کو بنو وداعہ کی بستی میں مقتول پایا۔ آپ نے لوگوں کو بلا کر معاملہ کی تفتیش کی۔ لیکن کسی طرح قاتل کا پتہ نہ چل سکا اور سب نے عدم علم کا اظہار کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بستی کے پچاس

بوڑھوں کو ساتھ لیا اور حطیم میں لے جا کر یہ حلفیہ بیان لیا کہ ہم مشعر حرام اور مکہ مکرمہ اور خانہ کعبہ کے رب کی قسم کھا کر یہ کہتے ہیں کہ نہ ہم نے قتل کیا ہے اور نہ ہمیں قاتل کا علم ہے۔ ان تمام حلفیہ بیانات کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ مقتول کی دیت بہر حال ادا کرو۔ (اصابہ جلد ۲ ص ۱۱۵)

--------۱۰--------

منظور نامی ایک شخص نے اپنے باپ کی عورت سے نکاح کر لیا۔ دونوں بحرین سے گرفتار کر کے مدینہ منورہ لائے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کرنا چاہا تو اس نے حلف اٹھایا کہ مجھے اس رشتہ کے حرام ہونے کی قطعاً اطلاع نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو قید کر دیا۔ پھر اس نے چالیس قسم کھائی کہ مجھے اس رشتہ کی حرمت کا قطعاً علم نہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی جان بخشی کر دی اور فرمایا کہ اگر تم ایسی قسم نہ کھاتے تو میں پھر تمہاری گردن اڑا دیتا۔ (اصابہ جلد ۳ ص ۴۴۲)

--------۱۱--------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کی خادمہ آئی اور اس نے شکایت کی کہ میرے آقا نے مجھے سزا دی ہے اور آگ سے میری شرمگاہ کو جلا دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے مالک کو بلا کر سخت تنبیہہ و تہدید فرمائی اور اس غلط حرکت کے سد باب کے لیے اس کی خادمہ کو آزاد کر دیا۔ (مؤطا مع مسوی جلد ۲ ص ۷۴)

--------۱۲--------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک نوجوان کو کچھ لوگوں نے اچانک بے خبری کے عالم میں قتل کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو یہ راز کھلا کہ عورت کا شوہر لا پتہ ہو چکا تھا اور اہل شہر سے اس کے ناجائز تعلقات قائم ہو گئے تھے۔ اس خوف سے کہ کہیں اس کا لڑکا افشائے راز کر دے اس کے لڑکے کو قتل کر دیا گیا۔ جس میں وہ عورت بھی شریک ہو گئی تھی لوگوں نے قتل کے بعد اس کو ایک کنوئیں میں پھینک دیا تھا۔ آخر مجرمین نے اقبال جرم کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس

ظلم کے تمام شرکاء چھ یا سات سب کو قتل کرا دیا اور فرمایا کہ ایسے ظلم میں اگر پورے اہل صنعاء (یمن) شریک ہوتے تو میں اس ایک قتل کے عوض سب کو قتل کرا دیتا۔ (موطا امام محمد مطبوعہ کراچی ص ۳۴۳، موطا امام مالک مع مسویٰ جلد ۲ ص ۹۲ و سنن دار قطنی مطبوعہ ہند ص ۳۷۷)

انسانیت کا احترام مصباح نامی ایک شخص نے اپنے بیٹے کو کسی کام کی مدد میں پکارا۔ لڑکا کچھ دیر کر کے گیا۔ باپ نے خفا ہو کر کہا کہ اے زانی تو اب آیا ہے۔ لڑکے نے حاکم سے فریاد کی۔ لیکن جب حاکم نے تہمت کی حد اور کوڑا مصباح پر لگانا چاہا تو لڑکے نے کہا اگر آپ ان پر کوڑا لگانا چاہتے ہیں تو میں زنا کا اقرار ہی کرلوں گا (کہ کوڑا کھانے کے قابل میری پیٹھ ہے نہ کہ باپ کی) عامل پر معاملہ مشتبہ ہو گیا تو اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو سارا واقعہ لکھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے لکھا کہ اگر بیٹا معاف کرنا چاہتا ہے اور اپنا دعویٰ اٹھا لینا چاہتا ہے تو اس کے طریقہ عفو کو درست سمجھو اور کوئی تعرض کسی سے نہ کرو۔ (مؤطا امام مالک مع مسوی جلد ۲ ص ۱۲۵)

--------۲--------

جبلہ ابن ایہم غسانی جو اپنے قبیلہ کا سردار تھا اور ابھی نو مسلم تھا ایک دن وہ طواف میں مشغول تھا۔ دوران طواف میں اس کی چادر ایک فزاری عرب کے پاؤں کے نیچے دب گئی۔ جبلہ نے ناخوش ہو کر اس کو اتنے زور کا ایک تھپڑ رسید کیا کہ اس کے اگلے چار دانت گر گئے۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فریاد کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جبلہ سے سوال کیا کہ "یہ کیا کیا؟" اس نے کہا کہ "اگر بیت اللہ کی حرمت کا خیال نہ آتا تو میں اس کو قتل ہی کر دیتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے اقبال جرم کر لیا اب یا تو اس سے معافی مانگو یا قصاص میں تمہارے بھی دانت توڑ دیئے جائیں گے۔ جبلہ نے کہا کیا مجھ سے بدلہ لیا جائے گا؟ میں تو بادشاہ ہوں اور یہ ایک معمولی عرب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم دونوں مسلمان ہو اور مسلمان سب بھائی بھائی ہیں۔ اسلام کی نگاہ میں سب برابر ہیں۔ جبلہ نے مہلت مانگی اور پھر راتوں

رات فرار ہو گیا۔ اور اسلامی سرحدوں سے باہر جا کر مرتد ہو گیا۔ (فتوح الشام مطبوعہ مصر جلد اول)

---------۳---------

رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص لایا گیا جس نے اپنی زنا کاری کا خود اقبال کر لیا تھا۔ اس پر حد شرعی جاری کرنے کے لیے حضور ﷺ نے کوڑا منگوایا۔ ایک معمولی و ملائم قسم کا کوڑا لایا گیا۔ آپ نے فرمایا اس سے ذرا تگڑے قسم کا لاؤ تو بالکل نیا اور نہایت مضبوط کوڑا لایا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے ذرا نرم اور ہلکا لاؤ تو ایک درمیانی کوڑا جو نرم تھا لایا گیا اور اسی سے حد جاری کی گئی۔ (موطاء امام مالک مع مسویٰ جلد ۲ ص ۱۱۳)

موطاء امام محمد میں بھی یہی روایت ہے کہ کوڑا نہ بہت ملائم ہونا چاہیے اور نہ بہت سخت بلکہ بین بین ہونا چاہیے۔ (موطا امام محمد مطبوعہ جدید کراچی ص ۳۹۱)

---------۴---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار شام کی جامع مسجد میں اعلان فرمایا کہ حد لگانے والے کے لئے یہ جائز نہیں کہ کسی پر حد لگاتے ہوئے ہاتھ اس قدر اونچا اٹھائے کہ بغل کھل جائے۔ اس واقعہ سے حد و سزا کی نرمی کا مسئلہ ظاہر ہے۔ کیونکہ خوب شدت سے مارنے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی ہاتھ کو خوب اونچا کرے کہ بغل کھل جائے جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پسند نہیں کیا۔ (اصابہ جلد ۳ ص ۱۲۲)

---------۵---------

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی لایا گیا اس پر شرعی حد جاری کرنا ضروری تھا۔ تو حد کے لئے کوڑا چلانے والے سے فرمایا "اضرب ولا یری ابطک" یعنی مارو مگر اس قدر کھینچ کر نہیں کہ تمہارا بغل دکھائی دے۔ (کتاب الخراج ص ۱۹۴)

---------۶---------

اس کے علاوہ یہ بھی فرمایا کہ ایک ہی جگہ مسلسل نہ مارنا کہ مسلسل ضرب و تازیانہ سے اس جگہ زخم ہونے کا اندیشہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صرف حد زنا' حد قذف وغیرہ میں سوط یعنی کوڑہ سے مارتے ورنہ عام زجر و تنبیہ تادیب و تعزیر کے موقع پر صرف درہ یا بیت استعمال کرتے اور پھر درہ لگاتے وقت جسم سے کپڑا نہیں اترواتے۔ (السیاستہ الشرعیہ لابن تیمیہ ص ۵۶' امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے کہ سوط کی سزا درہ سے اشد و اقوی ہے)

--------- ۷ ---------

حضرت فاروق اعظم کو ابو لولو مجوسی نے قتل کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ عبیداللہ نے مغلوب الغضب ہو کر قاتل کی لڑکی اور ہرمزان کو قتل کر دیا۔ ان کے خیال میں یہ سب لوگ قتل کی سازش میں شریک تھے کیونکہ جس ہتھیار سے اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اس کو شہادت والی رات کو ہرمزان کے پاس ابو لولو نے پیش کیا تھا جس کے گواہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر تھے۔ مسعودی نے مروج الذہب میں یہ بھی لکھا ہے کہ ابو لولو ہرمزان کا ارض عجم میں قدیمی غلام تھا۔

اصابہ میں ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت عبیداللہ نے فرمایا کہ میں نے کل ہرمزان اور ابو لولو کو ایک جگہ رازدارانہ مشورہ کرتے ہوئے دیکھا تھا مجھے دیکھ کر یہ لوگ منتشر ہونے لگے تو ابو لولو کے ہاتھ سے دو طرفہ پھل والا ایک خنجر گرا تھا۔ ان کی اسی نشاندہی کے مطابق شہادت والے دن ابو لولو کا خنجر برآمد ہوا تھا۔ اسی بنا پر عبیداللہ بن عمرؓ نے ہرمزان کو شریک سازش سمجھ کر قتل کر دیا تھا۔

بہرحال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو سب سے پہلے یہی مقدمہ سامنے آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو قصاص میں عبیداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قتل کا فتویٰ دیا۔ لیکن اکثر و بیشتر جمہور صحابہ اس کے خلاف تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا چونکہ ہرمزان کا کوئی وارث نہیں ہے اس لیے بحیثیت امیرالمومنین میں اس کا ولی ہوں اور قتل کی بجائے دیت پر راضی ہوں۔ اس کے بعد خود اپنے ذاتی مال سے دیت کی رقم

دے دی۔ (مروج الذہب ص ۳۸۸ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۲۹۸ و اصابہ جلد ۳ ص ۷)

اس طرح فتنہ و فساد پیدا نہ ہونے پایا اور ایک نفس انسانی کا احترام بھی ملحوظ ہو گیا۔ ورنہ کل حضرت عمر رضی اللہ عنہ قتل کیے گئے تھے اور آج ان کا لڑکا قتل کیا جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبیلہ عدی کے افراد اس کو کبھی برداشت نہ کر سکتے اور فتنہ و فساد کی آگ بپا ہو جاتی اور نفس انسانی کی ممکن رعایت الگ ضائع ہو جاتی ہے۔ بلاشبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مقدمہ کا جس عمدگی سے فیصلہ کیا اس سے بہتر کوئی دوسرا فیصلہ ممکن نہ تھا۔

اصابہ میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مزید نقل کیا کہ حضرت عبیداللہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے گرفتار کرا کے ہرمزان کے لڑکے قمازیان کے سپرد کر دیا تھا۔ وہ قتل کے بدلہ قتل کرنا چاہتا تھا۔ کچھ لوگوں نے اس سے سفارش کی اور دیت پر راضی کرنا چاہا۔ اس نے کہا کہ اگر میں قتل ہی کرنا چاہوں تو کیا آپ میں سے کوئی صاحب مجھے روک سکتے ہیں۔ سب نے کہا نہیں تم کو اس کا پورا حق حاصل ہے۔ تب اس نے کہا کہ میں نے معاف کر دیا لیکن بایں ہمہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے دیت بھی ادا فرما دی۔ (اصابہ جلد ۳ ص ۷۷)

--------۸--------

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی نرم و ملائم کوڑے سے سزا دینے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ ن کا حکم تھا "ضرب بین ضربین وسوط بین سوطین" یعنی کوڑا نہ تو بہت سخت ہو اور نہ مار ہی بہت سخت ہو بلکہ معتدل اور درمیانی ہو۔ (السیاستہ الشرعیہ ص ۵۶)

--------۹--------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمان لکھا تھا کہ اگر کوئی شخص غلط کام کرے تو گرفت جیئے مگر کسی پر لعن طعن نہ کیجئے اس سے آپ کے اندر اجتماعی خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔ (تاریخ طبری جلد ۴ ص ۲۲۳ بحوالہ عمر کے سرکاری خطوط)

--------۱۰--------

احترام نفس انسانی کا یہ سلسلہ خلافت راشدہ کے دور میں قائم رہا چنانچہ جب عمر ابن عبدالعزیز کا زمانہ آیا تو آپ نے بھی اپنے عمال کے نام فرمان بھیجا کہ حدود شرعیہ کے علاوہ تمام تادیبی کارروائی میں جو سزا دی جائے وہ تیس کوڑے سے زائد ہرگز نہ ہو۔ (طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۶۹)

--------- ۱۱ ---------

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ امیرالمومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے عمال کو لکھا کرتے تھے کہ غصہ کے وقت کسی کو سزا نہ دو۔ بلکہ اسے قید خانہ بھیجو اور جب غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو اس کو قید سے نکال کر سزا دو "فعاقبه على قدرذنبه ولا تجاوز به خمسة عشرسوطا" یعنی اسے اس کے جرم کی مقدار کے مطابق سزا دو لیکن پندرہ کوڑوں سے کسی حال میں بھی زیادہ نہ ہو۔ (احیاء العلوم جلد ۳ ص ۱۶۲)

اسی طرح آپ نے یہ بھی حکم دے رکھا تھا کہ کسی کے سر اور داڑھی کے بال کو پکڑ کر نہ کھینچا جائے۔ خبردار کسی کو ایسی تکلیف ہرگز نہ دی جائے۔

(طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۸۰)

--------- ۱۲ ---------

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہزادگی کے زمانہ میں ولید بن عبدالملک کی طرف سے مدینہ کے گورنر اور اس کے نائب تھے۔ اہل مدینہ ان کی سیاست صالحہ اور ان کے عادلانہ طرز حکومت سے بے حد خوش تھے حجاج جب مدینہ میں آیا اور اس نے لوگوں کو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کیا تو الامان والحفیظ کی صدائیں اٹھنے لگیں۔ ایک دن حجاج نے اہل مدینہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق پوچھا کہ تمہارے دل میں ان کی ہیبت و محبت کس طرح ہے۔ جواب ملا ہیبت اس قدر ہے کہ نظر بھر کر دیکھ نہیں سکتے اور محبت کا یہ حال ہے کہ وہ ہمیں اپنے اہل و عیال سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ پوچھا ان کی تادیب و سیاست کس طرح تھی؟ جواب

دیا گیا "مابین ثلاثه اسواط الی العشرہ" یعنی معمولی جرائم میں تین کوڑوں تک سزا دیتے تھے۔ اس نے کہا اس معمولی سیاست پر یہ رعب داب اور یہ عظمت و محبت صرف خدا داد بات ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے انسانی عظمت کا احترام کیا تو خدا نے خلق خدا میں انہیں محبوب بھی بنا دیا۔ (السیاستہ الشرعیہ لابن تیمیہ ص ۴۷)

غیر مسلموں کے حقوق کا احترام حضرت عمر رضی اللہ عنہ آدمی کے کفر و شرک سے تو بیشک بیزار تھے لیکن خود اس آدمی سے کوئی نفرت نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض مشرک بھائیوں کے لیے بازار سے حلہ خرید کر روانہ فرمایا اگر ذرا بھی تعصب ہوتا تو اس قسم کا کوئی واقعہ پیش نہ آتا۔ (الاصابہ جلد ۲ ص ۴۵۲)

--------۲---------

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مسلمان اور ایک یہودی کا کوئی معاملہ پیش ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام پہلوؤں پر غور فرما کر یہودی کا دعویٰ درست سمجھا اور اسی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ یہودی نے خوش ہو کر کہا "واللہ لقد قضیت بالحق" قسم اللہ کی آپ نے بالکل حق فیصلہ کیا ہے۔

(موطا مع مسوی جلد ۲ ص ۲۶۸)

اس واقعہ سے صاف واضح ہے کہ حضرت عمر مسلمان کی بلا وجہ حمایت اور غیر مسلم سے خواہ مخواہ عداوت و نفرت بالکل نہ رکھتے تھے۔

--------۳---------

اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ذمیوں کے حقوق کی مراعات اور مظالم و نقصانات کی تلافی کے سلسلہ میں خاص طور سے بڑی سعی فرمائی ہے۔ آپ نے ذمی و غیر ذمی، مسلم و غیر مسلم کے حقوق کی واپسی اور سابقہ حکومتوں کے مظالم کی تلافی پر خاص طور سے توجہ فرمائی اور اپنے عمال کو تمام دفاتر کے چیک کرنے کا حکم دیا۔ فرمایا کہ اگر کسی مسلمان یا ذمی پر کچھ ظلم ہوا ہو تو اس کے حقوق اس کو

واپس کر دیئے جائیں اگر اہل حقوق کا انتقال ہو چکا ہو تو ان کے ورثاء کو دے دیا جائے۔ اسی طرح کا ایک حکم عروہ عامل یمن کے نام بھیجا اس میں بڑی سختی سے لکھا کہ سابقہ حکومتوں کے تمام مظالم و نقصانات کا ایک ایک کر کے معاوضہ دے دیا جائے۔ مزید فرمایا اگر کسی کی بکری واپس کرنے کے لئے بھی لکھوں تو پھر اس سوال کا وقفہ بھی نہ لو کہ کالی واپس کر دی جائے یا سفید! بلکہ رد مظالم میں فوراً معاوضہ دے دو۔

--------۴---------

غیر مسلموں کی امداد ابن سعد نے نقل کیا ہے کہ آپ کی خلافت کی جانب سے غیر اقوام کے مذہبی لوگوں کی بھی امداد کی جاتی تھی۔ (طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۵۸)

اس سے معلوم ہوا کہ سرکاری خزانہ سے امداد کے لیے مذہب کا کچھ تعصب نہ تھا۔ کیونکہ ہر قسم کی آزادی کے لئے آپ کی عدالت و جود و سخا کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عمال کو ہمیشہ یاد دلایا کہ رعایا کے معاملہ میں تم انصاف کو پیش نظر رکھو۔ جس قدر تم ماتحت رعایا پر قادر ہو اس سے بہت زیادہ خدا تم پر قادر ہے۔ (البدایہ جلد ۹ ص ۲۰۱)

--------۵---------

گرجا گھر اور پادریوں کی حفاظت اسی طرح ہارون رشید کے عہد خلافت میں گرجا کے پادریوں کے ساتھ کافی مراعات و سلوک کا دستور تھا۔ کتاب الخراج میں قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے گرجا کے پادریوں سے خراج و جزیہ کی معافی کا دستور اعلان کیا۔ (کتاب الخراج ص ۴۶)

--------۶---------

محترم ڈاکٹر حمید اللہ صاحب اپنی لطیف تالیف میں ایک پادری کا بیان لکھتے ہیں جسے مشہور و لندیزی مستشرق نے اپنی کتاب فتوحات شام میں نقل کیا ہے۔ نسطوری

پادری کا بیان حسب ذیل ہے

"یہ عرب جن کو خدا نے آج کل حکومت عطا کی ہے ہمارے مالک بن گئے ہیں مگر وہ عیسائی مذہب سے بالکل برسرپیکار نہیں۔ اس کے برخلاف وہ ہمارے دین کی حفاظت کرتے ہیں اور ہمارے پادریوں اور قدوسیوں کا احترام کرتے ہیں اور ہمارے گرجاؤں اور عبادت خانوں کو جاگیریں عطا کرتے ہیں۔

(رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی ص ۲۸۲)

--------- ۷ ---------

اہل حیرہ کے لئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے امیرالمومنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم سے جو عہد نامہ لکھا تھا اس کی خاص خاص دفعات یہ ہیں

(۱) ان لوگوں کا گرجا گھر اور کوئی عبادت خانہ منہدم نہ کیا جائے گا۔

(۲) ناقوس (نرسنگھا) بجانے سے ان کو نہیں روکا جائے گا۔

(۳) تہوار کے موقعہ پر صلیب کا جلوس نکالنے سے انکو منع نہیں کیا جائے گا۔

(۴) ان لوگوں کے مذہبی پیشوا پادری وغیرہ جزیہ ادا کرنے سے مستثنیٰ ہوں گے۔

(کتاب الخراج لابی یوسف رحمہ اللہ ص ۱۴۳)

--------- ۸ ---------

البتہ گرجا گھر والوں کو ان عام مراعات کے ساتھ یہ ہدایت تھی کہ اپنے گرجوں میں مسلمانوں کے خلاف کسی جاسوس کو ٹھکانہ نہ دیں اور مملکت اسلامیہ میں ایسے جاسوسوں کو چھپا کر غداری نہ کریں۔ (مستطرف ج ۱ ص ۱۱۰)

ظاہر ہے کہ یہ حکم عام مذہبی مراعات کے ساتھ محض سیاسی ہے۔ جسے ایذاء مذہب میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

قتال کفار کا مقصد بطور افادہ مناسبت مقام سے عرض ہے کہ اسلام کا مقصد قتال کفار نہ تھا بلکہ استیلاء اسلام یعنی اسلام جو دین حق ہے اور جس کی وجہ سے حقیقتہ" دین و دنیا کا اعتدال قائم ہے اس کو تمام عالم میں عام کرنا مقصود ہے۔ اسلام

کی ان جنگوں میں دوسرے اہل دول کے سامنے صاف طور سے پیش کر دیا گیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمارے بھائی بن جاؤ اور اسلام لا کر ہماری طرح تمام حقوق اسلام سے مستفید ہو اور اگر یہ منظور نہ ہو تو ہمارے ماتحت ہو کر زندگی گزارو اور ہماری بالادستی تسلیم کرو اور جزیہ کی رقم ہمیں ادا کرو۔ اگر یہ دونوں صورتیں نامنظور ہیں تو پھر ہماری تمہاری کھلی ہوئی جنگ ہے۔

اگر اسلام کا مقصد محض قتال کفار ہوتا تو پھر عورتوں' بچوں' بوڑھوں' معذوروں' گوشہ گیر فقیروں کو قتال کے حکم سے کیوں مستثنیٰ کیا جاتا۔ علت کفر تو سب میں مشترک ہے حالانکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے حضرت جابر سے اس طرح مروی ہے ''لا تقتلوا ذریه ولا عسیفا ولا شیخا فانیا ولا طفلا صغیرا و لا امراة'' یعنی چھوٹے بچوں' بیگار میں پڑے ہوئے مزدوروں' کمزوروں' بوڑھوں' نابالغ لڑکوں اور عورتوں کو قتل نہ کرو۔ (السیاستہ الشرعیہ ص ۵۹ و موطا مع مسوی جلد ۲ ص ۱۳۲)

اسی طرح امیرالمومنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے امیر لشکر حضرت اسامہؓ سے فرمایا ''دیکھو خیانت نہ کرنا' فریب نہ کرنا' دشمن کے ہاتھ پاؤں مت کاٹنا' چھوٹے بچوں' بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔ اور ان لوگوں کو کچھ نہ کہنا جنہوں نے اپنی زندگی عبادت گاہوں گرجا گھروں میں وقف کر دی ہے۔'' (صدیق اکبر مولف مولانا سعید احمد اکبر آبادی ص ۳۲۹ بحوالہ طبری جلد دوم ص ۴۶۳)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اگر کفر کا اقتدار وجہ فتنہ بن جائے تو قتال ضروری ہے ورنہ نہیں۔ فرماتے ہیں فمن لم یمنع المسلمین من اقامة دین الاسلام لم یکن مضرة کفر الا علی نفسه (السیاستہ الشرعیہ لابن تیمیہ ص ۵۹)

جزیہ بھی اسلام کے اقتدار اور بالادستی کو تسلیم کرنے کی غرض سے ہے ورنہ محض تحصیل خراج و جزیہ اسلام کا مقصد ہرگز نہ تھا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے خراسان کے عامل جراح بن عبداللہ کو اس لئے معطل کر دیا کہ انہوں نے جزیہ کو کم

دیکھ کر نو مسلموں سے کہا کہ تم لوگ اس لئے اسلام لے آئے ہو کہ جزیہ سے بچ جاؤ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو جب یہ خبر ملی تو عامل کو معزول کرتے ہوئے ایک سنہرا مقولہ تحریر فرمایا "محمد ﷺ دنیا میں دعوت حق کے لئے بھیجے گئے تھے۔ آپ خراج و جزیہ کے محصل بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔" (البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۱۸۸)

اسی طرح امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجموعہ رسائل کے ایک رسالہ "قتال الکفار" میں صراحت کی ہے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے "لا اکراہ فی الدین" دین میں زبردستی نہیں ہے "فلو کان الکافر یقتل حتی یسلم لکان ھذا اعظم الاکراہ علی الدین" پس اگر مسئلہ شرعی یہ ہو کہ جب کافر مسلمان نہ ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے تو مذہب پر جبر و اکراہ کی اس سے بڑی شکل کیا ہو گی۔

(رسالہ قتال الکفار ص ۱۲۵)

پس اسلام کا مقصد اولیں استیلاء اسلام ہے تا کہ دین و دنیا میں اعتدال اور امن و امان قائم رہے۔

غیر مسلم اطباء سے تعلقات فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاص کو جو فتح مکہ کے موقعہ پر اتفاقاً بیمار ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ تم حارث کے پاس جا کر علاج کراؤ۔ (استیعاب لابن عبدالبر تذکرہ سعد)

---------۲---------

خود حضور ﷺ نے بھی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے علاج کے لئے حارث بن کلدہ کو توجہ دلائی "عالج سعدا مما بہ" کہ سعد کا علاج کرو۔ (اصابہ لابن حجر جلد اول ص ۲۸۸)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ حارث طبیب غیر مسلم تھا۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ جب بیمار ہوئیں تو آپ کے بھتیجوں نے قوم زط یعنی جاٹ قوم کے ایک طبیب سے علاج کرایا۔ (الادب المفرد)

---------۳---------

فاتح مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ایک مشہور عیسائی طبیب سے جو یحیٰی

نحوی کے نام سے مشہور تھا اپنا تعلق رکھا۔ ابن ابی اصیعہ کے الفاظ ہیں واکرمہ ولازمہ وکان لا یکاد یفاوقہ (طبقات الاطباء ص ۲۴۲)

--------۴----------

امیر شام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا خاص معالج ایک عیسائی طبیب ابن آثال نامی تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس کی بہت عزت کرتے تھے اور اس کے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کرتے تھے۔ عہد صحابہ میں یہ آؤ بھگت یہ حسن تعلق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے دلوں میں غیر مسلم اقوام سے ادنیٰ تعصب نہ تھا۔ ان کا سینہ بالکل پاک و صاف تھا۔

--------۵----------

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے بھی غیر مسلم اطباء کی قدر افزائی فرمائی۔ یہودی طبیب ماسرجویہ نے کتاب کناشہ کا جب عربی زبان میں ترجمہ کیا تو خلیفہ کے سامنے پیش ہوا۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے چالیس دن تک اس کتاب کو اپنی عبادت گاہ کے کمرہ میں رکھا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ عام مسلمانوں میں یہ کتاب (جو دراصل ایک طب کی قرابادین تھی) پھیلا دی جائے۔ (طبقات الاطباء)

وظیفہ عام اور وجہ معاش کا انتظام

خلافت راشدہ میں طرز زندگی بے حد سادہ تھی۔ اگرچہ سب طرح کی چیزیں بیت المال میں موجود تھیں مگر خلفائے راشدین اپنے نفس کے لیے ذرا سا بھی تصرف حرام سمجھتے تھے۔ وہ سب کو آرام سے رکھنے کی اور سب کے کھانے پینے کی ذمہ داری پوری طرح محسوس کرتے تھے وہ اپنے نفس پر عمدہ کھانا اور آرام کی نیند کو حرام کر لیتے تھے۔ جب تک ساری رعایا سکھی ہو کر کھاتی پیتی نظر نہ آتی تب تک ان کے چہرے پر مسرت کی کوئی لکیر نظر نہیں آ سکتی تھی۔ اس سلسلہ میں چند واقعات پیش کیے جا رہے ہیں۔ اس سے بخوبی واضح ہو جائے گا کہ کس کس طرح سے رعایا کی خوشحالی اور راحت رسانی کے بارے میں خلفاء راشدین اعلیٰ درجہ کا انتظام فرماتے تھے۔

---------۱----------

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کا وجہ معاش یکساں مقرر فرما دیا اور معاش میں فضائل و کمال کا کوئی خاص لحاظ نہ رکھا۔ کتاب الاموال اور الاستیعاب وغیرہ میں تفصیلات موجود ہیں۔

---------۲----------

جب فاروقی دور آیا اور مال غنائم و خراج وغیرہ سے بیت المال میں کثرت ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر انسان کا وظیفہ علی قدر مراتب مقرر فرمایا اور "خراج" اور "فے" وغیرہ کا الگ الگ دفتر رکھا اور جنگ آزماؤں کا الگ رجسٹر رکھا۔ اور دوسرے عام لوگوں کے وظائف و عطیات کا ایک الگ رجسٹر مقرر فرمایا اور صحابہ کرام بدرد

احد والوں کو اعلیٰ درجہ کا وظیفہ دیا۔ اسی طرح ازواج مطہرات اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم وغیرہم کے لئے بہت گرانقدر وظیفہ جاری فرمایا (احیاء العلوم جلد ۲ ص ۱۳۸ والسیاستہ الشرعیہ لابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ص ۹)

اس کے ساتھ ساتھ عوام و غریب و بے کس انسانوں کا بھی انتظام فرمایا گیا جن کو آج کی مہذب و ماڈرن دنیا پوچھتی بھی نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام انسانوں کا راشن اور وظیفہ بصورت غلہ رائج کیا۔

عوام الناس کا راشن علامہ ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک وقت تیس آدمیوں کا کھانا پکوایا۔ روٹی کو زیتون کے تیل میں بطور ملیدہ تیار کر کے کھلایا۔ جب تیسوں آدمی کھانا کھا کر آسودہ ہو گئے تو پھر اسی مقدار میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فی کس تیس دن کا غلہ (جو دو جریب کے مساوی تھا) ہر شخص کے لئے ماہانہ جاری کر دیا۔ (کتاب الاموال ص ۲۴۷، کتاب الخراج ص ۵۶ و طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۲۲۰)

مدینہ کے گرد و نواح میں وظائف کی تقسیم ہشام کی روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ خزانے کا رجسٹر لے کر قدید تشریف لے گئے۔ سب مرد عورت ان کے پاس حاضر ہو گئے۔ آپ نے سب کا عطیہ ان کے ہاتھوں میں براہ راست دے دیا۔ پھر عسفان گئے۔ وہاں بھی سب مرد عورتوں میں ان کا وظیفہ تقسیم فرمایا۔ آخر زندگی تک ان کا یہ دستور رہا۔ (طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۲۱۴)

دور دراز علاقوں کے غرباء کا معاشی انتظام اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے علاوہ دوسرے مقامات سے غرباء کی فہرست حاصل فرمائی اور ان کے اخراجات کا بیت المال سے انتظام فرمایا۔

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ شام و حمص وغیرہ دیگر اضلاع سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غرباء کی فہرست حاصل کی تا کہ ان کے معاش کا انتظام کیا جائے۔ چنانچہ جب شام کے سفر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تھے تو اس کی مختلف آبادیوں اور بستیوں سے گذرتے ہوئے حمص پہنچے تو فرمایا ان غرباء کی ایک فہرست میرے

سامنے پیش کی جائے۔ فہرست پیش کی گئی اور سب کے وجہ معاش کا انتظام فرمایا گیا۔

(صفتہ الصفوۃ جلد اول ص ۲۷۵)

ایک ایک چرواہے کا وظیفہ جب عہد فاروقی میں بحرین' بصرہ' کوفہ' دمشق' شام' وغیرہ سے اموال کی کثرت ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بے حد مسرت کا اظہار کیا۔ چنانچہ جب بحرین سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پانچ لاکھ درہم لے کر دربار فاروقی میں شام کے وقت پہنچے اور فاروق اعظم کو رات ہی میں سپرد کرنے لگے تو پوچھا یہ کتنی رقم ہے؟ انہوں نے کہا "پانچ لاکھ" پوچھا جانتے ہو پانچ لاکھ کتنا ہوتا ہے؟ جواب دیا ہاں۔ ایک لاکھ' پھر ایک لاکھ' اسی طرح پانچ مرتبہ شمار کیا۔ فاروق اعظم نے کہا۔ "تم اس وقت اونگھ رہے ہو نیند کا غلبہ ہے۔ صبح آنا" جب صبح کو پہنچے اور پھر یہی مقدار بتائی تو فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا تو ایک ایک چرواہے تک کے لئے بیت المال سے وظیفہ جاری کر دوں گا۔ (کتاب الخراج ص ۵۵)

---------۲----------

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ سے دس لاکھ کی رقم لے کر دربار فاروقی میں حاضر ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسرت اور تعجب کے ملے جلے لہجہ میں فرمایا کہ "تم ہوش و حواس میں ہو یا نہیں؟ جانتے بھی ہو دس لاکھ کتنا ہوتا ہے؟ فرمایا۔ ایک لاکھ' ایک لاکھ' اسی طرح دس مرتبہ شمار کیا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر یہ سچ ہے تو اب ہر شخص تک وظیفہ پھیل جائے گا۔ اسی وقت تقسیم کے انتظام عام کے لئے ایک دفتر قائم ہوا اور ہر شخص کے وظیفہ کا حساب رجسٹر میں درج کرنے کا اہتمام کیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑے جوش و ہوش کے ساتھ قسم کھا کے فرمایا "واللہ لئن بقیت لیاتین الراعی بجبل صنعاء حظہ من ھذا المال وھو مکانہ قبل ان یحمر وجھہ فی طلبہ" یعنی اگر میں زندہ رہا تو بیت المال کی ان رقموں کو بیت المال میں بند نہ رکھوں گا بلکہ ہر ایک شخص کو اس کا وظیفہ اس کے گھر پہنچاؤں گا۔ حتیٰ کہ صنعاء یمن کے پہاڑیوں کے رہنے والے چرواہوں تک کا

وظیفہ ان کو گھر بیٹھے پہنچا کرے گا۔ اور سفر کی صعوبت سے ان کا چہرہ لال نہ ہونے پائے گا۔ (کتاب الخراج ص ۵۵ و سیرت عمر ص ۸۸)

تقسیم وظائف کا یہ سلسلہ خلافت عثمانی میں بھی قائم رہا۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک خطبہ کے موقعہ پر میں پہنچا آپ فرما رہے تھے کہ اپنے عطیات و وظائف اور اپنے خرچ کے کپڑے و غلے لے جاؤ۔ پھر فرمایا شہد اور گھی لے جاؤ۔ پھر فرمایا کہ خوشبو کے کمرہ میں جاؤ وہاں سے مشک وغیرہ لے جاؤ۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا "فیاخذون وافیہ" کہ لوگ کافی وافی حصہ لے کر واپس آتے تھے۔ (الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبہ دینوری جلد اول ص ۶۷ واستیعاب جلد ۲ ص ۴۷۶ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول جزء ۴ ص ۷۶۱)

یہ سلسلہ دور خلافت راشدہ میں قائم رہا۔ حتیٰ کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے ایام خلافت تک وظیفہ کا یہی عموم جاری رہا۔

--------۴---------

صاحب طبقات نے لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے گورنر ابوبکر بن حزم کو یہ حکم دیا کہ تاجر طبقہ کے علاوہ تمام مسلمانوں کا وظیفہ مقرر کیا جائے۔ اسی طرح ایک مرتبہ اعلان عام فرمایا اکتبوا لنا کل منفوس نفرض لہ" یعنی ہمارے پاس تمام زندہ انسانوں کی فہرست پیش کرو تاکہ ہم سب کا وظیفہ مقرر کریں۔

(طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۵۴ و تہذیب الاسماء جلد ۲ ص ۲۱)

شیر خوار بچوں کا وظیفہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کے گشت پر تھے۔ ایک گھر کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ایک بچہ مچل مچل کر رو رہا ہے۔ آپ نے اس کی ماں سے کہا کہ اس کو بہلا لے۔ پھر دوسری جگہوں سے شب گشتی کرتے ہوئے جب واپس ہوئے تو دیکھا کہ بچہ ابھی تک روئے جا رہا ہے۔ فرمایا "ویحک انی لاراک ام سوء" افسوس! میں تو یہ سمجھنے پر مجبور ہوں کہ تو بری ماں ہے۔ اس نے کہا میں اس کا دودھ چھڑا رہی ہوں کیونکہ امیر المومنین کا حکم ہے کہ جب تک بچہ دودھ نہ

چھوڑے اس وقت تک اس کا وظیفہ جاری نہ ہو گا۔ چونکہ میں پریشان حال ہوں اس لیے وظیفہ پانے کے خیال سے اس کا دودھ چھڑا رہی ہوں۔ پوچھا بچہ کتنے مہینے کا ہے؟ اس نے کہا "ابھی چند ماہ کا ہے" حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اس صورت حال سے عجب تاثر طاری ہوا۔ نماز فجر میں اتنا روئے کہ شدت گریہ سے آپ کی آواز واضح نہ ہو سکی۔ صبح ہوتے ہی سرزمین خلافت میں منادی کرا دی کہ ہر بچے کا وظیفہ اس کے پیدا ہوتے ہی مقرر ہو جائے گا۔ (کتاب الاموال ص ۲۳۷ و سیرت عمر ص ۵۸ وصفوۃ الصفوہ جلد اول ص ۱۱۱)

--------۲----------

قاضی ابو یوسفؒ لکھتے ہیں "کان للمنفوس اذا طرحته امه مائة درهم فاذا ترعرع بلغ به مائتین فاذا بلغ زاده" یعنی بچہ تولد ہوتے ہی سو درہم جب اور بڑا ہوا تو دو سو درہم اور جب بالغ ہو جائے تو اور زیادہ وظیفہ مقرر ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں دوسرے خلفاء راشدین کا عمل بھی یہی تھا۔ (کتاب الخراج ص ۵۵)

--------۳----------

صاحب کتاب الاموال لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب کسی کے ہاں بچہ پیدا ہونے کی اطلاع آتی تو آپ علاوہ ماہانہ وظیفہ کے پچاس درہم زچہ بچہ کے لئے معہ کپڑوں کے ارسال فرماتے۔ (کتاب الاموال ص ۲۳۸)

--------۴----------

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بچہ کی پیدائش پر سو درہم کا وظیفہ جاری فرماتے۔

(کتاب الاموال ص ۲۳۸)

--------۵----------

اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ شیر خوار بچے کا وظیفہ دس دینار سرخ (سو درہم) جاری فرماتے اور رجسٹر میں بچے کا نام درج کرنے کا حکم دیتے۔ (کتاب الاموال ص ۲۳۸ و تہذیب الاسماء جلد ۲ ص ۲۱)

سڑکوں پر پھینکے ہوئے بچوں کے لئے وظیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب ایسا بچہ لایا جاتا جو گزرگاہوں پر پڑا ہوا ملتا تو اس کے لئے آپ سو درہم کا وظیفہ مقرر فرماتے اور کسی کے ذمہ اس کی پرورش کا انتظام کرتے۔ خوراک' دودھ' وغیرہ کا تمام صرفہ بچے کا متولی ہر مہینہ آکر لے جاتا۔ خود بھی گاہے گاہے ایسے بچوں کی دیکھ بھال فرمایا کرتے اور حسن سلوک کی تاکید کرتے رہتے اور بیت المال سے اس کی پرورش کے تمام لوازمات و اخراجات دیتے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۲۱۴)

--------۲----------

سیرت عمر رضی اللہ عنہ میں ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک شخص سربازار مقتول پایا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سال بھر تک قاتل کا پتہ لگاتے رہے لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ ایک سال کے بعد پھر وہیں ایک نوزائیدہ بچہ پایا گیا جو پھینک دیا گیا تھا۔ لوگوں نے بچے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا اور بتایا کہ جہاں مقتول ملا تھا وہیں یہ بچہ بھی ملا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب قاتل کا پتہ لگ جائے گا۔ بچے کو ایک دایہ کے سپرد کیا اور اس کے اخراجات کا بیت المال سے انتظام کر دیا اور دایہ سے یہ تاکید کر دی کہ جب اس بچے سے کوئی تعلق و محبت کا اظہار کرے اور اس کو اپنے پاس بلائے اور بوسہ لے یا سینے سے لگائے تو مجھے فوراً اطلاع دینا۔ لڑکا پرورش پاتے پاتے جب بڑا ہو گیا تو ایک عورت نے اپنی خادمہ کے ذریعہ بچہ کو منگوایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی گئی۔ آپ اسی وقت تیار ہو کر اہل خانہ کے پاس گئے۔ گھر کے مالک سے اجازت لی کہ مجھے اس عورت سے ضروری معلومات حاصل کرنا ہیں۔ اجازت کے بعد آپ نے ننگی تلوار نکال کر عورت سے کہا یہ بچہ کس کا ہے اور اس سے تمہاری محبت کا سبب کیا ہے؟ مقتول کو کس نے قتل کیا ہے؟ سچ سچ بتا دے ورنہ تیرا سر اسی تلوار سے قلم کر دوں گا۔ عورت نے کہا میں بالکل سچ سچ عرض کروں گی۔ آپ باطمینان سن لیجئے۔ اس نے کہا میرے پاس ایک بوڑھی عورت آیا کرتی تھی جو ہر طرح میری خدمت کرتی رہی میں اس کو والدہ کی

طرح اور وہ مجھ کو بیٹی کی طرح سمجھنے لگی۔ اس پر ایک زمانہ گذر گیا۔ پھر جب اس کو ایک سفر پیش آیا تو اس نے کہا میں ایک سفر میں باہر جا رہی ہوں۔ میری ایک بیٹی ہے وہ تنہائی میں گھبرائے گی۔ میری خواہش یہ ہے کہ میری واپسی تک تم اسے اپنے ساتھ ہی رکھ لو۔ میری اجازت کے بعد وہ ایک نوجوان لڑکے کو لائی لیکن چونکہ اس کی ساری شکل و صورت نسوانی تھی۔ اس لیے مجھ کو اس کے لڑکی ہونے میں ذرا بھی شک نہیں تھا۔ میں اس کے ساتھ بے تکلف رہنے لگی۔ ایک دن میں سو رہی تھی اس نے میری بے خبری میں میرے ساتھ برا سلوک کیا۔ جب میں جاگی تو بے بس تھی لیکن میں نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے تو ایک چھرا جو قریب ہی تھا مل گیا۔ میں نے اس سے اسے قتل کر دیا اور اس کو اس جگہ پھنکوا دیا جہاں آپ نے دیکھا۔ پھر یہ بچہ اس کا نطفہ تھا۔ میں نے اس کے پیدا ہونے کے بعد اس کو بھی اسی جگہ پھنکوا دیا۔ فطری محبت ایک دن جوش میں آئی تو میں نے دیکھنے کے لئے اسے بلوایا۔ یہ ہے پوری داستان! حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر باہر آئے اور گھر کے شیخ سے کہا "بارک اللہ فی ابنتک فنعم البنت ابنتک" اللہ تم کو ایسی بچی مبارک کرے۔ آپ کی بچی کیا خوب بچی ہے۔ شیخ نے کہا۔ جزاک اللہ

(سیرت عمر ص ۷۰ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول جزء ۲ ص ۴۴۴)

اس واقعہ سے بھی ظاہر ہے کہ لاوارث بچوں کی پرورش اور ان کی دیکھ بھال کا خلافت راشدہ میں کیسا معقول انتظام تھا۔

بیت المال سے قرضہ کی ادائیگی بیت المال سے مقروض کے قرضوں کی ادائیگی کا بھی انتظام تھا اور یہ انتظام عہد نبوی سے ہی جاری تھا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آتا اور وہ مقروض ہوتا تو فرماتے اس کے قرضوں کی ادائیگی کی کوئی صورت ہے؟ اگر کوئی ذمہ لیتا یا اس کے متروکہ مال سے ادا ہو جانے کی گنجائش ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود نماز جنازہ ادا فرماتے ورنہ صحابہ سے فرماتے کہ تم لوگ اس کے جنازہ کی نماز پڑھ لو۔

لیکن اس کے بعد خدا نے اموال و فتوحات کی کثرت فرمائی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا "فمن توفي وعليه دين فعلي قضاءه ومن ترك مالا فلورثته" یعنی جو مقروض ہو کر مرے گا اس کے قرض کی ادائیگی میرے ذمہ ہے اور اپنے ترکہ میں جو مال و دولت چھوڑے گا تو وہ اس کے ورثہ کا حق ہے۔ (کتاب الاموال و صحیح بخاری کتاب الکفالتہ و مستطرف جلد اول ص ۹۹)

---------۲----------

آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ مرنے والے کے وارث کا پتہ نہیں چلا "فرفع ميراثه الى اكبر تلك القبيلة" یعنی اس کے قبیلہ میں جو خاندانی بزرگ تھا (مال و دولت) اس کے حوالہ کر دیا گیا جو نسبتہ" اس میت سے قریب تر تھا۔ (السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہؒ ص ۱۹)

---------۳----------

حضرت سالم رضی اللہ عنہ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سالم دونوں شہید ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سالم کے میراث کو حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلقین تک پہنچا دیا۔ انہوں نے اس سے استغناء ظاہر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میراث کو بیت المال میں داخل کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ لابن کثیر جلد ۶ ص ۳۳۷)

ان دونوں واقعات سے بخوبی معلوم ہوا کہ خلافت اسلامیہ حتی الامکان ایسے اموال کو ورثاء تک پہنچانے کی کوشش کرتی تھی۔ لاوارث قرار دے کر بیت المال میں داخل کر لینے کا جذبہ نہ تھا۔ اب ایسی مہربان گورنمنٹ روئے زمین پر کہاں ہے کہ قرضہ تو وہ ادا کرے اور متروکات و جائیداد و اموال سے کچھ واسطہ نہ رکھے۔ اسلام موجودہ دور کی ساری حکومتوں سے کہتا ہے

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جواں ہے
دعویٰ نہ کرے یہ کہ مرے منہ میں زباں ہے

الحمدللہ یہ نظام خلافت راشدہ کے پورے دور میں جاری رہا۔

بیت المال سے اداء قرض و اخراجات شادی کا انتظام

علامہ ابوعبید قاسم ابن سلامؒ نے خلافت راشدہ کے اخیر دور میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے عراق کے حکام و عمال کے نام فرمان بھیجا کہ لوگوں کا وظیفہ بیت المال سے جاری کر دیا جائے۔ افسران عراق نے جواب دیا کہ سب کا وظیفہ جاری ہو گیا ہے لیکن اب بھی بیت المال میں بہت مال ہے۔ فرمایا جو شخص مقروض ہو اور اس نے فضول خرچی و عیاشی کے لئے قرض نہ لیا ہو تو اس کا قرض ادا کر دو۔ اطلاع دی گئی کہ سب کے قرض ادا کر دیئے گئے لیکن اب بھی بیت المال بھرا پڑا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تیسرا فرمان بھیجا کہ اپنے علاقوں و اضلاع کے شہریوں کو دیکھو جو نوجوان خرچ کی مجبوری سے شادی نہ کر سکتے ہوں اور شادی کے خواہش مند ہوں ان کے اخراجات شادی اور مہر کی رقم کے لئے بیت المال سے ان کو روپیہ دو افسران نے اس کی بھی تکمیل کر کے اطلاع دی کہ اب بھی بیت المال میں بہت کچھ موجود ہے۔ (کتاب الاموال ص ۲۵۱، سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ص ۶۷، البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۲۰۰)

--------۲----------

اسی طرح مورخ ابن سعد لکھتے ہیں کہ کوفہ کی جامع مسجد میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا فرمان مجمع عام میں پڑھ کر سنایا گیا کہ جو لوگ مقروض ہوں اور ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتے ہوں ان کا قرض بیت المال ادا کرے اور جو لوگ شادی کے مصارف اور عورتوں کا مہر نہ ادا کر سکتے ہوں ایسے لوگوں کو ان کے حسب ضرورت بیت المال سے رقم دو۔ (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۷۶)

اداء قرض و اخراجات شادی و وظیفہ عام کا یہ سلسلہ عراق کے چند اضلاع کوفہ وغیرہ کے ساتھ ہی محدود نہ تھا۔ مرکزی حکومت کی طرف سے تمام علاقائی و صوبائی و ضلعی، ریاستوں میں یہ احکام جاری تھے۔ آج ایسی ضرورتوں کے لئے حکومت کی

طرف سے مساعدت اور تعاون کا خواب بھی کسی کو نظر نہیں آ سکتا۔ آج کسی بھی حکومت کے قانونی دفعات میں ایسے اصول نظر نہیں آ سکتے۔ (سنا گیا ہے کہ حکومت سعودیہ میں آج بھی اسلام کے یہ اعلیٰ اصول جاری ہیں)

علامہ ابوعبید لکھتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے عمال کو لکھا کہ بیت المال سے مسلمانوں کے قرضوں کو ادا کر دو۔ افسروں نے رپورٹ بھیجی کہ یہاں ایسے لوگ مقروض ہو کر آتے ہیں جو رہنے سہنے کے لئے مکان، سواری کے لئے گھوڑا، کاروبار کے لئے نوکر چاکر اور دیگر استعمال کے لئے گھریلو سامان رکھتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا لا بد للمرء المسلم من مسکن یسکنه و خادم یکفیه مهنته و من فرس یجاهد علیه عدوا و من ان یکون له الاثاث فی بیته نعم فاقضوا عنه فانه غارم"

یعنی گھر اور اس کے لوازمات برتن وغیرہ نوکر چاکر و گھوڑا وغیرہ رکھنے کے باوجود آدمی مقروض ہو سکتا ہے اور ان سامانوں کی وجہ سے ان کو غارمین کی فہرست سے نکالا نہیں جا سکتا۔ بلاشبہ یہ لوگ غارمین میں شامل ہیں۔ ان کے قرضے بہرحال ادا کر دو۔ (کتاب الاموال ص ۵۵۶)

--------۴----------

مورخ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد مبارک میں بیت المال کے اندر سہم الغارمین کے نام سے ایک مخصوص عنوان مقرر تھا۔ اس کے ذریعہ تمام مقروض مسلمانوں کا قرض ادا کیا جاتا تھا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے متعدد واقعات کو نقل کیا ہے۔ شرفاء و علماء و ائمہ میں سے جو بھی مقروض ہوتے ان کی امداد اس شعبہ سے ہوتی تھی۔ (طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۵۷)

--------۵----------

مفسر ابن جریر طبریؒ نے غارمین کی تفسیر میں حضرت قتادہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ غارم وہ لوگ ہیں جو قرضوں کے جنجال میں پھنسے ہوتے ہیں اور کسی فضول

خرچی یا کسی فساد کے سبب قرض کا یہ بار نہ پڑا ہو اور مجاہد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ غارم وہ ہے جس کا مکان جل گیا یا مال و اسباب سیلاب و طوفان کی نذر ہو گیا ہو تو ایسی تمام صورتوں میں اس کے اہل و عیال کی پرورش کے لئے خلیفہ وقت کو بیت المال سے مدد دینی چاہیے۔ (تفسیر ابن جریر طبری جلد ۱۰ ص ۱۰۰)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ" لکھتے ہیں کہ غارمین میں وہ لوگ داخل ہیں "علیھم دیون لا یجدون وفاء ھا فیعطون وفاء دیونھم و لوکان کثیرا لا ان یکون غرموہ فی معصیۃ اللہ فلایعطون حتی یتوبوا"

یعنی اگر مسلمان مقروض ہے اور وہ اسے خود نہیں ادا کر سکتا تو بیت المال سے اس کی مدد اس قدر کی جائے گی کہ قرض ادا ہو جائے خواہ زیادہ مقدار میں قرض ہو بشرطیکہ اسے معصیت میں نہ خرچ کیا ہو۔ اگر گناہ کے کام کے لئے خرچ کیا ہو تو توبہ کے بعد دیا جائے گا۔ (السیاستہ الشرعیہ ص ۱۷)

ان تمام واقعات سے معلوم ہوا کہ نادار مقروضوں کے قرضہ کی بے باقی و ادائیگی سرکاری خزانہ بیت المال سے ہوتی رہتی تھی اور اب تو ایسے زمانہ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

احسان عام اور لطف و کرم آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے الخلق کلھم عیال اللہ فاحب خلقہ الیہ احب لعیالہ (الاصابہ لابن حجر جلد ۱ ص ۱۵۸) یعنی پوری مخلوق اللہ کی طرف محتاج ہے پس اللہ کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اللہ کی مخلوق کو فائدہ پہنچائے۔

آنحضرت ﷺ نے انسان کے ساتھ ہمدردی و غمگساری مسلمانوں کا ایک اہم فریضہ ٹھہرایا ہے۔ ارشاد ہے "ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء (الاصابہ لابن حجر جلد اول ص ۱۵۸) یعنی تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم فرمائے گا۔ مولانا حالی مرحوم لکھتے ہیں

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر

خدا مہربان ہو گا عرش بریں پر
خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر
نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر

آنحضرت ﷺ کو اپنے اصحاب سے کس قدر محبت تھی وہ آپ کی زندگی کے واقعات سے ظاہر ہے۔ بشر جہنی کے باپ کسی غزوہ میں شہید ہو گئے۔ بشر ان کے غم میں رونے لگے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا "اما ترضی ان اکون انا اباک و عائشہ امک" یعنی کیا تم کو یہ پسند نہیں ہے کہ میں تمہارا باپ اور عائشہ تمہاری ماں کے درجہ میں ہوں۔ (اصابہ جلد ۳ ص ۲۲)

اس واقعہ سے عوام سے بے پناہ لطف و محبت ظاہر ہے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک قرآن کریم میں ماں باپ کے ساتھ ملائم گفتگو' شیریں زبانی اور حسن سلوک رکھنے کے تاکیدی احکام موجود ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ نے بھی ماں باپ کے قدموں میں جنت کی خوش خبری سنائی ہے اور اولاد کی بغاوت پر سخت سرزنش کی ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ ایک بار ایک بوڑھا شخص حضور کی خدمت میں اپنے نوجوان لڑکے کی شکایت لے کر حاضر ہوا۔ پھر لڑکا بھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آگیا۔ باپ نے آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں لڑکے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تجھ کو گودوں میں پالا' نرم و ملائم بچھونوں میں لٹا کر سلایا' ارمانوں آرزوں کے ساتھ تجھ کو سن بلوغت تک پہنچایا۔ اب تو ہمارے ساتھ سختی کرتا ہے اور سخت کلامی و سخت مزاجی دکھلاتا ہے۔ کاش تو ہمارے ساتھ آج اتنا ہی سلوک کرتا جتنا کہ ایک اچھا پڑوسی اپنے پڑوسی کے ساتھ کرتا ہے تو بھی یہ دل آزردہ نہ ہوتا۔ یہ سب شکایت اس نے برمحل اشعار کے ذریعہ کی تھی۔ آنحضرت ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور حکم دیا کہ تو اور تیری کمائی تیرے باپ کے ماتحت ہے۔ (الخصائص الکبریٰ جلد ۲)

اب خلافت راشدہ میں والدین کے ساتھ ترحم و حسن سلوک کے احکام ملاحظہ

کیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کلاب ابن امیہ عراق کے جہاد میں حضرت سعد ابن ابی وقاص کے ساتھ چلے گئے۔ ان کے ماں باپ ان کے غم میں روتے رہے۔ بوڑھے باپ نے اپنا درد دل شعروں میں ظاہر کیا۔

ترکت اباک مرعشہ یداہ
وامک ما تسیغ لھا شرابا
اذا نغب الحمام ببطن وج
علی بیضاتہ ذکرا کلابا

یعنی تو نے باپ کو ایسے حال میں چھوڑ کر سفر کیا جس کے دونوں ہاتھ کانپ رہے ہیں اور ایسی ماں کو چھوڑا جسے تیرے غم میں کھانا پینا بے مزہ ہو رہا ہے۔ جب کبوتر بطن وج میں اپنے انڈوں پر بیٹھ کر بولتے ہیں تو ماں باپ کلاب کی یاد میں تڑپ جاتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان اشعار کی اطلاع ہوئی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو فرمان بھیجا کہ کلاب کو فوراً واپس کر دو۔ فاکہی نے تاریخ مکہ' اسلام بن سہل نے تاریخ واسط میں ابو حاتم سجستانی نے کتاب العمرین میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے کہ حضرت کلاب جب واپس آ گئے تو ان کے باپ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ طلب کیا اور پوچھا تمہیں سب سے زیادہ کیا چیز محبوب ہے؟ کہا بس بیٹے کی ملاقات۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹے سے ملاقات کرا دی۔ باپ نے معانقہ کیا اور رونا شروع کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی رونے لگے۔ آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کلاب سے فرمایا "الزم اباک وامک مابقیا" یعنی جب تک ماں باپ زندہ ہیں تم ان کی خدمت میں برابر حاضر رہو۔

(اصابہ جلد اول ص ۷۹)

---------۳---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک لڑکے نے اپنے باپ سے اپنی نسبت ہٹالی اور اپنے غلام کی طرف اپنی ولدیت کی نسبت کر لی اور اس کے ساتھ کوفہ چلا گیا۔ اس کا

باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت کے لئے حاضر ہوا اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سرکاری حکم نامہ کے ذریعہ اس کو اختیار دیا کہ کوفہ جا کر اپنے لڑکے کو اونٹ سے باندھ کر لائے اور ایک کوڑا اپنے بیٹے کو، دوسرا کوڑا اونٹ کو مارتے ہوئے بھگاتے ہوئے گھر تک واپس لے جائے۔ (اصابہ جلد ۴ ص ۱۶۶)

عورتوں کے ساتھ ترحم و حسن سلوک ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت اپنی دو لڑکیوں کو لے کر آئی اور اس نے کہا کہ ان کا باپ فلاں جنگ میں انتقال کر چکا ہے اور ان کے چچا نے جو کچھ مال تھا سب لے لیا ہے اس نے کچھ بھی ان لڑکیوں کے لئے نہ چھوڑا۔ اور بغیر مال کے ان کے نکاح کا سامان بھی نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکیوں کے چچا کو بلا کر قرآن کریم کا فیصلہ سنایا کہ دو ثلث لڑکیوں کا ہے۔ ایک ثمن ماں کا اور باقی تمہارا ہے۔ (اصابہ ج ۴ ص ۴۶۴)

--------۲----------

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کسی راستہ سے گذر رہے تھے دیکھا کہ ایک عورت زار و قطار رو رہی ہے۔ پوچھا "مایبکیک اجائعة انت ام عارية" "یعنی تو کیوں رو رہی ہے تو بھوکی ہے یا کپڑوں کی کمی ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ یہ سب کچھ نہیں۔ بلکہ تکلیف ایک دوسری ہے۔ فلاں شخص نے مجھ میں اور میرے بچہ میں جدائی ڈال دی ہے۔ آپ نے فی الفور اعلان عام فرمایا کہ والدہ اور اس کی اولاد کے درمیان تفریق جائز نہیں۔ اگر کسی کے ہاتھ میں ان کو منتقل کرو تو دونوں کو ایک ساتھ فروخت کرو۔ یہ فرما کر ماں اور بیٹے کو اکٹھا کر دیا۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر جلد اول ص ۳۲۸)

مقصد گذارش یہ ہے کہ صرف نظام اسلامی کی برکت ہے کہ وہ گلی کوچے کی عورتوں کی خبر گیری کو اپنا انسانی فرض قرار دیتا ہے۔ آج کے صاحبان اقتدار کا یہ حال ہے کہ ہزاروں بے کس و بے بس جانیں ہیں جو تربیت و خبر گیری کی محتاج ہیں لیکن ان کا پرسان حال کوئی نہیں۔ انسانیت سوز مردم کش تمدن کا آج کے روشن خیال

حاکموں پر عبرت انگیز تسلط ہے۔

--------- ۳ ---------

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسی انسانی فرض شناسی کے ساتھ اہل محلّہ و اہل قبیلہ کی اکثر خبر گیری فرماتے رہے۔ ان کی ضروریات پوری کرتے رہتے۔ کسی کا سودا بازار سے لا دیتے، کسی کے اونٹوں اور بکریوں کا دودھ دوھ دیتے۔ جب خلافت کے منصب پر سرفراز ہوئے تو محلّہ کی ایک لڑکی بولی "اب ہمارے گھروں میں آ کر دودھ کون دوہے گا۔ بازار سے سودا کون لائے گا۔" حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس آواز کو سن لیا اور فوراً جواب دیا "جس طرح پہلے میں یہ کام انجام دیا کرتا تھا اسی طرح (آج عہد خلافت سنبھالنے کے بعد بھی) انجام دیا کروں گا۔ میری طرف سے اس فریضہ کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ ہو گی۔" (طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۱۳۷ و منتخب کنزالعمال جلد دوم ص ۱۶۹ و تہذیب الاسماء جلد اول و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۸۹)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رعایا کے معاملات میں تصفیہ کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قاضی مقرر کیا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو شب گشتی پر مامور کیا۔ (استیعاب ج ۲ ص ۴۱۷)

اسی طرح رعایا کے معاملات و ضروریات کی خبر گیری کے لئے دیگر صحابہ کرام بھی مامور ہوئے۔ (اشہر مشاہیر الاسلام ج ۱ ص ۱۴۰)

بیوہ عورتوں کے لئے انتظام جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو امور خلافت کے انتظام کے ساتھ لوگوں کے حالات کی خبر گیری آپ خود بہ نفس نفیس فرمانے لگے، رات کو چوکیداروں کے لباس میں نکلتے اور واقعات کا مشاہدہ کرتے۔

--------- ۱ ---------

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار میں جا رہے تھے کہ ایک عورت نے کہا امیرالمومنین میں بیوہ ہوں۔ میرے شوہر ہلاک ہو گئے ہیں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو چھوڑ گئے۔ نہ کچھ کھیتی باڑی ہے اور نہ دودھ والے جانور ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے فوراً ایک اونٹ پر غلہ لاد کر اس کے حوالہ کر دیا اور فرمایا لے جا کر خرچ کرو اور اس کے ختم ہونے سے پہلے اور بھی پہنچ جائے گا۔ (صفوۃ الصفوہ جلد اول ص ۱۰۷ و سیرۃ عمر لابن الجوزی ص ۵۷)

اس واقعہ سے فوری خبرگیری کے علاوہ معلوم ہوا کہ اس کے معاش کیلئے مستقل انتظام بھی فرما دیا گیا اور اس کا نام بیت المال کے رجسٹر میں درج کیا گیا تاکہ ماہ بماہ اسکے لئے راشن وقت پر پہنچا کرے۔ اس ایک واقعہ پر کچھ موقوف نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمام بیوہ عورتوں کے لئے فکر مند تھے۔ چنانچہ بیوہ عورتوں کے وجہ معاش اور انکے سکون خاطر کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "انا و اللہ لئن بقیت لا رامل اھل العراق لادعھن لا یفتقرن من بعدی" (کتاب الخراج ص ۴۴ و صحیح بخاری جلد اول پ ۱۴)

یعنی اگر میں زندہ رہا تو کوئی بیوہ اپنی گزران کے لئے کسی کی محتاج نہ رہے گی (اہل عراق کا تذکرہ بطور مثال ہے۔ مقصود میں عموم ہے)

--------- ۲ ---------

علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیوہ عورتوں کے لئے خود اپنی پیٹھ پر آٹے کی تھیلیاں لاد کر ان کے گھر پہنچا آتے تھے ان کے الفاظ یہ ہیں کان یحمل جراب الدقیق علی ظھرہ للارامل والایتام (طبقات شعرانی جلد اول ص ۷)

--------- ۳ ---------

علامہ ابوعبید لکھتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک مسکین عورت حاضر ہوئی اور کہنے لگی آپ کے عامل محمد بن مسلمہ نے سب کو غلہ دیا اور مجھے چھوڑ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ کو بلا کر تنبیہہ کی اور عورت کو ایک اونٹ غلہ' آٹا اور زیتون سے لدا ہوا فی الفور عنایت کیا اور فرمایا محمد بن مسلمہ تمہارے علاقہ میں عنقریب جائیں گے اور تمہارا حق امسال کا اور گذشتہ سال کا ادا کر دیں گے۔

--------- ۴ ---------

اسی طرح ایک مسکین اور پریشان حال عورت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور بہکی بہکی خبط الحواسی کی باتیں کرنے لگی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خادم سے کہا کہ اسے پہلے کھانا کھلاؤ، کپڑا پہناؤ، اس کے بعد حکم دیا کہ کھجور اور آٹا اور منقی وغیرہ ایک باربردار جانور پر لاد کر اس کے حوالہ کر دو۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۵ ص ۱۰)

عورتوں کے لباس کا انتظام ایک مسکین اور خستہ حال عورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی امیرالمومنین مجھے کپڑا دیجیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں جس موسم میں کپڑے ملتے ہیں یہ وہ موسم نہیں ہے۔ اس نے کہا یہ صحیح ہے لیکن میرے پاس وہ کپڑے نہیں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک کرتہ نکال کر دیا۔ فرمایا یہ کچھ مرمت طلب ہے اس پر پیوند لگا لینا۔ گھر میں کام کاج کرنے کے لائق ہے۔

(سیرت عمر لابن الجوزی ص ۶۷)

مطلقہ عورتوں کے لئے وجہ معاش حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت غیلان ثقفی صحابی نے اپنی چاروں عورتوں کو بہ یک وقت طلاق دے دی۔ بوڑھے ہو چکے تھے اس لیے عورتوں سے کوئی خاص رغبت بھی نہ تھی۔ طلاق دے کر اپنے مال و جائیداد کو اپنے لڑکوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اطلاع پہنچی تو ان کو بلا کر سخت ڈانٹا اور فرمایا تم نے سمجھا ہے کہ اب بڑھاپے میں مرنے کا وقت قریب ہے میراث عورتوں کو کیوں ملے؟ تم نے بدنیتی کے ساتھ طلاق دی ہے کہ عورتیں محروم ہو کر رہ جائیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ تم عورتوں کو اپنے عقد نکاح میں واپس لے آؤ اور ان کو میراث اور ترکہ میں حقدار بناؤ ورنہ میں بزور حکومت ان کو تمہارے مال کا وارث بناؤں گا۔ (مسند احمد جلد ۲ سیرت عمر ص ۱۶۸ و اصابہ لابن حجر جلد ۳ ص ۱۸۷)

--------۲---------

اسی طرح جب حضرت عبدالرحمٰن نے تماضر بنت الاصبغ کلبیہ کو اپنی بیماری میں طلاق دے دی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو صحیح نہیں مانا اور حضرت عبدالرحمٰن

کے انتقال کے بعد اس مطلقہ عورت کو ان کی میراث میں حصہ دار بنایا اور ترکہ کا حصہ کے مطابق وارث ٹھہرایا۔ (موطا مع مسوی جلد ۲ ص ۴۵ و تہذیب الاسماء جلد ۲ ص ۳۳۳ و اصابہ جلد ۴ ص ۳۴۸)

--------۳---------

حضرت عبداللہ بن مکمل نے اپنی بیماری میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ اس کے بعد وفات پا گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی تمام عورتوں کو ان کی جائیداد کا وارث بنایا۔ (اصابہ جلد ثانی ص ۳۶۵ موطا مع مسوی جلد ۲ ص ۴۶)

اسی طرح جب حبان نے اپنی انصاریہ عورت کو طلاق دے دی اور وہ ان کے بچے کو دودھ پلا رہی تھیں۔ اسی اثناء میں حبان کا انتقال ہو گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو ان کے ترکہ میں وارث بنایا۔ (تہذیب الاسماء جلد ۲ ص ۳۲۹)

ایام دردزہ میں عورتوں کی امداد و چارہ گری حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات فاروق اعظم شب گشتی اور چوکیداری کا فرض انجام دیتے ہوئے ایک میدان تک نکل آئے۔ دیکھا کہ نووارد مسافر خیمہ لگائے ہوئے اپنے خیمہ کے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ آپ اس کے پاس گئے تو خیمہ سے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ آپ نے پوچھا یہ کیسی آواز ہے؟ اس نے کہا انطلق لحاجتک یعنی تم کو جہاں جانا ہو جاؤ۔ تم کو اس سے کیا تعلق؟ دوبارہ سوال پر اس نے کہا یہ ایک عورت ہے جو بحالت سفر دردزہ میں مبتلا ہو گئی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فی الفور اپنے گھر آئے اور اپنی اہلیہ حضرت ام کلثوم سے فرمایا ذرا تم کپڑے پہن لو اور ضروری سامان اور کپڑے وغیرہ لے کر میرے ہمراہ چلو۔ آپ ان کو لے کر اعرابی بدوی مسافر کے پاس پہنچے اور مسافر سے اجازت لے کر ان کو اندر مدد کے لئے بھیج دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے پکار کر کہا امیرالمومنین اپنے دوست کو مبارک باد دیجئے' ایک لڑکا تولد ہوا ہے۔ نووارد اعرابی نے امیرالمومنین کا لفظ سنا تو کانپ گیا اور جلدی مودب ہو کر بیٹھ گیا اور معذرت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا کچھ تکلف نہ کرو۔ تم صبح

کے وقت میرے پاس آنا میں اس بچہ کا وظیفہ مقرر کروں گا۔ (ازالۃ الخفاء و سیرت عمر رضی اللہ عنہ ص ۷۲ و اشہر مشاہیر الاسلام ص ۳۲۵)

یہ تھی اس وقت کی صحیح جمہوریت و عوامی حکومت جس میں وقت کی ملکہ ایک عامی مسافر و راہ گیر کے لئے نرس و دایہ کا کام کر رہی ہیں۔

---۲---

جراد بن طارق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن صبح کی نماز کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا۔ آپ کا گذر ایک بازار سے ہوا۔ وہاں ایک نوزائیدہ بچے کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ آپ لپک کر قریب گئے تو وہاں اس کی ماں موجود تھی۔ پوچھا کیا قصہ ہے؟ اس نے کہا میں بازار میں بعض ضرورتوں کے لئے آئی تھی۔ یکایک مجھے درد زہ شروع ہو گیا اور یہ بچہ پیدا ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا' کیا محلّہ کے قریبی لوگوں نے تمہاری کچھ مساعدت نہیں کی؟ عورت نے جواب دیا۔ ان کو خبر نہ ہو سکی۔ فرمایا "اگر علم کے بعد بھی یہ پڑوسی تمہاری مدد نہ کرتے تو میں ان کے ساتھ ایسی ایسی کاروائی کرتا۔" اس کے بعد آپ نے فوراً جو کا ستو منگوایا اور اس میں گھی وغیرہ ڈال کر اسے پلایا اور فرمایا یہ تمہارے اعضاء کی تقویت کا باعث ہو گا اور تکلیف میں کچھ کمی واقع ہو گی۔ نیز دودھ اترنے میں بھی اس سے مدد ملے گی۔

(منتخب کنز العمال ج ۴ ص ۴۱۵)

معذور و ضعیف عورتوں کی خبر گیری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ روزانہ رات کی تاریکی میں جا کر ایک معذور بوڑھی عورت کی خدمت کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے جاتے ہوئے دیکھ لیا تو چپکے سے آپ کے ساتھ لگ گئے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گلیوں میں مڑتے مڑاتے ایک گھر میں داخل ہوئے۔ گھر پہچان کر حضرت طلحہ لوٹ آئے پھر صبح کے وقت اس گھر میں گئے دیکھا کہ ایک کمزور بڑھیا عورت بیٹھی ہوئی ہے۔ اس سے پوچھا کہ یہ آدمی جو روز تمہارے پاس آتا ہے وہ کیا کرتا ہے؟ اس نے کہا ایک مدت سے وہ میرے پاس آتے ہیں اور گھر کے اندر

جو کچھ کوڑا کرکٹ اور جو کچھ گندگی ہوتی ہے اس کو صاف کرتے ہیں اور میرے کھانے پینے کی چیزیں لا کر مجھے دیتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ دنگ رہ گئے اور کہنے لگے "اے نفس تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عیب جوئی کر رہا تھا یہ تیری بڑی بدگمانی تھی۔" (منتخب کنز العمال جلد ۴ ص ۳۹۰ و سیرت عمر رضی اللہ عنہ ص ۵۸)

--------۲--------

ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو محسوس ہوا کہ کوئی ان سے پہلے ہی اس کار خیر کو انجام دے جایا کرتا ہے۔ تفتیش کے خیال سے آپ ایک دن ٹھہر گئے تو دیکھا خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس ضعیفہ کی خدمت گزاری سے فارغ ہو کر اس جھونپڑے سے نکل رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے ساختہ بول اٹھے " انت یا خلیفۃ رسول اللہ " (اے خلیفہ رسول کیا آپ ہی مجھ پر کبھی کبھی سبقت لے جایا کرتے ہیں؟) (منتخب کنز العمال جلد ٦ ص ۳۱۲ واشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۸۹)

--------۳--------

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بھی ضعیف اور بوڑھی عورتوں کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ ایک عورت نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے پاس خط لکھا کہ میرے احاطہ کی دیوار بہت نیچی ہے۔ بدمعاش لوگ بہت آسانی سے پھاند کر آ جاتے ہیں اور مرغیاں چرا کر لے جاتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بڈھی عورت کے نام ایک خط لکھا کہ میں نے مصر کے حاکم ایوب بن شرحبیل کو لکھ دیا ہے وہ تمہاری دیوار اونچی اور گھر مضبوط بنوا دیں گے۔ پھر ایک خط عامل مصر کے نام لکھا " فاذا جاء کتابی ھذا فارکب بنفسک الیھا حتی تحصنہ لھا " یعنی میرا خط ملتے ہی اس بوڑھی عورت کے پاس تم خود ہی جاؤ اور اس کا گھر مضبوط بنوا دو۔ عامل مصر مسکین عورت کا گھر تلاش کرتے ہوئے اس کے پاس پہنچے اور امیرالمومنین کا حکم سنایا اور مضبوط و بلند دیوار کا مکان تیار کر دیا۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ٦٦)

عورتوں کے معاش کا مستقل انتظام حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب وظائف و

عطیات کا رجسٹر کھولا تو جنگ بدر میں شریک ہونے والے مردوں کے علاوہ ان کی عورتوں کا بھی سالانہ پانچ پانچ سو مقرر کیا۔ اور اہل حدیبیہ کی عورتوں کا وظیفہ سالانہ چار چار سو مقرر کیا اور اہل قادسیہ کی عورتوں کا دو دو سو سالانہ مقرر فرمایا قادسیہ کی جنگ کے بعد اسلام کو کافی عروج و فروغ حاصل ہو چکا تھا۔ اس لئے اب خدمات کا کوئی خاص لحاظ نہیں رہا۔ البتہ معاش کے نقطہ نظر سے ہر ایک عورت اور ہر ایک بچہ کا سو سو درہم سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا گیا۔ (سیرت عمر لابن الجوزی ص ۹۵)

---------۲---------

علامہ ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے اول ہجرت کرنے والی عورتوں کا وظیفہ ایک ایک ہزار درہم سالانہ مقرر فرمایا البتہ اعزازا" و تکریما" امہات المومنین کا وظیفہ دس دس ہزار درہم سالانہ مقرر فرما دیا تھا اور خاص طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وظیفہ ان سب پر بھاری رکھا۔ چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وظیفہ بارہ ہزار درہم سالانہ مقرر فرمایا تھا۔ (کتاب الاموال ص ۲۴۰)

حسن معاشرت کا انتظام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک عورت بڑی فتنہ ساز تھی۔ لگائی بجھائی کر کے امہات المومنین کے درمیان بھی جھگڑا کرا دیتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی فتنہ سازی کی وجہ سے اس کا داخلہ بند کر دیا اور اس پر تعزیر و سزا کا حکم نافذ کیا۔ (احیاء العلوم جلد ۲ ص ۱۳۸ و سیرت عمر ص ۹۶ و کتاب الاموال ص ۲۳۵ اصابہ جلد ۴ ص ۲۶۷)

اس عورت کو محض اس لیے سزا دی گئی کہ وہ خاندانی معاشرت کو تباہ کرتی تھی اور میاں بیوی کے تعلقات کو خراب کرنے کی صورت اختیار کرتی تھی۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام کی نگاہ میں حسن معاشرت کا کتنا اہتمام ہے۔

---------۲---------

حسن معاشرت کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک اور انتظام قابل ذکر ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کو گشت کر رہے تھے۔ ایک عورت اپنے شعروں میں

شوہر کے فراق و دوری کا شکوہ کر رہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس کے اشعار سے اور اپنی صاحبزادی سے بلا تکلف پوچھا کہ "کم تحتاج المراۃ الی زوجھا" کہ عورت اپنے شوہر کی کب زیادہ مشتاق ہوتی ہے۔ انہوں نے جواب دیا چھ ماہ پر۔ پھر حضرت عمرؓ نے قانون بنایا کہ کوئی لشکری چھ ماہ سے زیادہ باہر نہیں رہ سکتا۔ چھ ماہ پر ضرور اپنی بیوی کے پاس آ جائے۔ مزید برآں آپ نے اس عورت کے پاس کچھ کپڑے اور روپے خرچ کے لئے بھیج دیئے اور یہ اطلاع دی کہ تمہارے شوہر کو جلد بلایا جائے گا۔ بس آنا ہی چاہتے ہیں۔ (سیرت عمر لابن الجوزی ص ۷۲ و تاریخ الخلفاء للسیوطی)

بادیہ نشین عورت کی خبرگیری حضرت عمرؓ جب سفر شام سے فتح بیت المقدس کے بعد کامیاب واپس ہوئے تو ایک جنگل کے حاشیہ پر ایک بڑھیا عورت کا خیمہ دیکھا۔ اس سے جا کر آپ نے ملاقات کی اور پوچھا تمہارے زمانہ کا امیرالمومنین کیسا ہے؟ اس نے کہا "لاجزاللہ عنی" یعنی خدا اس کا بھلا نہ کرے حضرت عمرؓ نے سبب پوچھا۔ اس نے کہا جب سے وہ خلیفہ ہوا ہے اس نے مجھے کوئی وظیفہ نہیں بھیجا۔ آپ نے فرمایا تم نے اس کو کوئی اطلاع دی اس نے کہا امیرالمومنین کو خود اپنے رعایا کی فکر کرنی چاہئے۔ حضرت عمرؓ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا "بڑھیا ماں! تمہارا مجرم عمر میں ہی ہوں۔ میرا قصور معاف کرو۔ اس نے آپ کو ایک راہ گیر سمجھ کر کہا کہ "مجھ سے تمسخر مت کرو" اسی اثناء میں حضرت علیؓ و حضرت عبداللہ بن مسعودؓ قافلہ میں سے نکل کر آپ کے پاس آ گئے اور انہوں نے کہا "السلام علیکم یا امیرالمومنین" اب بڑھیا کو یقین ہوا کہ امیرالمومنین یہی ہیں تو دہشت زدہ ہو گئی۔ آپ نے فرمایا "اماں جان! گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ بلاشبہ تمہارا مجرم عمر میں ہی ہوں۔ یہ لو کھجور اور ستو سنبھال کر رکھ لو اور اب تمہارا باقاعدہ وظیفہ آتا رہے گا۔ یہ کہا اور چمڑے کے ٹکڑے پر بوڑھی ماں سے معافی نامہ حاصل کیا۔ جس پر حضرت علی و ابن مسعودؓ کی گواہیاں درج تھیں۔

بیت المقدس کا یہ فاتحانہ و کامیاب سفر اور خلق خدا کے ساتھ اس قدر مسکینی و تواضع فاروق اعظم کا ہی طرہ امتیاز ہے۔[۱]

مساکین و ضعفاء کے معاش کا اہتمام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مشرکین کی اذیت سے مجبور ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر حبشہ کی طرف ہجرت فرما گئے تو راستہ میں رئیس قارہ ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی۔ اس کے سوال پر آپ نے فرمایا۔ مجھے میری قوم نے جلا وطن کر دیا ہے۔ ابن الدغنہ نے کہا تم میرے ساتھ چلو اپنے وطن ہی میں خدا کی عبادت کرو تم مفلس و بے نوا کی دستگیری کرتے ہو، مصیبت زدوں کی امداد کرتے ہو۔ قرابتداروں کا خیال رکھتے ہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کے امان میں واپس آ گئے۔ ابن الدغنہ نے ان اوصاف کا اعلان کر کے کہا آج سے ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے امان میں ہیں۔ (بخاری شریف ج ا باب ہجرۃ النبیؐ و اصحابہ)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مساکین و ضعفاء کی خبر گیری میں ممتاز تھے۔

--------۲--------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سائل و مسافر غرباء و فقراء کی امداد و مساعدت پر اس قدر توجہ فرماتے کہ ہزاروں کے مقروض رہتے اور دوسروں کو بھی ایسے کار خیر پر متوجہ فرماتے رہتے۔ ایک بار ایک امیر آدمی فرات بن زید لیثی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس موقعہ پر پہنچے جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انصار و مہاجرین کو وظیفہ تقسیم کر رہے تھے۔ چونکہ

---

(۱) ازالتہ الخفاء للشاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔ شہنشاہ عرب و عجم جس کے نام سے قیصر و کسریٰ کے محل میں زلزلہ آیا تھا۔ اس کا یہی وہ سرکاری دورہ تھا۔ جس میں ایک اونٹ پر غلام و آقا دونوں نے سفر طے کر لیا۔ اور ایک دورہ ملوک زمانہ کا ہے۔ مسٹر لیاقت علی خان وزیراعظم پاکستان نے ۱۹۵۰ء میں امریکہ کا دورہ کیا تھا اس میں حکومت کے ۴۵ لاکھ روپے صرف ہوئے تھے (رسالہ ہندوستان کی منزل سوشلزم یا اسلام) اور کام شاید اتنا بھی نہ بنا جتنا کہ ایک اونٹ کے خرچ پر بیت المقدس جیسا اہم مقصد حاصل ہو گیا۔

فرات دولت مند ہونے کے باوجود بے حد بخیل تھے۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے "و من یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون" کی آیت کریمہ سنائی۔ یعنی بخیلی سے بچنے والے ہی کامیاب ہوں گے۔ تو فرات نے کہا حق تعالیٰ نے یہ بھی تو فرمایا ہے "ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین" یعنی حد سے زیادہ خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا معاملہ اس کے درمیان ہے۔ اللہ سخی ہے سخاوت کو پسند کرتا ہے۔ خرچ کرو سائل و مسافر کو دو۔ پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا" بتلاؤ یہ اشعار کس کے ہیں

ساَبذل مالی للحفاہ فاننی
رایت الغنی والفقر سیان فی القبر
یموت اخو الفقر القلیل متاعہ
ولا تترک الایام من کان ذا وفر

(میں اپنا مال سائلوں اور مسکینوں کے لئے خرچ کروں گا اس لئے کہ میں مالداری و غریبی دونوں کو قبر میں یکساں دیکھتا ہوں۔ تھوڑی پونجی رکھنے والا فقیر بھی مرجاتا ہے اور زمانہ بڑی ثروت اور بڑی فراخی رکھنے والے کو بھی نہیں چھوڑتا)

فرات نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ یہ کس کے اشعار ہیں۔ فرمایا یہ تمہارے بھائی قسامہ بن زید کے اشعار ہیں۔ انہوں نے خود مجھے یہ اشعار سنائے تھے۔ اور اس میں تمہارے لئے بڑی غیرت کا سامان ہے۔ دیکھو تمہارا بھائی کس طرح ضرورت مندوں پر خرچ کرنے کے لئے اپنا دلی جذبہ ظاہر کر رہا ہے فرات نے امیرالمومنین کے ان ترغیبی کلمات کی بڑی قدر کی اور جذبہ سخاوت سے کام لینے لگے۔ (اصابہ جلد ۳ ص ۲۰۶)

--------- ۳ ---------

فتح جابیہ کے موقع پر حضرت عمرؓ اموال و فتوحات کی چیزیں اور نقود درجہ بدرجہ تقسیم فرما رہے تھے۔ اس وقت آپ نے ایک خطبہ عام میں اعلان فرمایا۔ حضرت خالدؓ کے معزول کرنے کا سبب یہ ہے کہ میں نے انکو حکم دیا تھا کہ بیت

المال کی اس رقم کو ضعفاء اسلام و خستہ حال مساکین پر خرچ کریں۔ لیکن انہوں نے اسکی پروا نہ کی اور اسکے علی الرغم انہوں نے بڑے بڑے لوگوں' زبان دانوں' شاعروں' شرف سیادت اور کروفر رکھنے والے لوگوں پر اسے تقسیم کر دیا۔ الفاظ یہ ہیں "انی امرت ان یحبس ھذا المال علی ضعفہ المھاجرین فاعطاہ ذالباس والشرف وذاللسانۃ فنزعتہ" (منتخب کنزالعمال جلد ۴ ص ۴۷۶ و سیرت عمر ص ۶۴ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۴۰۷)

--------۴--------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو سپہ سالاری سے معزول کیا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کو فاروقی ایماء سے قنسرین کی حکومت پر مامور کیا۔ وہاں کسی شاعر کو جس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی مدح کی تھی' حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار دینار انعام میں دے دیا۔ اس کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لگ گئی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام فرمان بھیجا کہ میں نے خالد کو قنسرین کی حکومت سے معزول کر دیا۔ تم ان سے سختی کے ساتھ پوچھو کہ اس شاعر کو اتنی بڑی رقم انہوں نے کہاں سے دی اگر بیت المال سے دیا تو قومی خیانت ہے اور اپنے پاس سے دیا تو اسراف کے علاوہ اس میں عوام و ضعفاء کا بھی حق تھا۔ اس طرح ان کے حقوق کی خیانت کیوں کی گئی۔

(تاریخ کامل لابن اثیر جلد ۲ ص ۴۱۸ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۴۰)

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے معزول کرنے کا ایک اور سبب

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے معزول کرنے کی ایک وجہ یہ بھی بتائی تھی کہ وہ مصارف جنگ اور مال غنیمت سے متعلق کاغذات بھیجنے کی ذمہ داری نہیں لیتے تھے۔ جب ان کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لکھوایا کہ میرے حکم کے بغیر مال غنائم و فتوحات کی رقوم تقسیم نہ کریں اور اونٹ یا بکری جس کو بھی دیں میرے حکم سے دیں۔ انہوں نے اس ذمہ داری کو بھی قبول نہیں کیا۔ (اصابہ جلد اول ص ۴۱۴)

--------۶--------

یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی کسی دشمنی کی بنا پر نہ تھی۔ خدانخواستہ ایسا ہوتا تو اپنے مرض الموت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ نہ فرماتے کہ اگر آج ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ یا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہوتے تو ان میں سے جو موجود ہوتے اس کو میں خلیفہ مقرر کر دیتا۔ کیونکہ میرے بعد یہی حضرات خلافت و امانت و سیاست کے اہل تھے۔ (الامامتہ والسیادۃ جلد اول ص ۲۳)

--------- ۷ ---------

اصابہ میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مزید لکھا ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے معزول ہونے کے بعد حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مرضی سے دمشق میں ان کو ایک جاگیر دی اور ایک جاگیر حضرت خالد کے بھائی حرملہ بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھی دی۔ (اصابہ جلد اول ص ۳۲۰)

ان تمام واقعات سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خالد رضی اللہ عنہ سے کوئی ذاتی پرخاش ہرگز نہ تھی۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ خالدؓ ایسے لوگوں میں سے ہیں جن کے بغیر تمہارا گذارہ نہیں ہو سکتا اس لئے تم ان کو اپنے ساتھ رکھو۔ (تاریخ فتوح اعثم کوفی قلمی ص ۱۴۷ بحوالہ عمر کے سرکاری خطوط ص ۱۸ و ۲۲)

خدانخواستہ اگر کوئی دشمنی ہوتی تو قنسرین وغیرہ کی جاگیر نہیں دی جاتی اور ہندوستان کے ساحلی علاقوں پر بھی ان کے مامور کرنے کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارادہ نہ فرماتے۔ حالانکہ خود حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے "ان عمر بعثنی الی الشام (۱) فلما صار سمنا وعلا اراد ان یوثر بہ غیری ویبعثنی الی الھند" (سیرت عمر لابن الجوزی ص ۲۱۵) یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اب مجھے شام کا علاقہ زیر نگیں ہونے کے بعد وہاں سے الگ کر کے ہندوستان بھیج رہے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی عراق پر حملہ کرتے وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ ہندوستان کے ساحلی راستوں سے ہو کر گذریں۔ ابن کثیر لکھتے ہیں "بعث الیہ الصدیق ان یسیر الی العراق وان یبدا بفروج الھند" (البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص

(۳۴۲

افسوس مجھ پر یہ راز نہیں کھلا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہند میں کہاں بھیجے جا رہے تھے اور وہ کن راستوں سے گذرے تھے۔

فاقہ زدہ شاعر کی امداد اگر شاعر ضرورت مند ہو اور دوسرے عام انسانوں کی طرح غریب و مفلس ہو تو اس کی امداد بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں ضروری ہے۔ چنانچہ جب خود آپ نے حطیہ شاعر کو ایک ہجویہ قصیدہ کی خاطر جیل میں ڈال دیا تھا جو اس نے اپنی قوم کے ایک مالدار شخص "زبرقان" کی مذمت میں اس کو لکھا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ایک مسلمان کی ہجو اور ہتک عزت کے جرم میں یہ سزا دی۔ اس نے وہاں سے چند شعروں کا ایک قصیدہ لکھ بھیجا جس کا ایک شعر یہ ہے

القیت کاسبھم فی قعر مظلمہ

فاغفر علیک سلام اللہ یا عمر

پورے قصیدہ میں اس نے اپنی بیچارگی کا اظہار کیا کہ آپ نے مجھے یہاں جیل میں ڈال دیا ہے اور میرے بال بچے بھوکے مر رہے ہوں گے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو جیل سے نکالا اور ہجو کرنے کا سبب پوچھا۔ اس نے بتایا کہ میں کثیر العیال اور مال و دولت سے محروم انسان ہوں۔ زبرقان نے مجھے از خود مال نہ دیا لیکن میں نے جب اس سے سوال کیا تو بھی اس نے مجھے محروم رکھا۔ خود تو کھا کھا کر پل رہا ہے اور

---

(۱) شام و عراق وغیرہ کے متعلق جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب احبار سے سوال کیا تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے جب چیزوں کو پیدا کر دیا تو ایک چیز کو ایک چیز کے ساتھ لاحق کر دیا۔ چنانچہ عقل نے کہا میں عراق میں جاؤں گا تو علم نے کہا میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گا۔ مال نے کہا میں شام میں جاؤں گا تو فتنوں نے کہا مجھے بھی ساتھ رکھنا۔ سرسبزی و شادابی نے کہا میں مصر میں رہوں گی تو ذلت نے کہا میں بھی تمہارا ساتھ دوں گی۔ فقر و فاقہ نے کہا میں حجاز میں سکونت اختیار کروں گا تو قناعت نے کہا میں بھی ساتھ دوں گی۔ (مروج الذہب للمسعودی جلد ۲ ص ۶۵)

میرے بچوں کو روٹیوں کے خشک ٹکڑے بھی میسر نہیں ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بال بچوں کے لئے سال بھر کا پورا خرچ دے دیا اور فرمایا ختم ہو جانے کے بعد پھر لے جانا۔ (اصابہ جلد اول ص ٣٧٨ و منتخب کنزالعمال ص ٣٠١)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حطیہ شاعر کو صرف اس بات پر تیس ہزار درہم دیا کہ وہ آئندہ کسی مسلمان کی آبرو ریزی میں اشعار نہ لکھے گا۔

(سیرت عمرلابن الجوزی ص ٦٨)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ایک ہجو گو شاعر کو سزا دی تھی۔ آپ کے زمانے میں ایک صاحب نے دوسرے سے شکار کے لئے شکاری کتا بطور عاریت مانگا۔ جب واپسی کا مطالبہ ہوا تو دینے پر راضی نہ ہو رہے تھے۔ عاریت دینے والے اپنا کتا زبردستی واپس لے آئے۔ عاریت کے طور پر لینے والے غصہ میں آ گئے اور ہجو میں اشعار کہہ گئے۔ حضرت عثمان کے پاس اس کی شکایت پہنچی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہجویہ قصیدہ کہنے والے کو کوڑے سے سزا دی اور پھر جیل خانہ میں ڈال دیا۔ (اصابہ جلد ٢ ص ٢)

--------٢--------

اعلام فاقہ زدگی سے قطع نظر ویسے بھی شعراء اسلام کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امداد کی ہے اور بطور اعزاز بھی شعراء اسلام کے وظیفہ میں گراں قدر اضافہ فرمایا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ و امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لبید شاعر سے فرمایا کہ اپنے اشعار سناؤ انہوں نے کہا سورہ بقرہ و آل عمران کے بعد اب مجھے شعروں میں مزہ نہیں ملتا۔ میں نے اسلام کے بعد صرف ایک شعر کہا ہے

فما عاتب المرء اللبیب کنفسہ

والمرء یصلحہ الجلیس الصالح

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی اس تعظیم قرآن کے سبب ان کے وظیفہ میں پانچ سو کا اضافہ فرما دیا۔ یہ تھی ایک جوہر شناس کی قدر ایک جوہری کی نگاہ میں۔

(تہذیب الاسماء للنووی جلد ۲ ص ۱۷ و اصابہ جلد ۳ ص ۲۰۷)

فاقہ زدہ خاندان کی امداد حضرت اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ چوکیداری کے لئے نکلے ہوئے تھے ایک مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت گھر میں بیٹھی ہے اور اس کے بچے بلک بلک کر رو رہے ہیں۔ دروازہ کے قریب جا کر حال پوچھا کہ اے اللہ کی بندی تو بچوں کو کیوں رلا رہی ہے؟ اس نے کہا بچے بھوک سے بے تاب ہو کر رو رہے ہیں۔ پوچھا پھر کیا پکا رہی ہو؟ اس نے کہا کہ کچھ نہیں بس یونہی ہانڈی کو آگ پر چڑھا رکھا ہے تاکہ بچوں کو تسلی ہو جائے اور اسی حالت میں ان کو نیند آ جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر بہت رنجیدہ ہوئے اور فوراً بیت المال میں آئے اور ایک بوری میں کھجور' آٹا' گھی وغیرہ رکھا اور بورے بھرنے کے بعد اپنے غلام اسلم سے فرمایا کہ ذرا اس بوجھ کو اٹھا کر میری گردن پر لا دو۔ اس نے کہا امیرالمومنین میں اسے اٹھا کر لے چلوں۔ آپ نے فرمایا "اے اسلم ان کے معاملہ میں مجھ سے آخرت میں باز پرس ہو گی۔ اس لئے یہ خدمت مجھ ہی کو انجام دینا ضروری ہے۔" بہرحال اس بورے کو خود ہی لاد کر اس کے مکان تک لائے اور ہانڈی کو درست کیا اور کچھ آٹا گھی وغیرہ ڈال کر چولھے پر چڑھا دیا۔ اس کے بعد آگ پھونکنے لگے۔ اسلم بیان کرتے ہیں "رایت الدخان یخرج من خلال لحیتہ" یعنی میں نے دیکھا کہ جب وہ آگ جلاتے تھے تو دھواں ان کی داڑھی کے بیچ سے ہو کر نکلتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب کھانا پکا لیا تو اپنے ہاتھ سے نکال نکال کر بچوں کو کھلایا اور جب بچے کھا پی کر آسودہ ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ طرح طرح کے افعال سے ان کو ہنسانے لگے۔ بچوں کو ہنستا کھیلتا چھوڑ کر جب باہر نکلے تو اسلم سے کہا کہ میں نے ان کو روتا ہوا پایا تھا اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ میں ان کو ہنستا ہوا چھوڑوں۔ جب وہ ہنسنے لگے تو میرا دل خوش اور مطمئن ہوا۔ عورت نے اس ہمدردی و غریب پروری کو دیکھا تو بے ساختہ اس نے کہا "کنت بھذا الامر اولی من امیرالمومنین" کہ تم خدمت عوام کے لئے امیرالمومنین سے

زیادہ بہتر ہو۔ (خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفیٰ ص ۳۸۷ و منتخب کنز العمال جلد ۴ ص ۴۱۵ و سیرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ص ۶۰ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول جز ۲ ص ۴۲۳)

بظاہر یہ ایک واقعہ ہے لیکن ایسے واقعات بار بار ہوئے ہیں کہ آپ نے اپنی گردن پر غلہ لاد کر فاقہ زدہ خاندان تک پہنچایا اور دوسروں نے جب غلہ اٹھانا چاہا تو فرمایا "ویلنی من یحمل منی یوم القیامۃ " (یعنی قیامت کے دن میرا بوجھ کون اٹھائے گا؟) (طبقات کبری للشعرانی جلد اول ص ۱۷)

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار فرمایا کہ اگر میں ساری رات سوتا تو میری رعیت ضائع ہو جاتی۔ اس لئے میں رات اور دن رعایا کی حفاظت اور خدا کی عبادت میں صرف کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا "فکیف بالنوم" تو پوری نیند کیسے آئے۔ (منتخب کنز العمال جلد ۴ ص ۳۸۹)

(تو پوری نیند کیسے آئے)

عیال داروں کا لحاظ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اہل حاجت اور ضرورت مندوں کا خاص لحاظ فرماتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب مال آتا تو آپ اس کو اسی دن تقسیم فرما دیتے۔ بیوی والے کو دو حصہ دیتے اور مجرد کو ایک حصہ کیونکہ بیوی والے کی حاجت مجرد کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔

ایک صحابی کہتے ہیں کہ مجھے عمار سے پہلے بلایا گیا اور مجھے دو حصہ دیا گیا کیونکہ میں گھر بار والا تھا۔ پھر میرے بعد عمار بلائے گئے اور ان کو ایک ہی حصہ ملا کیونکہ وہ مجرد تھے۔ (سنن ابوداؤد کتاب الخراج)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی جامع صحیح میں ایک باب قائم کیا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ آپ جس کو دیتے اگرچہ وہ رشتے میں دور ہوتا لیکن اس کی احتیاج اور ضرورتوں کا لحاظ فرما کر اس کو رشتہ دار پر مقدم رکھتے۔ (صحیح بخاری پ ۱۲ کتاب الجہاد)

اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقدم ذا الحاجات کما قدمھم فی مال بنی النضیر و قال

عمر ابن الخطاب لیس احد احق بھذا المال من احد انما ھوالرجل وسابقتہ والرجل وعناءہ والرجل وبلاءہ والرجل وحاجتہ الخ

یعنی نبی کریم ﷺ نے اہل حاجت کو مقدم رکھا جیسا کہ بنو نضیر کے مال کو حاجت والوں کو پہلے دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی اصول کو ملحوظ خاطر رکھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ بیت المال کے اموال میں کسی کو کسی پر مقدم نہیں رکھا جائے گا۔ اگر کچھ لحاظ ہے تو چار طرح کے آدمیوں کا (۱) ایک وہ جس کی اسلام سے کچھ دیرینہ خدمات وابستہ ہیں (۲) دوسرے وہ لوگ جس سے مسلمانوں کے دینی و دنیوی منافع کا تعلق ہے جیسے عمال و علماء (۳) تیسرے وہ لوگ جنھوں نے مسلمانوں کے لئے اپنے جان و مال کو آزمائش میں ڈالا ہے۔ جیسے مجاہدین (۴) چوتھے اہل حاجات ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ عطیات کی تقسیم لوگوں کے حالات اور حاجات کے پیش نظر ہوتی ہیں۔ (السیاستہ الشرعیہ ص ۲۴)

فاقہ زدہ اشخاص کا تقدم و ترجیح رسول اکرم ﷺ کے پاس کسی جگہ سے کچھ مال آیا تو آپ نے صرف ضرورت مندوں میں تقسیم کیا اور خطبہ دیا کہ آج میں صرف فاقہ زدہ و پریشان حال لوگوں کو دے رہا ہوں۔ اہل دولت کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ (تہذیب الاسماء جلد ۲ ص ۲۵)

--------۲--------

آنحضرت ﷺ واردین و مسافرین کو بھی کھانا کھلاتے۔ ایک مستقل کمرہ "دارالضیف" کے نام سے مخصوص کیا گیا تھا۔ اس میں آنحضرت ﷺ اپنے مہمانوں کو ٹھہراتے۔ (خلاصتہ الوفاء ص ۲۴۷)

مہمانوں کے اخراجات کے سلسلہ میں عالیہ کے پاس دو باغیچے برزہ و بریرہ نام کے تھے۔ ان کی آمدنی مسلمانوں پر خرچ ہوتی تھی۔ (خلاصتہ الوفاء ص ۳۲۴)

--------۳--------

عدی بن حاتم لکھتے ہیں کہ میں ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا دیکھا

کہ بنی طے کے لوگوں کو دو دو ہزار تقسیم کر رہے ہیں اور میں قبیلہ طے کا نامور و معزز فرد تھا۔ مگر میری طرف انہوں نے کوئی التفات نہ کیا۔ میں آپ کے سامنے آیا تو آپ نے چہرہ پھیر لیا۔ میں پھر دوسرے رخ پر قریب آ کر بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے چہرہ پھیر لیا۔ مجھ سے نہ رہا گیا تو میں نے کہا "امیرالمومنین کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے ہیں؟" یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑی زور سے ہنسنے لگے حتیٰ کہ ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ جب ذرا سنبھلے تو بولے "میں تم کو خوب پہچانتا ہوں۔ تمہارا ایمان، تمہاری وفاداری، اور تمہاری اسلامی خدمات کو بھی خوب جانتا ہوں۔ لیکن یہ وظیفہ صرف ان شرفاء و سادات قوم کے لئے مخصوص ہے جن کا چہرہ فاقہ سے پژمردہ ہو گیا ہے" الفاظ یہ ہیں "انما فرضت لقوم اجحفت بهم الفاقه و هم ساده عشائرهم" (مسند احمد ج ۱ ص ۴۵ و تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۳۲۸ و کتاب الاموال لابی عبید و سیرت عمر لابن الجوزی ص ۶۴ و اصابہ جلد ۲ ص ۴۶۱)

روزہ داروں کا اعزاز علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقرر کردہ وظائف کے علاوہ رمضان مبارک میں کشادگی و آرام سے روزہ گزارنے کے خیال سے ہر خاص و عام کے لئے روزانہ ایک درہم فی کس بیت المال سے جاری فرما دیا تھا۔ البتہ اعزازاً" امہات المومنین کے لئے دو درہم روزینہ مقرر ہوا تھا۔

(سیرت عمر لابن الجوزی و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول)

بعض دوسرے خلفاء کرام بھی رمضان کا مخصوص وظیفہ جاری کرتے تھے۔ مگر یہ وظیفہ صرف اہل علم اور قرآن کے قاریوں کے لئے مخصوص ہوتا تھا۔ (اصابہ ج ۳ ص ۲۴)

پریشان حال مسافروں کی امداد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں دو شخص حج کیلئے نکلے واپسی میں ان کی سواری کے اونٹ زخمی ہو گئے۔ اونٹ کی پشت پر زخم ہو گیا تو دونوں صاحبوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صورت حال کی گذارش کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکے اونٹوں کو منگوا کر بٹھلایا اور زخموں کو دیکھا بھالا اور اپنے غلام

"عجلان" نامی کو بلا کر فرمایا ان دونوں اونٹوں کو صدقات کے اونٹوں میں شامل کر کے سرکاری چراگاہ میں بھیج دو اور دو مضبوط اور جوان اونٹ لے کر آؤ۔ اونٹ آ گئے تو آپ نے ان کے حوالے کر کے فرمایا یہ تم دونوں کو مکمل طور پر دیئے جا چکے ہیں۔ جی چاہے فروخت کر دینا' جی چاہے رکھ لینا۔ (کتاب الاموال ص ۶۱۱ و منتخب کنزالعمال جلد ۴ ص ۴۱۳)

امام نووی نے اس سلسلہ میں مزید لکھا ہے کہ اس طرح سے چالیس ہزار مسافروں کو سواری دینے کا اوسط تھا۔ (تہذیب الاسماء جلد ۲ ص ۱۰۰ و موطا امام مالک ص ۳۶۹)

نابینا و معذور و اپاہج افراد کے لئے معاون کا انتظام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ ہر ہفتے کے دن مدینہ کے اطراف و جوانب میں جایا کرتے اور وہاں کسی شخص یا غلام کو ایسے کام میں مشغول دیکھتے جو اس کی طاقت سے باہر ہوتا تو آپ اس کے کام میں مشغول ہو کر اس کا بار ہلکا کر دیتے۔ (موطا امام مالک)

--------۲--------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال کے فرائض میں بیماروں کی عیادت کو بھی داخل فرمایا تھا۔ آپ لوگوں سے ایک سوال یہ بھی کرتے تھے کہ وہ عیادت کو نکلتا ہے یا نہیں۔ اگر جواب یہ ہوتا کہ عامل عیادت کے لئے نہیں آتا تو آپ ایسے حاکم کو عہدہ سے معطل و برطرف کر دیتے۔ (اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۴۵۶)

--------۳--------

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اور اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے تمام معذوروں کے وظائف کے علاوہ اندھوں کی رہنمائی اور اپاہجوں کی خدمت کے لیے آدمی مقرر کیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ نابینا کے لیے اس رقم سے ایسے شخص کا انتظام کرنا چاہیے جو نہ اتنا زبردست ہو کہ نابینا پر مسلط رہے اور اسے ڈانٹ دے' نہ اتنا چھوٹا ہو کہ وہ پوری خدمت انجام نہ دے سکے۔ آپ نے ہر دو اپاہج شخصوں کی خدمت کے لیے ایک خادم اور اندھے کے لیے

ایک مستقل خادم مقرر فرما دیا تھا۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی و سیرت عمر بن الخطاب لابن الجوزی و سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۳۶ و ص ۵۵)

--------۴--------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمام حقداروں' حاجت مندوں کی ضروریات مادیہ پوری کرتے رہتے اور بیت المال میں جھاڑو دلواتے تا کہ واضح ہو جائے کہ کسی کا حق بیت المال میں نہیں رہ گیا ہے اور سارا مال پوری طرح تقسیم کر دیا گیا ہے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۲۱۸)

--------۵--------

جزیہ و خراج کی رقموں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نادار' ذمی اور مساکین و فقراء کی بھی امداد فرمائی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دمشق کے راستہ میں کچھ لوگوں کو دیکھا جو جذام میں مبتلا تھے' ان کے متعلق آپ نے حکم دیا کہ بیت المال سے ان کی مدد کی جائے۔ (فتوح البلدان للبلاذری ص ۱۲۹)

--------۶--------

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عامل یمن عروہ بن محمد کو لکھا کہ تم جو مال یمن سے وصول کرو اس کو وہاں کے فقراء و مساکین میں تقسیم کرو اور چند متدین آدمیوں کو مقرر کرو جو قافلہ حجاج کی گزرگاہوں پر چوکی بنا کر قیام کریں اور حجاج کے قافلہ میں جس قدر ضعیف و مسکین نظر آئیں تو وہ آدمی ان کی پوری اعانت کریں اور ان کی مشکلات کو دور کرنے اور ان کی ضروریات میں صرف کرنے کے بعد اگر یمن سے مجھے ایک کف دست جو مل جائے تو میں اس کو ذرا بھی کم نہ سمجھوں گا۔

(سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۶۵ مولفہ ابن عبدالحکیم)

--------۷--------

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے شاہزادگی کے زمانہ میں غرباء و فقراء و ضعفاء کے ساتھ ہمدردی کا بہت زیادہ جذبہ تھا۔ ایک بار خلیفہ سلیمان بن عبدالملک مدینہ

کے دورہ پر گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی اس شاہی دورہ میں ساتھ تھے۔ خلیفہ نے خوب مال و دولت اہل مدینہ میں تقسیم کیا۔ پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز سے اپنی فیاضی و سخاوت کے متعلق داد طلب سوال کیا "کیف رایت مافعلنا" تمہارے نزدیک ہمارا یہ کام کیسا رہا؟ فرمایا اور بہت ہی خوب فرمایا "رایتک زدت اھل الغنی غنی و ترکت اھل الفقر لفقرھم (سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۳۵)

یعنی آپ کے اس تقسیم میں یہ ناہمواری و ناموزونیت تھی کہ مالدار اور مالدار ہو گئے اور فقیر بے چارے جوں کے توں رہ گئے۔ کیونکہ شاہی تقربات مالدار ہی حاصل کر سکتے تھے لہٰذا وہی فیض یاب ہوئے۔

عوام کو روزگار فراہم کرنے کی تدبیر موجودہ زمانہ کی یہ خصوصیت ہے کہ جو شخص جتنا زیادہ بڑا ہے اس کے لئے اتنی ہی آسانیاں فراہم کی جاتی ہیں اور جو شخص جتنا زیادہ نیچا ہے اسی قدر وہ بے التفاتی کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔ گورنروں اور کمشنروں کے لئے ہزاروں روپے تنخواہ اور بڑے بڑے الاؤنس ملتے ہیں۔ مگر معمولی آدمیوں اور دفتری کلرکوں کے لیے کوئی سہولت نہیں دی جاتی ہے۔ وہ اپنے کام ختم نہیں کر پاتے تو کاغذات کا پلندہ باندھ کر گھر لاتے ہیں تا کہ وہاں مزید کام کر کے اپنی کارگذاری پوری کریں۔ اس کیفیت کو بدلنا چاہیے۔ اگر کسی آفس میں ایک درجن ملازم ہوں تو ان کی تعداد دو درجن کر دی جائے۔ اگر کسی کارخانہ میں ایک ہزار ملازم ہوں تو اس میں آٹھ گھنٹے کے بجائے چار چار گھنٹے کی ڈیوٹی کر کے ایک ہزار ملازمین کی کھپت کی جائے۔ اس طرح تمام غرباء و مزدور زیادہ سے زیادہ کام پر لگ جائیں گے بیکاری دور ہو جائے گی۔ اس طرح کے اضافہ کے بعد مل مالک کے پاس اگر پہلے ایک کروڑ کی حیثیت تھی تو اب دس پانچ لاکھ کی کمی آجائے گی۔ بڑے بڑے عہدہ داروں کے تنخواہ میں کچھ کمی کر کے مزید نئے ملازمین کے لیے گنجائش نکل آئے گی۔ ادنیٰ اور اعلیٰ کی تنخواہ اور الاؤنس میں جو ایک اور ایک سو بلکہ کئی کئی سو کی نسبت ہے۔ اس میں کچھ کمی آجائے گی۔ اس کے سوا اس تبدیلی سے اور کوئی حادثہ ان شاء اللہ نہیں

پیش آئے گا۔ (از رسالہ ہندوستان کی منزل سوشلزم یا اسلام ص ۴۱)

ائمہ و موذنین و مدرسین و طلبہ و علماء و قضاۃ کی امداد عہد خلافت راشدہ میں اساتذہ و امام و موذن وغیرہ کا مشاہرہ اور مستقل وظیفہ مقرر تھا۔ علامہ ابن الجوزیؒ لکھتے ہیں "ان عمر بن الخطاب و عثمان بن عفان کانا یرزقان المؤذن والائمۃ والمعلمین" یعنی حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ نے موذن و امام و مدرسین کا وظیفہ مقرر کر رکھا تھا۔ ان میں سے بعض وظائف کا تذکرہ سنن کبریٰ بیہقی میں بھی ہے۔ (سیرت عمرلابن الجوزی ص ۹۱ و کنزالعمال جلد ۲ ص ۹۲)

مدارس و مکاتب میں تعلیم دینے والے مدرسین کا بار عوام پر نہ تھا۔ سب کی تنخواہ باقاعدہ بیت المال سے مقرر تھی۔ (بیہقی جلد اول ص ۴۲۹)

حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں تمام قرآن پڑھنے والے اور جاننے والے حضرات کا دو سو دینار سالانہ وظیفہ مقرر تھا۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۲ ص ۱۲۶)

اسی طرح حضرت علیؓ کے دور خلافت میں تمام قرآن پڑھنے والے طلبہ کا دو سو دینار مقرر تھا۔ (منتخب کنزالعمال جلد اول ص ۳۵۶)

حضرت عمرؓ نے حافظ قرآن کا ایک امتیازی وظیفہ ڈھائی ہزار درہم سالانہ کا علیحدہ مقرر فرمایا تھا۔ اور ان کو اسلامی قلم رو میں تعلیم دینے کے منصب پر مامور فرمایا تھا۔ (منتخب کنزالعمال جلد اول ص ۴۰۰ و منتخب کنزالعمال جلد اول ص ۲۱۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود و عمران بن حصین و حضرت زید بن ثابت کے وظائف کا تذکرہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے متفرق مقامات میں کیا ہے۔ حضرت زیدؓ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ "ان عمر استعمل زیدا علی القضاء و فرض لہ رزقا" یعنی حضرت عمرؓ نے حضرت زید کو قاضی بنایا اور ان کا وظیفہ مقرر کیا۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۳۰)

نامور صحابہ کے لیے عطیات حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ جب کبھی سفر پر جاتے تو حضرت زید کو اپنا قائم مقام کر جاتے۔ واپسی

میں کھجور کے درخت بطور جاگیر عطا فرماتے۔ (اصابہ جلد اول ص ۵۴۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بحیثیت معلم و وزیر کوفہ میں مقیم تھے آپ کی نقد تنخواہ سو درہم ماہوار تھی۔ (اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۶۱۵ و منقبت عمر مطبوعہ مصر ص ۸۶)

نقد تنخواہ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے لئے روزانہ بطور راشن بیت المال کی طرف سے بکری کا ایک چوتھائی گوشت مقرر تھا۔

(کتاب الاموال ص ۶۸ و کتاب الخراج ص ۴۲)

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح جو امین الامت کے لقب سے مشہور ہیں۔ وظیفہ کے علاوہ کبھی پانچ سو اور کبھی ایک ہزار دینار کا عطیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مرحمت کیا۔ (صفوۃ الصفوہ جلد اول ص ۱۴۴ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۵۱۱ و منتخب کنز العمال جلد ۲ ص ۴۳)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک ممتاز صحابی اور بڑے علم و فضل والے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علاوہ مستقل وظیفہ کے ان کی امداد بارہا گراں قدر عطیات کے ذریعہ فرمائی۔ (صفوۃ الصفوہ جلد اول ص ۱۹۶ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۵۱۱)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارہا گراں قدر عطیہ پیش کیا۔ (احیاء العلوم جلد ۲ ص ۱۴۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ینبع اور دوسری دو جائدادوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بطور جاگیر دیا تھا۔ (عمدۃ الاخبار فی مدینۃ المختار ص ۳۱۷)

قرآن کے عالموں و قاریوں کے لیے بعض خلفاء کی طرف سے رمضان مبارک کے لیے مخصوص وظیفہ جاری تھا۔ جس میں مصعب ابن زبیر نے بھی حصہ لیا۔ وہ رمضان میں ہر قاری و عالم کے پاس روپیہ کی تھیلیاں لے جایا کرتے تھے۔

(الاصابہ جلد ۳ ص ۴۲)

بیت المال سے علماء و فقہاء و مفسرین کا وظیفہ چند نام بطور مثال (مشتے نمونہ از خروارے) پیش کر دیئے گئے ہیں۔ اس سے واضح ہوا کہ علماء و فقہاء و قضاۃ و

اساتذہ و طلبہ و موذنین و ائمہ کا باقاعدہ وظیفہ مقرر تھا اور سب کے لیے دور خلافت میں بیت المال سے مالی اعانت و مساعدت کا سلسلہ قائم تھا۔

خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں امام زہری' حضرت حسن بصری' حضرت ابن سیرین وغیرہ محدثین کوفہ و بصرہ کے ساتھ علمی مساعدت اور معقول وظائف و عطیات کا تذکرہ بہ تفصیل طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۶۴ وغیرہ میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ علم سنت' علم قرآن و علم فقہ پر سو دینار سالانہ مستقل وظیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے ہر ایک عالم و قاری کے لیے جاری تھا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۲۰۷۔ ایک دینار دس درہم کا ہوتا ہے اس طرح گویا سالانہ ایک ہزار درہم ملتا تھا)

مسعودی نے لکھا ہے کہ ایک بار امیرالمومنین عمر بن عبدالعزیز کے پاس ایک وفد حجاز سے آیا۔ اس وفد نے ایک پڑھے لکھے لڑکے کو امیرالمومنین سے گفتگو کے لیے منتخب کیا۔ جب گفتگو کی باری آئی تو امیرالمومنین نے وفد میں سب سے چھوٹا پا کر اس سے کہا کہ اپنے سے بڑے کو گفتگو کا موقعہ دو۔ اس نے کہا "امیرالمومنین آدمی دو چھوٹی چیزوں کی وجہ سے آدمی بنتا ہے۔ ایک زبان دوسرا اس کا دل۔ جب اللہ نے کسی کو بولنے والی زبان اور سمجھنے والا دل عطا کر دیا تو اس کو بڑی نعمت عطا ہو گئی۔ اگر سن و سال کی زیادتی وجہ ترجیح ہوتی تو آپ کو خلافت نہ عطا ہوتی۔ اس لیے کہ آپ سے زیادہ سن رسیدہ ابھی بنی امیہ میں موجود ہیں۔" امیرالمومنین نے دوبارہ نظر اٹھا کر دیکھا تو دس بارہ سال کا لڑکا تھا۔ امیرالمومنین نے اس کی گفتگو اور دوسری نصیحت آمیز باتوں کو سن کر اور وفد کے بڑے لوگوں کو خاموش دیکھ کر علم کی فضیلت پر ان دو شعروں کو پڑھا۔

تعلم فلیس المرء یولد عالما
و لیس اخو علم کمن هو جاهل
و ان کبیر القوم لا علم عنده

صغیرا ذالتفت علیہ المحافل

(مروج الذہب جلد ۳ ص ۱۹۷)

ان شعروں سے امیرالمومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ بلا علم کے قوم کے بڑے چھوٹے بچوں سے بھی مرتبہ میں گر گئے اس لئے علم کو سیکھنا چاہیے۔ کیونکہ آدمی عالم نہیں پیدا کیا جاتا۔ صرف علم سیکھنے سے آدمی عالم کا امتیاز حاصل کرتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بیت المال سے علماء دین و محدثین و مفسرین، فقہاء و قراء اور موذنین و طلبہ وغیرہ کی امداد و مساعدت کا ذکر فرما کر آخر میں لکھا ہے

"ولیس یشترط فی ھولاء الحاجۃ بل یجوز ان یعطوا مع الغنی فان الخلفاء الراشدین کانوا یعطون المھاجرین والانصار ولم یعرفوا بالحاجۃ ولیس یتقدر ایضا بمقدار بل ھو الی اجتھاد الامام فقد اخذ الحسن من معاویۃ فی دفعۃ واحدۃ اربعمائۃ الف درھم وقد کان عمر یعطی لجماعۃ اثنی عشرالف درھم نقرۃ فی السنۃ "

(احیاء العلوم جلد ۲ ص ۱۳۸)

لاوارث اموات کی تجہیز و تکفین مقام بیداء میں ایک لاوارث عورت کا انتقال ہو گیا۔ وہ اسی طرح سے پڑی رہی۔ آنے جانے والے آتے اور گزر جاتے۔ اس کے دفن کا کوئی انتظام نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ بنی لیث کے ایک آدمی کلیب نامی نے اس پر توجہ کی اور اس کے کفن کا انتظام کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کلیب سے بہت خوش ہوئے اور واقعہ کا تذکرہ اپنے صاحبزادے عبداللہ سے فرمایا تو انہوں نے کہا میری نظر ایسی کسی عورت پر نہیں پڑی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم اگر تم نے دیکھا ہوتا اور پھر بغیر کفن دفن کئے تم چلے آتے تو تم کو ایسی سزا دیتا جو اہل زمانہ کے لئے قابل عبرت ہوتی۔ (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۳۸۶ و استیعاب ج ۱ ص ۲۲۴)

دور خلافت راشدہ کا ایک منظر آپ نے ملاحظہ فرما لیا۔ اب ذرا اس "ترقی یافتہ"

اور "جمہوری" دور کی ایک مثال ملاحظہ فرمایئے۔

مشہور اخبار اسٹیٹس مین کلکتہ نے اپنے اسٹاف رپورٹر کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ۱۹۴۸ء میں جس دن دہلی میں ہفتہ صحت منایا جا رہا تھا۔ اسی دن ایک شخص اروِن ہسپتال نئی دہلی کے دروازہ پر پڑا دم توڑ رہا تھا۔ وہاں تک گھسٹتا ہوا وہ اسی امید پر گیا تھا کہ ڈاکٹروں اور افسروں کی آمد و رفت تو اسی دروازے سے رہا کرتی ہے لیکن کسی کی نظر کرم اس پر نہ پڑ سکی۔ وہ قسمت کا مارا اسی طرح پڑا رہا۔ یہاں تک کہ اس کا دم نکل گیا۔ لاشہ دن بھر پڑا رہا رات بھر پڑا رہا اور سڑک ہفتہ صحت منانے والوں کی چہل پہل سے خوب چالو رہی۔ دوسرے دن شام کو ٹرک پر لاد کر پھینکا گیا۔

(بحوالہ صدق جدید ۱۹ مارچ ۱۹۴۸ء)

فاروقی حق شناسی، احساس ذمہ داری اور عدل گستری کی کوئی مثال کیا ان کاغذ کے پھولوں اور آج کے نام نہاد جمہوریت کے علمبرداروں میں ڈھونڈھنے سے بھی ملے گی؟

جگر مرحوم نے کیا خوب لکھا ہے

تجھے صاف کیوں نہ کہدوں جو ہے فرق مجھ میں تجھ میں
ترا درد درد تنہا مرا غم غم زمانہ

قحط و خشک سالی کے زمانہ میں رعایا پروری کا بے نظیر نمونہ دنیا میں بہت سے قحط پڑ چکے ہیں اور ہر زمانہ میں سلاطین وقت اپنی رعایا کی حفاظت و پرورش کا انتظام کرتے رہے ہیں۔ مگر بھوک و افلاس اور قحط عام الرمادہ کے موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس رعایا پروری اور غم گساری کا ثبوت دیا ہے کسی سلطان اور کسی بادشاہ کی زندگی میں تو درکنار آج کے جمہوری اور عوامی دور میں بھی اس کی مثال نہیں پیش کی جا سکتی۔ عہد خلافت کی چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے۔

--------ا--------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قحط عام الرمادہ میں ہزارہا اونٹوں پر گیہوں، زیتون وغیرہ منگوا

کر اہل حاجت میں تقسیم کرایا۔ یہ قحط ۱۸ھ میں پڑا تھا۔ اس میں لوگ بحالت اضطرار گھاس، پھوس، درخت کے پتے اور ہڈیوں کو ستو بنا کر کھانے لگے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس قحط کی تکالیف کو دفع کرنے کے لیے تمام امراء و صوبہ جات کے عمال کو لکھا کہ تم اپنے اپنے صوبوں سے مرکز میں غلہ روانہ کر دو۔ حضرت ابو عبیدۃ بن الجراح نے مملکت شام سے غلہ لدے ہوئے چار ہزار اونٹ روانہ فرمائے۔ (ازالۃ الخفا جلد ۲ ص ۱۵۴)

--------۲--------

مصر کے گورنر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے اس قدر اونٹوں پر غلہ لاد کر بھیجا کہ مدینہ سے مصر تک اونٹوں کی قطار بندھ گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر قحط زدہ انسان کو ایک ایک اونٹ غلے اور کپڑے سے لدا ہوا عنایت فرمایا۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۴ ص ۳۹۶ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۶۰۶)

محدث ابن ابی حاتم نے صراحت کی ہے کہ ایک لاکھ اردب غلہ (ایک اردب کم و بیش دو من کا ہوتا ہے) مصر سے اس موقعہ پر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مدینہ پہنچایا تھا۔ (مقدمہ الجرح والتعدیل ص ۱۹۳)

اس کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصر میں حضرت عمرو بن عاص کے پاس بار بار فرمان بھیج کر تاکید کی کہ مدینہ و مصر کے درمیان بحری راستہ نکالو کہ قحط و تنگی کے وقت مصر سے باآسانی غلہ مکہ و مدینہ آ سکے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ عذر کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو تاکیدی خط لکھا کہ خدا کی قسم تم کو یہ راستہ نکالنا پڑے گا ورنہ میں تمہارے کان اکھیڑ لوں گا۔ (فتوح مصر ص ۱۶۵ بحوالہ عمر کے سرکاری خطوط ص ۳۴۸) آخر کار یہ نہر جاری ہو کر رہی۔

--------۳--------

اس کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لنگر خانہ جاری کیا جس میں سیکڑوں اونٹ روزانہ ذبح ہو کر ان کا گوشت پکایا جاتا اور مستحقین کو کھلایا جاتا تھا۔ (سیرت عمر لابن

الجوزی ص ۶۹ و منتخب کنز العمال جلد ۴ ص ۳۹۸)

--------- ۴ ---------

اس کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ انتظام بھی سوچ رکھا تھا کہ اگر خدا نے جلد اس مصیبت سے نجات نہ دی تو ہر امیر گھرانے میں جتنے نفر ہوں گے اتنے ہی نفر غریبوں و مسکینوں کو بھی ان کے ساتھ شامل کر دوں گا۔ کیوں کہ ایک آدمی کا پورا کھانا قحط کے زمانہ میں دو آدمیوں کو کفایت کر سکتا ہے۔ (الادب المفرد ص ۲۸۳ و مقدمہ الجرح ص ۱۹۲ و سیرت عمر ص ۶۱)

--------- ۵ ---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! تو برا حاکم ہے۔ اگر تو نے قحط میں اچھا کھایا اور تیری رعایا کو ردی کھدی اناج کھانا پڑا۔ اس قحط میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے نفس پر بھی گھی کا کھانا حرام ٹھیرا لیا تھا۔ اور صرف زیتون استعمال کرنے لگے تھے۔ ایک دن اس بے اعتدالی کے سبب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پیٹ کچھ گڑ بڑانے لگا تو فرمایا "تقرقر تقرقرک انه لیس عندنا غیره حتی یحیی الناس" یعنی اے پیٹ خوب گڑگڑا لے میرے پاس اس کھانے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ جب تک عام لوگوں کی زندگی بہتر نہ ہو جائے۔

--------- ۶ ---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پورے زمانہ قحط میں جو کہ نو ماہ تک محیط رہا ایک دن بھی ایک ٹکڑا گوشت کا نہ کھایا اور نہ گیہوں کھایا۔ فرماتے تھے کہ اے نفس! یہ چیزیں تجھے اس وقت تک نصیب نہ ہوں گی جب تک یہ چیزیں عام لوگوں کو میسر نہ ہونے لگیں۔ (منتخب کنز العمال جلد ۴ ص ۳۹۷ و سیرت عمر رضی اللہ عنہ ص ۲۱۱)

--------- ۷ ---------

علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں "ترک اللحم والسمن واللبن وکان

قد حلف ان لا یاکل ادا ما غیر الزیت حتی یوسع اللہ علی المسلمین ومکث الغلاء تسعہ اشھر" یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس قحط میں اپنے نفس پر گوشت' گھی اور دودھ کو حرام ٹھہرا لیا تھا۔ نہ دودھ کا ایک گھونٹ پیا اور نہ گوشت کا ایک ٹکڑا زبان پر رکھا۔ اور پورے نو ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ نو مہینے کی مدت میں ایک بادشاہ وقت کی زندگی دوسروں پر کس طرح موثر ہوئی ہو گی۔ موٹا جھوٹا کھانے کی وجہ سے چہرے کا رنگ اس طرح بگڑ گیا کہ گورا چٹا شگفتہ چہرہ بالکل سیاہ نظر آنے لگا تھا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۲۳۴ و سیرت عمر لابن الجوزی ص ۶۱ و اشہر مشاہیر الاسلام ص ۴۸۰ و تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۱۴ و اصابہ لابن حجر ج ۲ ص ۵۱۱)

--------- ۸ ---------

ایک مرتبہ بازار میں آپ کے غلام کی نظر گھی وغیرہ پر پڑی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے چالیس درہم کا خرید لیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہنے لگا کہ اب بازار میں گرانی و نایابی اور قحط کا اثر ختم ہے۔ اب یہ سب چیزیں بازار میں آنے اور بکنے لگی ہیں۔ اس لیے اب آپ بھی استعمال کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے فقراء میں خیرات کر دو۔ میرے اور میرے اہل و عیال کے لیے یہ اس وقت تک حلال نہیں ہے۔ جب تک یہ سب چیزیں عام طور سے میسر نہ ہونے لگیں۔ (اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۳۶۲)

--------- ۹ ---------

علامہ شعرانی لکھتے ہیں "وکان یخرج علی البیوت ویقول من کان محتاجا فلیاتنا" یعنی روزانہ یتیموں' بیواؤں' مسکینوں' معذوروں کے گھر گھر گھوم پھر کر بذات خود حالات معلوم کرتے اور فرماتے جس چیز کی ضرورت ہوا کرے مجھ سے لے جاؤ۔ (طبقات کبریٰ جلد اول ص ۱۶)

ہمارے زمانہ میں بنگال کا قحط مشہور ہے۔ لاکھوں انسان مر گئے' کتنے لوگوں نے اپنے بچوں کو ذبح کر ڈالا۔ لیکن حکام و سلاطین زمانہ کے اپنے تلذذات' گھی' گوشت'

دودھ، بالائی، حلوہ، مٹھائی، گیہوں وغیرہ کی عمدہ روٹیوں اور کیک بسکٹ چائے شربت کے کھانے پینے میں ذرہ برابر بھی کمی نہ آئی۔ ملک کی رعایا بھوک سے جان توڑتی رہی۔ معصوم بچے بلک بلک کر اپنے خشک حلقوں کے ساتھ موت کا گھونٹ پیتے رہے لیکن خسروان زمانہ کی شراب و کباب، عیش و عشرت کی محفلیں بھی بدستور قائم رہیں۔

چہ نسبت است بہ رندی صلاح و تقویٰ را
سماع وعظ کجا نغمہ رباب کجا

--------۱۰--------

انہیں ایام قحط میں ایک شخص نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں شہد کا شربت پیش کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میرے نفس پر اس کا اس وقت تک استعمال جائز نہیں ہے۔ جب تک کہ لوگوں کی زندگی معمول پر نہ آ جائے۔" اسی طرح ایک صاحب نے اپنے علاقہ سے حلوہ بنا کر پیش کیا تو آپ نے فرمایا "واللہ لا آکلہ الا ان تکون طعام الناس کلھم مثلہ" یعنی خدا کی قسم میں اسے اس وقت تک نہ کھاؤں گا جب تک کہ اس طرح کی چیزیں سب مسلمانوں کو میسر نہ ہونے لگیں۔

(منتخب کنز العمال جلد ۴ ص ۲۰۷ و احیاء العلوم جلد ۴ ص ۲۳۶)

--------۱۱--------

ایک مرتبہ آپ کے ایک غلام نے اونٹ کے کوہان کا گوشت اور کلیجی پیش کی اور کہا آج عام لوگوں نے ہی اونٹ ذبح کیا ہے۔ اب یہ چیز سب کو ملنے لگی ہے۔ مطلب یہ کہ اب آپ بھی استعمال فرمائیں۔ آپ نے فرمایا بئس الوالی انا ان اکلت طیبھا واطعمت الناس کرادیشھا ارفع ھذہ الصحفۃ وھات لنا غیر ھذا الطعام" یعنی میں کیا برا حاکم ہوں گا کہ اونٹ کے بہترین مقام کا گوشت کھاؤں اور لوگوں کو ردی کھلاؤں۔ یہ کہہ کر پیالہ اٹھوا دیا اور خشک روٹی و سرکہ

سے پیٹ کو آسودہ کر لیا۔ (سیرت عمر رضی اللہ عنہ ص ۶۰)

--------۱۲--------

اسی زمانہ قحط میں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ نے گھی منگوایا اور آپ کے کھانا میں بھی پیش کیا۔ پوچھا یہ گھی کیسا ہے؟ بیوی نے جواب دیا "ھو من مالی لیس من نفقتک" یعنی یہ میں نے اپنے پیسہ سے منگایا ہے آپ اسے کھایئے۔ فرمایا "ما انا بذایقه حتی یحی الناس" یعنی قحط ختم ہونے سے پہلے میں اسے چکھ نہیں سکتا۔ (سیرت عمر رضی اللہ عنہ ص ۱۶۷)

اب بھی خشک سالیاں آتی رہتی ہیں لیکن کسی بڑے قومی لیڈر اور وزیر نے کیا کبھی گھی، دودھ، گوشت روٹی، عام رعایا کے خیال سے ترک کیا ہے؟

--------۱۳--------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک بار سفر حج میں جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک بوڑھے نے راستہ روک لیا اور قحط سالی کے مطالبات کئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کی مدد فی الفور کی جائے گی۔ آپ فلاں چشمہ پر آکر مجھ سے ملئے۔ آج کے ملوک و صدور کو ان خلفاء سے کیا نسبت؟

جگر نے کیا خوب کہا ہے۔

تجھے صاف کیوں نہ کہہ دوں جو ہے فرق مجھ میں تجھ میں
تیرا درد درد تنہا میرا غم غم زمانہ

قحط کے دو مناظر۔ دو کردار تصویر کا ایک رخ تو آپ نے ملاحظہ فرما لیا۔ خلفاء راشدین کی بے نظیر رعایا پروری آپ نے دیکھ لی۔ ایک طرف تو یہ شان خلافت ہے کہ ایام قحط میں کہیں سے روغنی روٹی آ گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے شاہی دستر خوان پر ایک بدو کو ساتھ بٹھا کر کھانے لگے۔ بات چیت کے دوران اس بدو نے کہا کہ اتنے دن سے گھی تیل کھانے کو نہ ملا نہ کسی کھانے والے کو دیکھا بدو کی بات کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اتنا اثر ہوا کہ آپ نے اسی وقت عہد کر لیا کہ جب تک عام

لوگوں کو یہ چیزیں نہ ملنے لگیں۔ انہیں زبان پر نہیں رکھوں گا۔

خادم بازار سے گھی لے آتا ہے تو ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر میں اسے کھاؤں گا تو رعایا کی تنگ دستی اور فاقہ کشی کا اندازہ کیسے کر سکوں گا۔ اور پھر اس کو تمام لوگوں میں تقسیم کرا دیا۔

اس قحط کے موقعہ پر آپ نے خوراک کا اس طرح انتظام کیا کہ دس ہزار افراد مدینہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور چالیس ہزار افراد جو پہنچ نہ سکتے تھے ان کا کھانا بھجوا دیا جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھر میں کھانا چھوڑ دیا کہ کہیں کسی کے دل میں یہ خیال بھی نہ گذرنے پائے کہ امیرالمومنین خود تو اچھا کھانا کھاتے ہیں اور ہمارے لیے لنگر کا انتظام کر دیا ہے۔ یہی وہ طرز عمل تھا جس نے رعایا کے اندر اعتماد و امن کی فضا پیدا کر دی تھی۔ رعایا کو اس کا احساس ہو گیا کہ ہمارا امیرالمومنین ہمارے غم میں برابر کا شریک ہے اور اسی احساس کے تحت نہایت پامردی و استقلال کے ساتھ انہوں نے ان مصیبتوں کا مقابلہ کیا۔ نہ کہیں ملک میں بغاوت ہوئی نہ کہیں کوئی شورش و ہنگامہ ہوا۔ مومنوں کی دعائیں قبول ہوئیں اور رحمت خداوندی کا نزول ہوا اور لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا ہو گئیں۔

یہ وہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں جن کا جذبہ دینی' سیاست و حکمت اور تدبیر و تدبر تاریخی حقائق ہیں۔ قیصرو کسریٰ کی سلطنتیں جن کے عزائم سے ٹکڑا کر چور چور ہو گئیں۔ ان کا یہ حال ہے کہ ایام قحط میں چہرہ سیاہ ہو گیا ہے۔ حتیٰ کہ جن لوگوں نے آپ کو پہلے دیکھا تھا وہ اس قحط کے زمانہ میں آپ کو دیکھ کر کہنے لگے کہ خدا خیر کرے اگر یہ قحط کچھ دنوں اور یونہی رہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زندہ رہنا محال ہے۔ یہ تھی رعایا کی خیر خواہی اور غمگساری۔

اب ذرا تصویر کا دوسرا رخ دیکھئے اور اس جمہوری دور پر نظر ڈالیے۔ جب کہ ہمدردی عوام' خیر خواہی اور مساوات کا اتنا ڈھنڈھورا پیٹا جا رہا ہے کہ شاید ہی کسی دور میں پیٹا گیا ہو۔ معاصر آرگنائزر کی یہ روایت پڑھئے۔

آندھرا کے قحط زدہ عوام کی مصیبتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے لیے بھارت کی وزیراعظم آندھرا پردیش کے دورہ پر گئیں تو اس دورہ پر دس لاکھ روپیہ خرچ کیا گیا۔ اسی دورہ کے درمیان وجے واڑہ کے ڈاک بنگلہ میں وزیراعظم نے تقریباً پونے دو گھنٹہ قیام کیا۔ اس ڈاک بنگلہ کی آرائش و زیب و زینت پر ایک لاکھ روپیہ صرف کیا گیا۔ اس کے علاوہ وزیراعظم کے لیے دس منٹ کے لیے ایک تفریح کا پروگرام بنایا گیا۔ اس پروگرام پر چوبیس ہزار روپیہ خرچ ہوا۔

یہ ان قحط سے تڑپتے عوام کو دیکھنے کے لیے دورہ کیا گیا تھا۔ ملک میں ہزاروں لاکھوں افراد روٹی کے ٹکڑے کے لیے تڑپ تڑپ کر جان دے رہے تھے۔ اور انہیں تڑپنے والوں کے دیکھنے کے لیے ہر دس منٹ پر ۲۴ ہزار کا بجٹ بنتا ہے۔

ان دونوں کرداروں کو سامنے رکھئے اور سوچئے کیا گاندھی جی نے غلط مشورہ دیا تھا کہ ہمارے حکمرانوں کو ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے نمونہ کو سامنے رکھنا چاہیے۔

(روزنامہ دعوت دہلی سہ روزہ ایڈیشن ۹ جولائی ۱۹۶۶ء قدرے ترمیم کے ساتھ)

---------۱۴---------

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں کسی قحط کا تذکرہ تو نہیں ملتا لیکن جس وقت آپ نے زمام سلطنت سنبھالی تو سب سے پہلا جو کام کیا وہ ایک فرمان ہے جو ان سالاران لشکر کے نام لکھا گیا جو اپنی بڑی بھاری فوج لیے قسطنطنیہ مقیم تھے اور وہاں اشیاء کی گرانی و نایابی اور قحط سے مسلمان پریشان تھے۔ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے زمانہ میں قسطنطنیہ کو بری و بحری افواج نے گھیر رکھا تھا اور بیس ماہ تک مسلسل محاصرہ قائم رہا۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں "وقع للمسلمین غلاء وجوع لبعد الدیار فلما استخلف عمر بن عبدالعزیز اذن للجیش فی الترحل عنها وصالح اهلها خضعوا له رضی الله عنه" یعنی وطن کی دوری اور اشیاء کی گرانی کے سبب مسلمانوں کو قحط کی مشقت و پریشانی اٹھانی پڑ رہی تھی۔ انہیں حالات میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ خلیفہ ہوئے تو قلمدان خلافت سنبھالتے

ہوئے پہلا کام یہ کیا کہ لشکر کے قسطنطنیہ سے واپس ہونے کا حکم دیا اور اہل قسطنطنیہ سے مصالحت کرلی جس پر وہ خوشی سے تیار ہو گئے۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۶۲)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے مزید یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف سپاہ و افواج کو بلالیا بلکہ راشن کے لیے بہت سا غلہ اور سواری کے لیے پانچ سو گھوڑوں کو بھیج کر تمام اہل لشکر کو بلالیا۔ (البدایہ والنھایہ جلد ۹ ص ۱۸۴)

آج بھی افلاس و بیکاری بھوک و بیروزگاری سے ضیاع و اتلاف نفوس کا سلسلہ جاری ہے۔ یہ بھوک و بیکاری طرح طرح کے جرائم پر آمادہ کرتی رہتی ہے۔ مگر حکومت اس افلاس و بے روزگاری کی چارہ گری سے عاجز ہے۔ ہر جگہ رشوت خوری' بد دیانتی' چور بازاری کا زور ہے۔ جو ناخدا ترس حکومت کے لوازم ہیں۔ الاعتصام میں ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ ایک عورت نے اپنے دو معصوم بچوں کو افلاس سے تنگ آکر ہلاک کر دیا۔ ان بچوں کی والدہ عنصری نے پولیس کو بیان دیا کہ جب سارے اسباب رزق ختم ہو گئے تو ایک گائے کے دودھ پر چند دن تک بسر کیا اور آخر کار جب وہ گائے بھی مر گئی تو میں بچوں کا بھوک سے بلکنا اور نڈھال ہونا نہ دیکھ سکی اس لیے میں نے ان کو ذبح کر دیا۔ مگر ہوش و حواس بجا نہ رہ گئے اور میں خود کشی کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ (الاعتصام لاہور ۴ دسمبر ۱۹۵۴ء)

راقم الحروف کو اس خبر سے اس قدر تاثر ہوا کہ اس درد و کرب کو آج بھی اپنے ذہن میں منقش پاتا ہوں۔ لیکن کیا ایسی خبر کا ارباب حکومت اور رعایا کے چارہ گروں پر بھی کچھ اثر ہوا؟ اور اس کو فاقہ کشی سے نجات دلانے کے لیے کچھ انتظام کیا گیا یا محض جیل میں ٹھونس دیا گیا۔ حد یہ ہے کہ اب جیل میں جرم کے بعد روٹیوں کا تو انتظام ہو جاتا ہے لیکن جیل سے باہر روٹی کا انتظام نہیں ہے۔

اخبار اہل حدیث دہلی (مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۷ء) میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ گاندھی جینتی کی تقریب میں چار قیدی رہا ہوئے۔ پانچ روز کے بعد وہ پھر گرفتار ہوئے اور انہوں نے بتایا کہ جب روزی کا کچھ ذریعہ نہ ملا تو پھر ہم نے چوری کر کے کچھ

حاصل کرنا چاہا اور گرفتار کیے گئے۔ جس جمہوری اور عوامی راج میں جیلوں کے اندر تو روٹی کا انتظام ہو جاتا ہے۔ لیکن جیل سے باہر فاقہ مستی رہتی ہے۔ گویا بزبان حال حکومت خود یہ اعلان کر رہی ہے کہ جس کو روٹیوں کی ضرورت ہو وہ جرم کرے اور جیل میں آئے اور کھانا کھائے اور جس کو جرم کرنا ناپسند ہو وہ جیل سے باہر فاقہ کشی کرے۔ کیا ایسی حکومت جو عوام کے بھوک و افلاس و بے کاری و بے روزگاری سے غافل ہو اور خود عیش و عشرت و شراب و کباب کی تلذذات میں مبتلا ہو اسے عوامی حکومت یا جمہوری حکومت اور عوام کا ہمدرد کہا جا سکتا ہے۔ حاشا و کلا ثم حاشا و کلا

اغنیاء پر مساکین و غرباء کی ذمہ داری اسلام نے ترکہ و وراثت اور صدقہ و زکوٰۃ وغیرہ کا نظام رائج کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ درجات معیشت میں گو تفاوت ہے مگر ایک سادہ زندگی گذارنے کا حق سب کو یکساں ہے آج اگر کوئی رات کی روٹی اور جسم کے کپڑے کا محتاج ہے اور کوئی ہزار ہا لکھو کھا کا مالک ہے تو محض اس لیے ہے کہ حق معیشت کی جو ذمہ داری کتاب و سنت نے ہم پر ڈالی ہے اسے ہم نے نظرانداز کر دیا ہے۔ صدقات واجبہ عشرو زکوٰۃ کی پابندی آج مسلمانوں میں بند ہے۔ سورہ توبہ میں عشرو زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بتائے گئے ہیں۔ فقراء' مساکین' صدقات کے محصلین اور جن کو اسلامی شعائر و عقائد کی طرف راغب کیا جائے' غلاموں کی آزادی' مقروض' مجاہد' مسافر۔ اگر صدقات واجبہ عشرو زکوٰۃ کے ذریعے تمام خانوں کی خانہ پری کی جائے تو دوسری ضروریات کی طرح مسلمان ضعفاء و فقراء کی بھی معاشی حاجت پوری ہو جائے گی لیکن بایں ہمہ اگر ضرورت پوری نہ ہو تو قانون اسلام کے مطابق دولت مندوں سے مزید صدقات نافلہ کا وصول کیا جانا لازم ہے۔

---------1---------

علامہ ابن حزمؒ نے آنحضرت ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے "من کان معه فضل ظهر فليعد به على من لا ظهر له ومن كان له فضل من زاد فليعد به

علی من لا زادلہ" یعنی جس شخص کے پاس سواری زائد ہو یا سامان خوردو نوش زائد ہو تو وہ نادار حاجت مند کو دے دے۔ (محلی ابن حزم جلد ۶ ص ۱۵۷)

---------۲---------

امام احمد بن حنبلؒ نے نقل فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بال بچوں کے استعمال سے جو مقدار زائد ہو اسے اپنے سے زیادہ محتاج کے حوالہ کر دے۔

---------۳---------

حافظ الحدیث حافظ ابن کثیرؒ سورہ نساء کی تفسیر میں لکھتے ہیں "کان المومنون فی ابتداء الاسلام وھم بمکۃ ماموریں بالصلوۃ والزکوۃ وان لم یکونوا ذات نصاب کانوا ماموریں بمواساۃ الفقراء" یعنی اہل ایمان نماز و زکوۃ کے پابند تھے اور اگر صاحب نصاب نہ ہوتے تو بھی فقراء و غرباء کے ساتھ ہمدردی کرتے تھے نفلی صدقات کے ذریعہ ان کو امداد کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۵۲۵)

---------۴---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا "لواستقبلت من امری ما استدبرت لاخذت فضول اموال الاغنیاء وقسمتھا علی فقراء المھاجرین" یعنی اگر مجھے پہلے سے اندازہ ہو جاتا تو امراء کی فاضل دولت لے کر فقراء میں تقسیم کر دیتا۔ (محلی ابن حزم جلد ۶ ص ۱۵۸)

---------۵---------

ایک اور موقعہ پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے "ما ترکت باھل بیت من المسلمین لھم سعۃ الا ادخلت معھم اعدادھم من الفقراء" (مقدمہ الجرح والتعدیل ص ۱۹۲ والادب المفرد ص ۵۳) یعنی وسعت والے امیروں کا کوئی گھر نہ چھوڑوں گا اور غرباء و فقراء کا کھانا ان پر لازم کردوں گا۔ اور اس کی صورت یہ ہو گی

کہ ایک امیر خاندان میں جتنے نفر ہوں گے اتنے ہی فقراء کا کھانا ان پر لازم ہو گا۔ کیونکہ ایک آدمی کا پورا کھانا بوقت ضرورت دو آدمیوں کو کفایت کر سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر قومی بیت المال کافی نہ ہو اور قلمرو میں کچھ محروم المعیشت انسان موجود ہوں تو اس صورت میں اہل دولت سے رقم لے کر حسب ضرورت فقراء کے معاش کا انتظام کیا جائے گا۔ خلیفہ وقت ہنگامی ضرورت کے سبب اغنیاء کے اموال سے مال حاصل کر کے فقراء کی ضرورت اور کمی کو پورا کرے گا۔ معلوم ہوا کہ ادائیگی زکوٰۃ پر معاملہ ختم نہیں ہو گا۔ بلکہ قوم و ملت کی خدمت ہی اصل معیار ہے۔ جب حکومت ان کی کفیل نہ بن سکے تو غرباء کی ضروریات کا پورا کرنا مسلمانوں ہی کا فرض ہے۔

اسلام کا اصل مطالبہ انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ جس میں زیادہ سے زیادہ سخاوت اور صدقات نافلہ کے ذریعہ قومی و ملی مساعدت کا حکم دیا گیا ہے۔ زکوٰۃ عشر وغیرہ کی ڈیوٹی آئندہ کے لیے تمہید اور عادی بنانے کی ایک تدبیر ہے۔ اداء زکوٰۃ سے مطالبہ انفاق ساقط نہیں ہو جاتا۔

---------۶---------

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ان اللہ فرض علی الاغنیاء فی اموالھم مایکفی الفقراء فان جاعوا اوعروا او جھدا فبمنع الاغنیاء وحق علی اللہ تعالی ان یحاسبھم ویعذبھم" (کتاب الاموال ص ۵۹۶)

یعنی اللہ تعالیٰ نے مالداروں کے مال میں اس قدر ڈیوٹیاں اور ٹیکس زکوٰۃ و صدقات کی شکل میں غرباء کے لیے مقرر فرما دیئے ہیں جو فقراء کی ضروریات کے لیے کافی ہو سکتی ہیں۔ پس اگر غریب مسلمان بھوکے یا ننگے رہ گئے اور کسی طرح کی پریشانی اور مشقت میں پڑے مثلاً مکان وغیرہ سے محروم ہو گئے تو چونکہ یہ دولت مندوں کی کوتاہی اور عشر د زکوٰۃ و انفاق و سخاوت نہ کرنے کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس لیے ایسے امراء پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت محاسبہ اور سخت عذاب لازم ہو گا۔

---------ے---------

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے "من کثرت نعم اللہ علیہ کثرت حوائج الناس الیہ فان قام بما یحب اللہ فیہا عرضہا للدوام والبقاء فان لم یقم فیہا بما یحب اللہ عرضہا للزوال۔ (المستطرف جلد اول ص ۱۱۴)

یعنی جس پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں اس کی طرف لوگوں کی ضروریات زیادہ ہوتی ہیں۔ پس اگر وہ واجبات الیہ کو ادا کرتا ہے تو ان نعمتوں کو قرار و دوام نصیب ہوتا ہے ورنہ وہ نعمتیں دیر سویر ضرور زوال پذیر ہو جاتی ہیں۔

خلفاء اسلام بلاشبہ عہدہ خلافت کو خدا کی طرف سے ایک عظیم عطیہ اور عظیم امانت سمجھتے تھے۔ وہ ہر وقت خدا کی اعلیٰ ترین حکومت کے سامنے اپنی جواب دہی کو پیش نظر رکھتے تھے۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سفرحج سے واپسی میں فرمایا کہ آج میرا وہ مقام ہے کہ خدا کے سوا اور کسی اقتدار اعلیٰ کا مجھ پر کچھ خوف و ہراس نہیں ہے۔ اس کے بعد بادشاہت کے انجام و فنا پذیری پر ان چند شعروں کو پڑھا

این الملوک التی کانت نوافلھا
من کل اوب الیھا وافد یفد
فلم تغن عن ھرمز یوما خزائنہ
والخلد قد حاولت عاد فما خلدوا
ولا لسلیمان اذ تجری الریاح لہ
والجن والانس فیما بینھا ترد
حوض ھنالک مورود بلا کذب
لا بد من وردہ یوما کما وردوا

(الاستیعاب لابن عبدالبر جلد ۲ ص ۴۳)

یعنی شاہان سلف و اقوام عالم عاد و ہرمز و سلیمان وغیرہ جس طرح موت کے گھاٹ

اتر گئے اسی طرح سب کا خاتمہ موت کے گھاٹ پر ہو گا۔ کیا سچ ہے

گو سلیمان زماں بھی ہو گیا
پھر بھی اے سلطان آخر موت ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ دولت و حکومت کو ایک چلتا پھرتا زوال پذیر سایہ سمجھتے تھے اور خلافت کے تمام زر و نقد و ساز و سامان کو ملک کے عوام کی ایک عظیم امانت سمجھتے تھے اور آخرت کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے۔ اسی احساس کے تحت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دولت دنیا اور اموال خلافت سے اپنے دل کا تعلق ذرا بھی نہ رکھا۔ گویا اقبال مرحوم کے لفظوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اہل دول سے فرماتے ہیں

اسی خطا سے عتاب ملوک ہے مجھ پر
کہ جانتا ہوں مال سکندری کیا ہے

(آج اس سکندر اعظم کا انجام یہ ہے کہ اس کی قبر کا نشان تک زمانہ نے مٹا دیا ہے۔ اس کی قبر کی تلاش کرنے کے لیے بڑی بڑی مہم جاری کی جاتی ہے لیکن قبر کا پتہ نہیں چلتا۔ (صدق جدید ۲ ستمبر ۱۹۶۰ء)

بیت المال کا خزانہ عام مسلمانوں کا ہے۔ یہ احساس مدت دراز تک قائم رہا۔ علامہ شاطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جب خلیفہ حکم نے رمضان میں عورت سے وطی کر لیا تو علماء نے فتویٰ دیا کہ ساٹھ مسکین کو کھلا دیں۔ محدث اسحاق بن ابراہیم خاموش تھے۔ خلیفہ نے پوچھا آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا آپ دو ماہ کا روزہ رکھیں۔ علماء نے کہا کہ امام مالک کا مذہب تو اولاً کھانا کھلانے کا ہے۔ فرمایا۔ ہاں یہ مسلک اس کے لیے ہے جس کے پاس مال ہو۔ امیر المومنین کے پاس مال کہاں ہے؟ بیت المال میں بے شک مال موجود ہے مگر وہ عام مسلمانوں کا ہے۔ خلیفہ حکم نے محدث اسحاق کا شکریہ ادا کیا اور ان کے قول پر عمل کیا۔ (کتاب الاعتصام جلد ۲ ص ۲۸۶)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء اسلام میں ایک مدت تک بیت المال میں عوام کے حق کا احترام موجود تھا۔ اپنی موت و استحضار بعد الموت و آخرت کے خوف

اور خدا ترسی کے بغیر ایسے جذبات پیدا نہیں ہو سکتے۔

الغرض ان تمام بصیرت افروز حقائق کو پیش نظر رکھنے والے خلفاء اسلام غرباء و مساکین و ضعفاء کی ضروریات و حاجات سے بھلا کیوں کر صرف نظر فرما سکتے تھے۔ بلکہ بغیر چارہ گری کے ان کو چین و سکون کس طرح حاصل ہو سکتا تھا۔ خلفاء کرام کی زندگی کا ایک ایک ورق ایک ایک عنوان اتنا روشن اور درخشاں ہے کہ اس میں غرباء و ضعفاء و فقراء کے ساتھ دل سوزی و دردمندی کے تمام حالات آئینہ کی طرح صاف و شفاف نظر آ سکتے ہیں۔ خلفاء اسلام کی ملت سے وفاداری' رعایا پروری' غرباء نوازی اور آج کے سلاطین وقت کی بے فکریوں اور عشرت پرستیوں کو اپنے سامنے رکھئے تو واضح ہو گا کہ ایک طرف صرف وفا ہی وفا ہے تو دوسری طرف عشرت گاہ سلاطین میں صرف جفا ہی جفا ہے۔ پھر بھی بزبان قال برکات خلافت کا انکار کیا جاتا ہے۔

جحدوا بها واستيقنتها انفسهم ظلما وعلوا

صدق من قال

اک جفا تیری کہ کچھ بھی نہیں پر سب کچھ ہے
اک وفا میری کہ سب کچھ ہے مگر کچھ بھی نہیں

علامہ یوسف القرضاوی کی ایک کتاب "مشكلة الفقر وكيف عالجها الاسلام" ابھی حال میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں امراء اسلام و اصحاب ثروت پر غرباء و مساکین کی امداد و مساعدت کی ذمہ داری اور ان کی معاشی خبر گیری اور علاج و مکان اور تعلیم اور غذا و لباس وغیرہ میں ان کی کفالت سے متعلق نہایت لطیف و نفیس مباحث کو قلم بند کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اسی موضوع پر قابل دید ہے اور حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔

ایک ضروری انتباہ اگرچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وظیفہ و عطیات کو عام فرمایا لیکن وہ اس کوشش میں بھی رہتے تھے کہ وظیفہ پر بھروسہ کر کے لوگوں میں کاہلی و مفت

خوری نہ پیدا ہونے پائے۔ اس لیے عموماً وظائف کی تقسیم میں خدمت و کارکردگی اور اسی طرح ضعیفی و مسکینی وغیرہ امور کا لحاظ مقدم رکھتے تھے۔ چنانچہ وظائف صرف انہیں لوگوں کے مقرر تھے جن سے اسلامی مجاہدات میں کام لیا جاتا تھا۔ یا ان سے کبھی کبھی فوجی خدمت ملنے کی توقع ہو سکتی تھی۔ جنہوں نے پہلے کوئی نمایاں خدمت کی تھی یا ان کے آباء و اجداد نے کسی موقعہ پر نمایاں حصہ لیا تھا۔ چنانچہ اس قسم کی مثالیں آپ عمال کی قدر دانی کے باب میں دیکھیں گے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "وفی کلام عمر رضی اللہ عنہ مایدل علی ان لکل مسلم حقافی بیت المال ولکنہ مع هذا ماکان یقسم المال علی المسلمین کافۃ بل علی مخصوصین بصفات" (احیاء العلوم جلد ۲ ص ۳۸)

یعنی سب مسلمانوں پر بے تحاشہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خرچ نہ فرماتے بلکہ ان معذوروں و ضعفاء کے وظائف مقرر کرتے جو کسب معاش سے معذور تھے یا جنگی مہمات میں حصہ لینے والوں اور فنی ماہروں اور سابق استحقاق رکھنے والوں کا وظیفہ مقرر فرماتے۔ لیکن ان تمام قسم کے لوگوں سے بھی تاکید فرمایا کرتے تھے کہ تم اپنے وظائف و عطیات پر بھروسہ نہ کرو۔ کھیتی باڑی وغیرہ کا انتظام بھی گھر پر رکھو۔ الادب المفرد میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔

صحابہ کرام کے آزاد پیشے اور کسب و تجارت خلافت راشدہ کے دور میں صحابہ کرام و تابعین عظام اور ملک کے تمام امیر و غریب افراد کے لیے اگرچہ وظیفہ کا عام انتظام ہو چکا تھا۔ مگر اس کی وجہ سے لوگوں میں بے فکری و تن آسانی کی خصلت نہیں پیدا ہوئی تھی۔ کاروبار چھوڑ کر صرف وظیفہ پر بھروسہ کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ چنانچہ صحابہ کرام تجارت و زراعت میں بھی مشغول تھے اور محنت و مزدوری اور دوسری طرح کی دستکاریوں کا کام بھی کرتے رہتے تھے۔ کسب حلال کے معمولی سے معمولی کام بھی کر لینے میں ان کو کچھ شرم و عار نہ تھا۔ مشہور صحابی حضرت سلمان

فارسی رضی اللہ عنہ چٹائی بنا کرتے تھے۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر تذکرہ سلمان فارسی)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کدال و پھاوڑا سے پتھر توڑنے اور زمین آباد کرنے کا کام کرتے تھے۔ (اسد الغابہ)

بعض صحابہ لوہار و بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ اسی طرح بعض صحابہ گوشت فروخت کرنے کا کام کرتے تھے۔ حضرت خباب بن الارت لوہار کا کام کرتے تھے۔ (صحیح بخاری جلد اول ص ۲۸۰)

ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا طائف کے چمڑہ کا کاروبار کرتی تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ مقام سخ میں آپ کا کپڑے کا گودام اور کارخانہ تھا۔ (تلبیس ابلیس لابن جوزی ص ۲۱۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی کپڑوں کی خرید و فروخت کا کام بڑے پیانہ پر کرتے تھے۔ چنانچہ الـمـانـی الـصـفـق بـالاسـواق (صحیح بخاری جلد اول ص ۲۷۷) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہی مقولہ ہے۔ مگر خلافت کے مشاغل و ہمہ وقتی مصروفیت کے سبب پھر یہ شغل قائم نہ رہ سکا تو اس کی وجہ محض امور خلافت سے مشغولیت تھی وظیفہ وغیرہ پر توکل و بھروسہ اس کا باعث نہ تھا۔

امیرالمومنین حضرت عثمان غنیؓ و حضرت عبدالرحمٰن بن عوف و حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم بھی تجارت کے ذریعہ روزی پیدا کرتے تھے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی تجارت کی آمدنی ایک ہزار اشرفی روزانہ کی تھی۔ (استیعاب جلد اول تذکرہ طلحہ)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تجارت و زراعت دونوں میں کافی ثروت رکھتے تھے۔ ہزار اونٹ، تین سو بکریاں اور سو گھوڑے، نقیع کی چراگاہ میں ہمیشہ رکھتے تھے۔ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک پر اپنا نصف مال دے دیا۔ ایک بار چالیس ہزار درہم دیا۔ اور تیسری مرتبہ چالیس ہزار دینار دیا۔ چوتھی بار پانچ سو گھوڑے دیئے تھے راوی کا بیان ہے کہ اس دولت مندی کا سبب ان کی تجارت تھی کـانـت عـامـة مـالـه مـن الـتـجـاره (منتخب کنزالعمال جلد ۵ ص ۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی تجارت کرتے تھے۔ بسا اوقات تجارتی اموال سالانہ حساب سے تیس تیس ہزار روپیہ نفع حاصل ہوتا تھا۔ جسے عموماً وہ خیرات کر دیتے۔ (صفوۃ الصفوہ ج ا ص ۲۳۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی کسب و تجارت میں کافی ترقی کی تھی۔ آپ کے اوقاف کی سالانہ آمدنی چالیس ہزار اشرفی تھی۔ (منتخب کنزالعمال ص ۱۵۹)

حضرت زبیر و حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما رفوگری کا کام کرتے تھے۔

(تلبیس ابلیس ص ۲۱۸)

بعض صحابہ کرام درزی گری (خیاطی) کا کام کرتے تھے۔ ایک درزی پیشہ صحابی کی دعوت بھی حضورؐ نے کمال خلق سے منظور فرمائی تھی۔ (موطا امام مالک ج ۲ و صحیح بخاری ج ا ص ۲۸۱ و تلبیس ابلیس ص ۲۱۸)

بعض صحابہ تصویر بناتے تھے۔ غیر ذی روح اشیاء و مناظر کی تصویریں تیار کرتے تھے۔ (صحیح بخاری کتاب البیوع ص ۲۹۶)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کسی صحابی یا تابعی نے تصویر سازی کے بارے میں فتویٰ پوچھا تو آپ نے فرمایا "علیک بھذا الشجر وکل شیئی لیس فیہ روح" یعنی درختوں کی تصویر اور ہر اس چیز کے نقشے بنا سکتے ہو جو غیر جاندار ہیں۔ (مسند احمد جلد اول ص ۳۶۰) صحابہ میں عمارت کا کام کرنے والے معمار بھی تھے۔ (صحیح بخاری کتاب الاجارہ ص ۳۰۲) پھلوں، کھجور، انگور اور منقیٰ وغیرہ کی تجارت کرنے والے بھی تھے (بخاری کتاب الاجارہ ص ۲۹۷) زیور بنانے والے اور سناری پیشہ کرنے والے بھی صحابہ موجود تھے۔ (صحیح بخاری جلد اول ص ۲۸۰) سونا و چاندی، درہم و دینار اور صرافہ کا کام بھی کرنے والے تھے۔ (فتح الباری جلد ۲ ص ۳۳۸) خزانچی کا کام کرنے والے بھی صحابہ موجود تھے۔

(بخاری کتاب الوکالتہ)

اسلحہ و سامان جنگ فروخت کرنے والے اور ان چیزوں کا پیشہ کرنے والے بھی

صحابہ کے اندر موجود تھے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸۲)

جانوروں کی خرید و فروخت کرنے والے بھی صحابہ کرام موجود تھے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸۰) عطر فروخت کرنے والے بھی صحابہ کرام میں موجود تھے (بخاری ج ۱ ص ۲۸۲) اجناس کی خرید و فروخت میں دلالی کا پیشہ کرنے والے بھی موجود تھے۔

(بخاری کتاب الاجارہ ص ۳۰۲)

الغرض باوجود وظائف کی عمومی تقسیم کے اجلہ صحابہ نے تجارت زراعت' صنعت و حرفت و مزدوری کے کام کو باقی و دائم اور برقرار رکھا۔ ان کو آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد گرامی معلوم تھا کہ خدائے تعالیٰ نے روزی کے دس حصوں میں سے نو حصے صرف تجارت میں رکھے ہیں۔ اس لیے صحابہ کرام نے وظائف پر بھروسہ نہ کر کے اپنے آبائی مشاغل صنعت و حرفت' تجارت و زراعت سے ہمیشہ اعتناء رکھا۔

آبادی زمین سے متعلق

خلفائے راشدین کے عظیم منصوبے

---------۱---------

ملک کی تمام خام پیداوار اور اشیائے خوردنی کا دارومدار زمین کی کاشت پر ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے بھی زمین کے آباد و گلزار رکھنے کی ترغیب دی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "من اشتری قریہ یعمرھا کان حقا علی اللہ عونہ (منتخب کنزالعمال جلد ۲ ص ۱۲۸) یعنی جو شخص کسی گاؤں کو خرید کر اس کو آباد کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر طرح سے مدد کرے گا۔ اسی طرح کتاب الخراج میں قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اکرم ﷺ کی ایک حدیث نقل کی ہے "فمن احیی ارضا میتا فھی لہ لیس لمحتجر حق بعد ثلاث" (کتاب الخراج ص ۷۲) یعنی جس شخص نے کسی بنجر و افتادہ زمین کی کاشت کر لی تو وہ اسی کی ملکیت ہے۔ بلا کاشت کئے ہوئے روک رکھنے والے کا تین سال کے بعد حق ساقط ہو جاتا ہے۔

---------۲---------

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر قیامت قائم ہو جانے کی خبر مل جائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کوئی شاخ اور پودا ہو تو اسے ضائع نہ کرو بلکہ اسے زمین میں گاڑ اور بٹھا کر دم لو۔

(الادب المفرد ص ۶۹)

---------۳---------

ایک روایت اس طرح وارد ہے کہ اگر تم سن لو کہ دجال کانا نکل چکا ہے اور قیامت کے دوسرے سب آثار و علامات نمایاں ہو چکے ہیں اور تم کوئی نرم و نازک پودا زمین میں لگانا چاہتے ہو تو ضرور لگاؤ اور اس کی دیکھ بھال اور نشوونما کے انتظامات میں سستی نہ کرو۔ کیونکہ وہ بہرحال زندگی گذارنے کے لیے ایک ضروری کوشش ہے۔ (الادب المفرد ص ۶۹)

انتباہ ان روایات میں غور کرنے سے صاف طور سے پتہ چل جاتا ہے کہ زمین کی پیداوار حاصل کرنے کے لیے اور پھل دار درختوں اور غلہ والے پودوں کو لگانے کے لیے کس قدر عملی اہتمام مقصود ہے کہ مرتے مرتے اور قیامت ہوتے ہوئے بھی انسان زراعتی کاروبار اور زمینی پیداوار کے معاملہ میں ذرا بھی بے فکری اور سستی و لاپرواہی نہ برتے' ان حالات کی موجودگی میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ زراعت کا پیشہ ذلیل ہے۔

کھیتی میں ذلت کا مفہوم حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہل اور کھیتی کے بعض آلات دیکھ کر فرمایا کہ "لا یدخل ھذا البیت قوم الا ادخلہ اللہ الذل" یعنی جس گھر میں یہ داخل ہو گا اس میں ذلت داخل ہو کر رہے گی۔ لیکن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ کی توجیہ کی روشنی میں اس کا یہ مطلب ہے کہ کھیتی کا پیشہ اس قدر ہمہ وقتی شغولیت کا طالب ہے کہ جو اس میں منہمک ہو گا وہ اسلامی زندگی کے سب سے اہم کام جہاد کو چھوڑ بیٹھے گا اور اس سے بے پرواہ رہے گا اور ظاہر ہے کہ ترک جہاد شوکت و قوت کے اعتزال کے مترادف ہے۔ جہاد کا سلسلہ جب سے موقوف ہوا خود شوکت و قوت نے بھی ہم سے یکسوئی اور علیحدگی اختیار کر لی اور وہ ذلت و نکبت طاری ہے جو محتاج بیان نہیں۔ بہرحال اگر کھیتی کی مذمت ہے تو اس کی ہمہ گیر

مصروفیت کے سبب کہ وہ اپنے ساتھ بے حد مشغول رکھ کر دوسرے تمام اہم مقاصد سے غافل و بے نیاز کر دیتی ہے۔ اکبر الہ آبادی نے کیا خوب لکھا ہے

ذرہ ذرہ سے لگاوٹ کی ضرورت ہے یہاں
عافیت چاہے انسان تو زمیندار نہ ہو

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اسی فلسفہ کے ماتحت لکھتے ہیں فاذا ترکوا الجھاد واتبعوا اذناب البقر احاطبھم الذل و غلبت علیھم اھل سائر الادیان (حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ ص ۱۷۳)

"یعنی کاشت کار بیلوں کی دم کے پیچھے لگ کر جہاد وغیرہ سے غافل ہو جاتے ہیں اور ان پر ذلت محیط ہو جاتی ہے۔ اور جہاد سے کاشتکاروں اور زمینداروں کی غفلت ان کی رہی سہی شوکت و قوت کو ختم کر دیتی ہے اور ان پر تمام ادیان و مذاہب اپنا تسلط جما لیتے ہیں"

اکبر مرحوم نے بھی زمینداروں کی پریشانی اور ذلیل حالت کا نقشہ کھینچا ہے

محتاج در وکیل و مختار ہیں آپ
سارے عملوں کے ناز بردار ہیں آپ
آوارہ و منتشر ہیں مانند غبار
معلوم ہوا مجھے کہ زمیندار ہیں آپ

لیکن اگر جہاد یا دین کے دوسرے اہم مقاصد سے صرف نظر نہ ہو تو آبادی زمین اور کاشتکاری خود اہم مقاصد میں سے ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی لوگوں کو مختلف زمینوں کو بطور جاگیر عطا فرمایا کہ اسے آباد و گلزار رکھیں۔

زمین کا آباد رہنا اور عوامی ہونا اصل مقصد ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زراعت کی طرف خصوصی توجہ فرمائی تو کچھ لوگوں نے ایسی جاگیروں کے بعض افتادہ حصص کو آباد کر لیا تو اصل مالکان زمین نالش کے لیے دربار فاروقی میں حاضر ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگوں نے اب تک غیر آباد چھوڑے رکھا اب ان لوگوں

نے جب اس کو آباد کر لیا تو تم ان کو ہٹانا چاہتے ہو۔ مجھے اگر اس امر کا احترام پیش نظر نہ ہوتا کہ تم سب کو حضور نے جاگیریں عنایت کی تھیں تو تم کو کچھ نہ دلاتا۔ لیکن اب میرا فیصلہ یہ ہے کہ اس کی آباد کاری اور پرتی توڑائی کا معاوضہ اگر تم دے دو گے تو زمین تمہارے حوالہ ہو جائے گی اور اگر ایسا نہیں کر سکتے ہو تو زمین کے غیر آباد حالت کی قیمت دے کر وہ لوگ اس کے مالک بن جائیں گے۔ فرمان کے آخری الفاظ یہ ہیں "وان شئتم ردوا علیکم ثمن ادیم الارض ثم ھی لھم" (کتاب الاموال ص ۳۸۹) اس کے بعد عام حکم دیا کہ جس شخص نے کسی زمین کو تین برس تک غیر آباد رکھا تو جو شخص بھی اس کے بعد آباد کرے گا اس کی ملکیت تسلیم کر لی جائے گی۔ (کتاب الخراج ص ۷۲) اس حکم کا خاطر خواہ اثر ہوا اور بکثرت بیکار و مقبوضہ محض زمینیں آباد ہو گئیں۔

---------- ۲ ----------

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو ایک لمبی زمین جاگیر کے طور پر عطا فرمائی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے آباد کئے ہوئے حصہ کو چھوڑ کر بقیہ غیر آباد زمین اس سے واپس لے لی۔ (کتاب الخراج ص ۷۸)

---------- ۳ ----------

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو ایک جاگیر عطا فرمائی تھی اور چند اشخاص کو گواہ بنا کر حکم نامہ ان کے حوالہ کر دیا۔ گواہوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جب دستخط لینے کی غرض سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچتے ہیں تو فاروق اعظم نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا "اھذا کلہ لک دون الناس" کیا یہ پوری جائیداد تنہا تم کو مل جائے گی اور دوسرے لوگ محروم رہ جائیں گے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ غصہ میں بھرے ہوئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے "واللہ لا ادری انت الخلیفۃ ام عمر" میں نہیں جانتا کہ اس وقت آپ امیر المومنین ہیں یا عمر رضی اللہ عنہ؟ سیدنا ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ نے فرمایا "عمرو لکن الطاعۃ لی" ہاں ان شاء اللہ العزیز آئندہ عمر فاروق ہی امیرالمومنین ہوں گے۔ البتہ اطاعت میری ہو گی۔ الغرض سیدنا فاروق اعظم کی مخالفت کی بنا پر وہ جاگیر نہ پا سکے۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۴ ص ۳۹۰ و کتاب الاموال ص ۲۷۶)

---------۴---------

اسی طرح حضرت عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق اکبر نے ایک جاگیر عطا فرمائی۔ جب دستخط کرانے کی غرض سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دستخط کرنے سے انکار ہی پر بس نہ کیا بلکہ تحریر شدہ سطروں کو مٹا دیا۔ عیینہ دوبارہ صدیق اکبر کے پاس آئے اور یہ خواہش ظاہر کی کہ دوسرا حکم نامہ ارقام فرما دیا جائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے برملا کہا "واللہ لا اجد شیئا ردہ عمر" قسم خدا کی وہ کام دوبارہ نہ کروں گا جس کو عمرؓ نے رد کیا ہو۔

(منتخب کنزالعمال ج ۴ ص ۳۹۱)

اسی سلسلہ میں ابن الجوزی نے مزید یہ لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑی تیزی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہنے لگے کہ یہ جاگیر و اراضی جو آپ ان کو دے رہے ہیں یہ آپ کی ذاتی زمین ہے یا سب مسلمانوں کی ملکیت ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سب کی چیز ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ تو پھر آپ نے کسی خاص شخص کے لیے اتنی بڑی جاگیر کو مخصوص کیوں کیا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ان حضرات سے جو میرے پاس بیٹھے ہیں مشورہ لے کر کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سب کے نمائندہ نہیں ہو سکتے ہیں۔ (سیرت عمر بن الخطاب ص ۴۰ و اصابہ لابن حجر ج ۳ ص ۵۶)

بہرحال ان کے اس انکار شدید کی وجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ میں تلاش کی جا سکتی ہے "اھذا کلہ لک دون الناس" کیا دیگر افراد کو محروم کر کے یہ سب کچھ تم کو مل جائے گا۔ (منتخب کنزالعمال ج ۴ ص ۳۷۱ و کتاب الاموال ص ۲۷۰)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ مفاد عامہ کی چیزیں شخص واحد کے لیے قانوناً

مخصوص نہیں کی جا سکتیں۔ کوئی جائیداد یا جاگیر شخص واحد کو صرف اسی قدر ملے گی جتنا وہ سرسبز و شاداب اور آباد رکھ سکے۔ درحقیقت رسول پاک اور حضرات شیخین کا منشاء یہ تھا کہ چھوٹے چھوٹے قطعات لوگوں کو دے کر زمینوں کو زیر کاشت لایا جائے تاکہ خلق خدا کے لیے زیادہ سے زیادہ غلہ مہیا ہو سکے۔ مگر یہ بات ہر وقت ملحوظ خاطر رہنی چاہیے کہ زمین صرف امراء کے ہاتھوں میں رہ کر عیش کوشی اور عشرت پسندی کا سبب نہ بن سکے یا بیکار نہ پڑی رہے۔ اس لیے یہ احتیاط ضروری تھی کہ زمین صرف ان لوگوں کو دی جائے جو اہل تھے اور صرف اسی قدر دی جائے جتنی وہ بار آور کر سکتے ہوں۔ بہرحال عام پبلک کے فائدہ کے لیے بیکار اور زائد از کاشت زمین حکومت اسلامی اپنے نظم میں لے لیتی ہے تاکہ اس کو مستحقین میں تقسیم کر دے۔

انگریزی دور حکومت میں رواج تھا کہ لوگ زمینوں پر سیر خود کاشت لکھا کر اور فرضی ناموں سے اندراج کرا کے زمینوں پر قابض رہتے تھے اور اس سے دوسرے لوگوں کا نفع اٹھانا شخص واحد کی نامزدگی کی وجہ سے ناممکن تھا۔ ملک میں زرعی زمینوں پر قبضہ محض ہونے اور ساری زمینوں کے زیر کاشت نہ آ سکنے کے باعث قحط اور پیداوار کی کمی برابر چلی آتی رہی۔ اسلام کا منشاء یہ ہے کہ جتنی کاشت تم خود کر سکو اتنی اراضی پر قابض رہو یا جتنی آبادی مزدوروں اور ہلواہوں کے ذریعہ زیر کاشت لا سکتے ہو بس اسی پر تصرف رکھو باقی حکومت کے حوالہ کر دو۔

---------- ۵ ----------

ایک زمین قبیلہ مزینہ کے کچھ افراد کو ملی ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے اس جاگیر کو یونہی چھوڑ رکھا تھا تو دوسرے لوگوں نے اس کو آباد کر لیا۔ مزینہ کے لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی شکایت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص تین برس تک اپنی زمین یونہی چھوڑے رکھے اور دوسرا کوئی شخص اسے آباد کرے تو یہ دوسرا ہی اس زمین کا حق دار ہو جائے گا۔ (الاحکام السلطانیہ للماوردی)

---------۶---------

حضرت بلال ابن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا "فخذ منھا ما قدرت علی عمارتہ" یعنی جو زمین تم کو رسول پاک ﷺ نے عطا فرمائی ہے اس میں جس قدر تم آباد رکھ سکتے ہو اسے اپنے پاس رکھو۔ لیکن جب وہ پوری اراضی کو آباد نہ کر سکے تو باقی ماندہ زمین کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دوسرے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ حضور ﷺ نے تم کو اراضی اس مقصد کے پیش نظر دی تھی کہ تم اس سے فائدہ اٹھاؤ حضور پاک ﷺ کا مقصد یہ تو نہ تھا کہ خواہ مخواہ قابض ہی رہو' (تعلیق کتاب الاموال ص ۲۹۰ بحوالہ ابوداؤد مستدرک و حاکم و خلاصۃ الوفاء ص ۳۴۷)

نوٹ -- ان بلال سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ موذن رسول اللہ ﷺ مراد نہیں ہیں بلکہ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ ہیں (استیعاب)

---------۷---------

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور حکومت میں بھی اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آیا تھا کہ ایک شخص نے زمین کو غیر آباد سمجھ کر اس کو آباد کر لیا۔ زمین والے کو اس کی اطلاع ملی تو نالش لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے جو کچھ زمین کے سلسلہ میں محنت و مزدوری صرف کی ہے اس کا معاوضہ تم ادا کر دو۔ گویا اس نے تمہارے لیے یہ کام کیا ہے اس نے کہا کہ اس کے مصارف ادا کرنے کی طاقت مجھ میں نہیں ہے۔ تو آپ نے مدعی علیہ سے فرمایا "ادفع الیہ ثمن ارضہ" یعنی تم اس کی زمین کی قیمت ادا کر کے اسے سرسبز و شاداب رکھو۔ (کتاب الاموال ص ۲۸۹)

یہ فیصلے بتلاتے ہیں کہ ان حضرات کا منشاء یہ تھا کہ زمین کبھی غیر آباد اور بیکار نہ رہنے پائے اور ہر شخص کے پاس اتنی ہی رہے جتنی وہ خود کاشت کر سکے یا کرا سکے۔ ان واقعات کی روشنی میں اب گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین کے وہ بڑے بڑے

ٹکڑے جو ایسے زمینداروں کے قبضہ میں ہیں' جن کی کاشت نہ وہ خود کرتے ہیں نہ مزدوروں کے ذریعہ ہی کرواتے ہیں بلکہ "فرضی سیرو فرضی خود کاشت" کے فرضی اندراجات کے ذریعہ ان جاگیروں پر قابض رہنا چاہتے ہیں۔ ایسے زمینداروں کے اس ظالمانہ قبضہ کے لیے شریعت اسلامیہ میں کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔ زمینداروں' جاگیرداروں کے نظام میں پہلے عموماً جاگیردار اور تعلقہ دار ایسی ایسی زمینوں پر قابض رہتے تھے اور پٹواری کے کھاتوں میں سیر خود کاشت کا فرضی اندراج کراتے تھے۔ حالانکہ درحقیقت ان کی کاشت نہ ہوئی تھی۔

---------- ۸ ----------

بلا مرضی کاشت زمین کی آبادی کے سلسلہ میں بلا اجازت کاشت بٹائی' دخل کاری وغیرہ سے متعلق چند ضروری باتیں عرض کی جاتی ہیں۔ اب سب سے پہلے سنئے کہ زمین والے کی بلا مرضی کاشت کی حیثیت شریعت میں کیا ہے۔ اس سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی موجود ہے "من زرع ارضا بغیر اذن اھلھا لیس لہ من الزرع شئی" یعنی جس کسی نے کسی زمین کو بلا اجازت کے جوت لیا تو اس کو اس کھیتی سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ زمین والے کی حیثیت عرفی کا احترام شریعت کو مد نظر ہے۔ پس اگر کوئی شخص اس کے غیر افتادہ اور آباد زمین پر یونہی قبضہ کرے گا تو اس کا تصرف قطعاً باطل ہے لیکن بنجر و غیر آباد پرتی زمین جو مسلسل تین سال تک مالک زمین اپنی تصرف و کاشت میں نہ لا سکے اس کا معاملہ بالکل مختلف ہے۔

---------- ۹ ----------

دخل کاری اسی طرح دخل کاری کا موجودہ سسٹم بھی قطعاً باطل ہے اسلام کبھی کاشت کار کو یہ اجازت نہ دے گا کہ وہ اصل مالک زمین کی زمین پر پٹواری وغیرہ کی فرضی کاروائیوں کی بنا پر قبضہ جما لے۔ کاشتکار کی محنت و شرکت زمین کی پیداوار اور زمین کے منافع میں ہے نہ کہ اصل زمین کی ملکیت میں۔ اگر عدالت سے اس کے

حق میں فیصلہ بھی ہو جائے اور فرضی دلائل و شواہد' پٹواریوں کے اندراجات و کاغذات کے بنا پر کوئی حاکم فیصلہ بھی کر دے تو وہ شرعاً باطل ہے۔ احادیث میں اس سلسلہ میں سخت وعید وارد ہے۔ ارشاد نبوی ہے

"وانما تختصمون الی ولعل بعضکم یکون الحن بحجته من بعض فاقضی له علی نحو ما اسمع فمن قضیت له بحق اخیه فلا یاخذه فانا اقطع له قطعة من النار" (مشکوۃ باب الاقضیہ)

یعنی تم لوگ اپنے معاملات میں جھگڑتے ہو۔ اور تم میں سے کوئی زیادہ چرب زبان اور تیز طرار ہوتا ہے تو اس کے بیان کے زیر اثر اس کے حق میں اگر میں فیصلہ دے دوں اور اصل اس کا حق نہ ہو تو میں اس کو جہنم کا ٹکڑا دیتا ہوں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حاکم کے ایسے کاغذات و پٹواری وغیرہ کے فراہم کردہ شواہد کی بنا پر اگر کسی شخص کے لیے ایسی زمین کی ملکیت کا بنام دخل کاری فیصلہ ہو بھی جائے جو در حقیقت اس کی مملوکہ و زر خرید نہ تھی تو اس حاکم کا فیصلہ ہرگز اس زمین کو دخل کار کے لیے حلال نہیں قرار دے سکتا۔ پٹواری سے ساز باز کر کے ایسی زمینوں پر قبضہ لکھانا یا اپنی ملکیت دکھلانا جو در حقیقت زمیندار کی زر خرید ہے اولاً حرام ہے اور شہادات کاذبہ کی بنیاد پر اسے حلال سمجھنا حرام در حرام ہے۔ ہمارے اطراف میں زمین کی پیائش و ناپ ڈور کے موقع پر اہلیان وطن و باشندگان نیپال اسٹیٹ نے اودھم مچایا ہے اور جس طرح فرضی غاصبانہ قبضہ دکھلایا ہے۔ اس کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے دل سے شاید خدا کا خوف یکدم رخصت ہو چکا ہے۔

---------- ۱۰ ----------

بٹائی آنحضرت ﷺ نے خیبر کو فتح کر کے وہاں کی زمین کو خیبر کے کسانوں کے سپرد فرمایا۔ بٹائی کے سلسلہ میں طے ہوا کہ نصف کاشتکار لیں گے اور نصف آنحضرت ﷺ لیں گے۔ جب کھجور پک کر تیار ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ بن

رواحہ کو کھجوروں کے تخمینہ کے لیے بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے فراخ دلی کے ساتھ ایسا تخمینہ نکالا کہ اس منصفانہ تقسیم پر یہودی کاشتکار پکار اٹھے "بھذا اقامت السموات والارض" کہ آسمان و زمین اب تک اسی عدل و انصاف کی بنا پر قائم ہیں۔ انہوں نے پوری پیداوار کو چالیس ہزار وسق ٹھہرایا۔[1] اور پورے باغ کا دو مساوی حصہ بنا دیا۔ اور ان کو اختیار دے دیا کہ اس میں سے جس حصہ کو چاہیں لے لیں۔ راوی کا بیان ہے کہ پھل توڑنے کے بعد ایک نصف کی پیداوار دوسرے نصف پر ذرہ برابر بھی زیادہ نہ نکلی۔ (کتاب الاموال ص ۴۸۲)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی بٹائی کو جائز لکھا۔ فرماتے ہیں "والمزارعة جائزة" فی اصح قولی العلماء وھی عمل المسلمین علی عھد نبیھم وعھد الخلفاء الراشدین وعلیھا عمل آل ابی بکر وآل عمر وآل عثمان وآل علی وغیرھم وھی قول اکابر الصحابة وھی مذھب فقھاء الحدیث و احمد بن حنبل و ابن راھویه والبخاری و ابن خزیمه وغیرھم وکان النبی صلی الله علیه وسلم قد عامل اھل خیبر بشطر ما یخرج منھا من تمر وزرع حتی مات (الحسبتہ فی الاسلام ص ۴۰)

اس کا حاصل یہ ہے کہ بٹائی کھیتی جائز ہے۔ عہد نبوی و عہد خلفائے راشدین و صحابہ کرام میں اس طرح کا تعامل موجود تھا۔ زمین سے شریعت کو پیداوار حاصل کرنا مقصود ہے۔ زمین کبھی معطل و بے کار ہاتھوں میں پڑی نہ رہے۔ اس لیے یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مجبوری سے اپنی زمین کو فروخت کرنے لگے تو اپنے دوسرے پڑوسی کاشتکار کو سب سے پہلے پیش کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ

---

(۱) چالیس ہزار وسق پختہ ایک لاکھ بہتر ہزار من کے برابر ہوا۔ کیونکہ ایک وسق چار من بارہ سیر کے برابر ہے۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو میری تصنیف علماء سلف اور عطیات و وظائف۔

جس شخص کے پاس زمین یا کھجور کے باغات ہوں اور ان کو وہ فروخت کرنا چاہتا ہو تو اس کو سب سے پہلے اپنے شریک کو پیش کرے۔ (مسند احمد جلد ۳ ص ۳۰۷)

اسی طرح اگر شرکت میں کھیتی ہو اور کوئی شخص اپنا حصہ فروخت کرنا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ پہلے اپنے شریک کو پیش کرے۔ اس لیے اول وہ حقدار ہے۔
(مسند احمد جلد ۳ ص ۳۸۱)

یہاں یہ مقصد ہے کہ دوسرا آدمی آلات حرث اور انتظامات اور وسائل کو فراہم کرے گا۔ ممکن ہے جلد مہیا نہ ہو۔ اور اس کے شریک کے پاس جب کہ تمام آلات و اسباب فراہم ہیں تو زمین کے بار آور و زیر کاشت ہو جانے کے لیے یہاں زیادہ اطمینان بخش صورت موجود ہے۔ اس لیے پہلے یہ زمین شریک کو پیش کرنا لازم ہے۔

---------- || ----------

کاشتکاری کے لیے ترغیب زمینی پیداوار کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مختلف انداز میں کاشتکاری کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ایک بار کچھ لوگ یمن سے آئے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ جواب دیا ہم لوگ متوکل علی اللہ ہیں۔ فرمایا تم لوگ ہرگز متوکل علی اللہ نہیں ہو سکتے "انما المتوکل رجل القی فی الارض و توکل علی اللہ" متوکل وہ شخص ہے جو زمین میں ہل چلا کر اسے ملائم کر کے اس میں بیج ڈالے پھر اس کے نشو و نما و برگ و بار کے معاملہ کو خدا کے سپرد کر دے۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۲ ص ۲۱۶)

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ عمل کریں اور نتیجہ عمل کو خدا کے سپرد کر دیں وہی لوگ دراصل متوکل ہیں۔ کاشتکار کی تمثیل ترغیب پر دلالت کرتی ہے اور ساتھ ہی یہ حقیقت ہے کہ حقیقی توکل کی مثال کاشتکار کی زندگی و سپردگی میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ بیج کی پرورش' ہوا' پانی کے لیے آسمان کی طرف نظر آفتاب و ماہتاب سے مناسب تمازت و ٹھنڈک کی ملی جلی کیفیتوں کی جس قدر احتیاج کسان (کاشتکار) کو ہے۔ اور جس طرح قلبہ رانی کے بعد اپنے تمام معاملات از اول تا آخر خدا کے سپرد

کرتا ہے۔ یہ بات کسی اور شعبہ میں اس حد تک نہیں ہے۔ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب لکھا ہے

ابرو باد و مہ و خورشید فلک درکار اند
تاتو نانے بکف آری و بغفلت نہ خوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار
شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرمانبری

کھیتی باڑی' تجارت و زراعت وغیرہ سے الگ ہونا اور متعلقہ امور معاش کا اہتمام چھوڑ دینا حرام ہے اور اس کا توکل نام رکھنا غلط ہے۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۲۶۵)

---------- ۱۲ ----------

ابو ظبیان نامی ایک شخص سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تم کو کس قدر وظیفہ بیت المال سے ملتا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ڈھائی ہزار درہم۔ آپ نے فرمایا کہ "یا ابا ظبیان اتخذ من الحرث" یعنی اے ابو ظبیان کھیتی کا سلسلہ قائم رکھو۔ وظیفہ پر بھروسہ کر کے کاشتکاری سے غفلت نہ کرو۔ (الادب المفرد ص ۸۴)

---------- ۱۳ ----------

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قیدیوں کے متعلق فرمایا کہ تحقیقات کر کے کاشتکار و زراعت پیشہ افراد کو سب سے پہلے رہا کرو۔ حکم کے الفاظ یہ ہیں "خلوا سبیل کل اکار و زراع" (منتخب کنز العمال جلد ۲ ص ۳۱۳)

یہ عام قیدیوں سے صرف کاشتکار کی فوری رہائی کا بندوبست اسی لیے فرمایا جا رہا ہے کہ ملک کی عوامی فلاح کا دارومدار غلہ و اجناس کی عام پیداوار پر ہے۔ ہمارے یہاں نیپال میں تمام مقدمات کھیتی کے زمانہ میں لمبی تاریخیں دے کر ملتوی کر دیئے جاتے ہیں تا کہ کاشتکار اپنے مکان پر واپس جا کر فراغت سے کھیتی سنبھال سکیں۔

لے اڑی طرز فغاں بلبل نالاں ہم سے
گل نے سیکھی روش چاک گریباں ہم سے

---------۱۴---------

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زید بن مسلمہ کو دیکھا کہ زمین کو آباد کر رہے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اصبت استغن عن الناس یکن اصون لدینک واکرم لک علیھم" یعنی یہ تم بہت اچھا کر رہے ہو۔ اسی طرح وجہ معاش کا انتظام ہو جانے سے دوسروں سے تم کو استغنا حاصل ہو جائے گا اور تمہارے دین کی حفاظت ہو گی اور اس طرح لوگوں میں تمہاری عزت بھی ہو گی۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے

فلن ازال علی الزوراء اعمرھا
ان الکریم علی الاخوان ذوالمال

(احیاء العلوم جلد ۲ ص ۶۴)

---------۱۵---------

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب وظائف پر بھروسہ ہونے لگا تو آپ نے بھی حکم دیا "من کان لہ منکم ضرع فلیلحق بضرعہ و من لہ زرع فلیلحق بزرعہ فانا لانعطی مال اللہ الالمن غزا فی سبیلہ" (الامارۃ والسیاسۃ جلد اول ص ۳۳)

یعنی جس کے پاس دودھ والے جانور ہوں وہ اپنے ریوڑ کی پرورش سے اپنے معاش کا انتظام کرے اور جس کے پاس کھیت ہو وہ کھیتی میں لگ کر اپنی ضرورتوں کا انتظام کرے۔ وظیفہ پر بھروسہ کرنے کے سبب سے سارا انتظام معطل ہو جائے گا۔ اس لیے اب یہ مال صرف مجاہد و غازی سپاہیوں کے لیے مخصوص رہے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی سنح نامی مقام میں اپنا زمینداری کا کاروبار کرتے تھے۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود بھی کاشت کراتے تھے۔ (بخاری کتاب المزارعہ)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ و حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ نے بھی اپنی جاگیروں کو بٹائی پر دے رکھا تھا۔ (کتاب الخراج ص ۷۳)

رفاہ عام کے چند ضروری انتظامات

---------۱---------

صحیح مسلم میں آنحضرت ﷺ کی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار حضور ﷺ غلہ کے ایک ڈھیر پر گزرے تو آپ نے اپنا ہاتھ غلہ کے ڈھیر کے اندر ڈالا تو ہاتھ میں نمی پہنچی۔ غلہ والے سے پوچھا یہ کیا حرکت ہے؟ اس نے کہا حضور غلہ کھلا ہوا تھا یکایک بارش ہوئی اور غلہ بھیگ گیا۔ فرمایا تو پھر اس غلہ کے اوپر نمی کو نمایاں کرنا چاہیے تا کہ لوگ دھوکہ نہ کھائیں۔ (الحسبۃ فی الاسلام ص ۱۱)

---------۲---------

آنحضرت ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے قبل وہاں پھلوں اور کھیتوں کے تیار ہونے سے پہلے فروخت کرنے کا عام دستور تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے اس طرح کی خرید و فروخت سے ممانعت فرما دی۔ چنانچہ فرمایا جب تک پھل اور دانے پختہ نہ ہو جائیں اور ان کی پختگی والے رنگ نکھر نہ آئیں اس وقت تک خرید و فروخت باطل ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب البیوع)

---------۳---------

آنحضرت ﷺ نے سامان کی فروخت کے لیے جھوٹی قسموں سے بھی منع کیا ہے۔ ایک بار آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ دو آدمی ایک خصی کے خرید و فروخت کا معاملہ کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی اپنی اپنی بات پر قسم کھاتے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا قسم برکت کو مٹا دیتی ہے۔ (اصابہ جلد ۳ ص ۱۶۰)

---------۴---------

آنحضرت ﷺ ایک بار بازار میں تشریف لے گئے اور اہل بازار سے نرخ معلوم کرنے لگے۔ ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے عمدہ غلہ کو بازار کے بھاؤ سے سستا فروخت کر رہا ہے تو آنحضرت ﷺ نے اس کے لیے برکت کی دعا کی۔ (اصابہ جلد ۳ ص ۶۴۲)

---------۵---------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے دور خلافت میں ایسے خریدار کو نقصان دلانے کا حکم دیا جس کے کھیت کا غلہ یا باغ کا پھل ناکارہ یا آفت زدہ ہو جاتا ہے۔

ملک میں جو کچھ ہوتا ہے اس کا تعلق شہروں اور بازاروں کے لین دین سے بھی ہے۔ اس سلسلہ میں گراں فروشی کی روک تھام' ناپ تول میں دھوکہ دہی اور بے ایمانی کی بندش و تعزیر اور مناسب نفع پر خرید و فروخت اور لین دین میں سچائی کا اہتمام جس قدر ضروری ہے وہ ظاہر ہے۔ ان امور کا تعلق دیہات و شہر کے باشندوں اور رعایا کے تمام افراد سے ہے۔ اس سلسلہ میں چند ہدایات ملاحظہ فرمائیے۔

---------۶---------

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے میری امت پر گرانی کا خیال ایک شب بھر کے لیے بھی قائم کیا "احبط اللہ عملہ اربعین سنۃ" (اللہ تعالیٰ اس کے چالیس سال کے عمل رائیگاں فرما دیں گے (منتخب کنزالعمال جلد ۲ ص ۲۳۶)

---------۷---------

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حضرت عثمانؓ و حضرت عمرؓ کے دو آزاد شدہ غلاموں نے غلہ خرید کر روک لیا کہ جب خوب گراں ہو گا تب فروخت کریں گے۔ حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ہو گئی تو بلا کر پوچھا کہ تم لوگوں نے غلہ کیوں روک رکھا ہے۔ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہ "احتکار" ہے۔ جس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ روک کر فروخت کرنے والے کی سزا افلاس ہے یا جذام۔ یہ سن کر حضرت عثمانؓ کے غلام نے توبہ کر لی۔ لیکن حضرت عمرؓ کے

غلام نے تسلیم نہیں کیا۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم نے اس غلام کو دیکھا کہ وہ مجذوم ہو گیا اور اس کے ہاتھ پاؤں کٹ گئے تھے۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۲ ص ۱۳۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل بازار کو سختی کے ساتھ "احتکار" سے منع فرمایا:

(اصابہ لابن حجر جلد اول ص ۲۶۳)

---------- ۸ ----------

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اپنے دور خلافت میں احتکار سے منع فرماتے تھے۔ (موطاء امام مالک کتاب البیوع)

---------- ۹ ----------

حضرت علی رضی اللہ عنہ غلہ روک کر بیچنے اور احتکار کرنے کے سخت خلاف تھے۔ ایک بار دریائے فرات کے کنارے سے گذرے وہاں دیکھا کہ ایک تاجر کے پاس غلہ کے بڑے بڑے بکھار بھرے پڑے ہیں۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ایک بڑے تاجر کا گودام ہے جس نے غلہ خرید کر ان بکھاروں میں جمع کیا ہے۔ جب غلہ گراں ہو گا تو اس کو بیچے گا۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تنبیہہ و تادیب و سد باب کے لیے ان بکھاروں کو آگ لگوا کر جلوا دیا اور ان کی راکھ دریائے فرات میں پھینکوا دی۔

(منتخب کنزالعمال جلد دوم ص ۱۳۷)

فائدہ اس سے معلوم ہوا کہ بازار والوں پر تنگی اور غلہ کی گرانی کی آرزو بہت غلط ہے اس سے پورے ملک کو نقصان پہنچتا ہے۔ جب کسان کا غلہ گراں ہوتا ہے تو اس سے دوسری چیزیں سستی نہیں ہو جاتیں۔ بلکہ دوسری چیزیں کپڑا، شکر، گھی، دودھ وغیرہ بھی مہنگی ہو جاتی ہیں۔ بس اس قسم کی خواہش بظاہر یک طرفہ ہے لیکن غور کیا جائے تو اس کی لپیٹ میں پورا ملک آ جاتا ہے۔ اور تمام لوگ اس گرانی سے الامان و الحفیظ کی صدائیں بلند کرنے لگتے ہیں۔ البتہ یہ سمجھ لینے کی ضرورت ہے کہ غلہ رکھنے اور جمع کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ فصل کے موقع پر کاشتکار اپنا غلہ جمع کرے۔ اور اچھے داموں کے انتظار میں غلہ فروخت کرنے میں انتظام و

تامل کرے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ غلہ کے قحط اور مہنگائی کے زمانہ میں بڑے بڑے تاجر اور لالہ و مہاجن غلہ خرید کر اپنے گوداموں میں بھر لیں اور مزید مہنگائی کے لیے غلہ کو بازار اور شہر میں نہ جانے دیں تا کہ انتہائی دام چڑھ جانے پر غلہ فروخت کریں تو یہ صورت احتکار اور قطعی حرام و ممنوع ہے۔ (الحسبتہ فی الاسلام لابن تیمیہ ص ۱۴ موطا معہ مسوئی جلد اول ص ۳۴۷)

اس سے معلوم ہوا کہ فصل کے پیدا ہونے پر غلہ کچھ دنوں کے لیے اچھے دام ملنے کی امید میں روکنا ممنوع نہیں ہے تا کہ ایک متوازن اور مناسب دام ان کو اپنے غلہ کا مل جائے۔

فائدہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب غلہ وغیرہ کی فراوانی ہو۔ اور لوگ غلہ کو کم قیمت میں لینا چاہتے ہوں تو غلہ پیدا کرنے والا اگر مناسب دام ملنے کا انتظار کرے تو یہ احتکار نہ ہو گا۔ (احیاء العلوم جلد ثانی ص ۷۵)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ کرام بھی فصل پیدا ہونے پر کچھ دنوں کے لیے غلہ روک کر اچھے دام پر فروخت کرتے تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور شاگرد عبداللہ بن مبارک کا خیال ہے کہ "روئی" دباغت دیئے ہوئے "چمڑے" اور اس جیسی دوسری چیزوں کے احتکار میں کوئی حرج نہیں۔

(ترمذی کتاب البیوع و موطا مع مسوی جلد اول ص ۳۴۷)

---------- ۱۰ ----------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دن بازار سے گذرے۔ حضرت حاطب بن بلتعہ کو دیکھا کہ منقی بیچ رہے ہیں۔ ان سے بھاؤ معلوم فرمایا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا تو بھاؤ کم کر دو یا اس کو بازار سے اٹھا لے جاؤ اس قدر گراں فروشی کو میں جائز نہیں رکھ سکتا۔ (مسند احمد جلد اول ص ۲۶ موطا مع مسوی جلد اول ص ۳۴۷)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی کہ میں کوئی بھاؤ مقرر نہیں کر سکتا۔ تم اپنی صوابدید کے مطابق فروخت کرو۔ (الحسبتہ فی

الاسلام ص ۲۶)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ نے بازار میں ایک آدمی کو دیکھا "قد شاب اللبن بالماء للبیع فاراقه علیه" کہ اس نے دودھ میں پانی ملا رکھا تھا اور بازار میں فروخت کے لیے لایا تھا آپ نے اس کے دودھ نما پانی کو اس کے سر پر انڈیل دیا۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں "وهذا ثابت من عمر" یعنی یہ قصہ صحیح ہے اور حضرت عمر رضی اللہ سے یہ سزا ثابت ہے۔ (الحسبۃ فی الاسلام ص ۴۴)

---------- ۱۱ ----------

حضرت عمر رضی اللہ نے ایک بار ایک سائل کو دیکھا کہ مغرب کے بعد بازار میں سائلانہ گھوم پھر رہا ہے۔ ایک شخص سے کہا تم اسے روٹی کھلا دو۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اسی سائل کو سوال کرتے دیکھا تو شخص مذکورہ سے پوچھا تم نے اسے کیوں نہیں کھلایا؟ اس نے کہا میں نے کھلا دیا ہے۔ لیکن یہ عادت سے مجبور ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ اس کے قریب گئے تو دیکھا کہ جھولا روٹیوں سے بھرا ہوا ہے۔ فرمایا تو سائل نہیں ہے بلکہ تجارت کر رہا ہے۔ پھر اس کے جھولا کی روٹیاں بیت المال کے آدمیوں کو کھلا دیں۔ اور اس کو درہ مار کر بازار سے نکال دیا۔ (احیاء العلوم جلد ۴ ص ۲۰۶)

---------- ۱۲ ----------

حضرت عمر رضی اللہ نے زمانہ حج میں ایک عورت کو دیکھا کہ وہ دودھ بیچنے رات کے وقت آیا کرتی ہے۔ اس سے فرمایا "لا تغشی المسلمین وزوار بیت الله ولا تشوبی اللبن بالماء (منتخب کنزالعمال جلد ۴ ص ۲۹۵) یعنی زائرین بیت اللہ اور مسلمانوں کے ساتھ دھوکہ بازی نہ کرنا' دودھ میں پانی ملا کر نہ فروخت کرنا۔

---------- ۱۳ ----------

حضرت عمر رضی اللہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ فی سبیل اللہ امداد کا طالب ہے۔ آدمی جوان اور قوی تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ نے اس کو بلا کر اور لوگوں کو مخاطب کر کے

پوچھا کہ کوئی شخص اس کو مزدور رکھ سکتا ہے۔ تو زمین وغیرہ کی کاشت کے لیے لے جائے۔ ایک صاحب تیار ہو گئے۔ پوچھا کیا مزدوری دو گے۔ اس نے بتایا تو آپ نے کہا طے شدہ رقم اسے ماہوار دیتے رہنا بات پختہ ہو گئی اور آدمی کام پر لگ گیا۔

(احیاء العلوم جلد ۲ و سیرت عمر ص ۷۲

آپ نے غلط طریقہ سے سوال کو بھی بند کیا اور ساتھ ہی اس کے لیے روزگار کا بھی انتظام کر دیا۔

---------- ۱۴ ----------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ گردن جھکا کر چل رہا ہے۔ آپ نے فرمایا گردن بلند کر کے چلو۔ (اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۲۴۳ واحیاء العلوم ج ۳ ص ۲۷۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا دوڑنا' تیرنا سیکھو اور اپنی اولاد کو بھی سکھاؤ۔

---------- ۱۵ ----------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود بھی دوڑنے اور تیرنے میں مقابلہ بازی کی۔ دوڑنے میں حضرت زبیر سے مقابلہ کیا اور پانی میں دیر تک ڈوب کر سانس باندھنے کا مقابلہ حضرت عبداللہ بن عباس سے کیا۔ (عوارف المعارف علی حاشیہ احیاء العوم ج ۳ ص ۵۹)

---------- ۱۶ ----------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تجارت کی بھی ترغیب دیتے اور خاص طور پر عطر فروشی کو پسند کرتے اور تجارت کو ثلث امارت قرار دیتے یعنی دولت کا تیسرا حصہ تجارت میں ہے۔ (سیرت عمر رضی اللہ عنہ ص ۱۶۷)

---------- ۱۷ ----------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے فرماتے کہ روزی کی تلاش سے کبھی غافل نہ بیٹھو آسمان سونا چاندی نہیں برساتا۔ اللہ تعالیٰ روزی رساں ہے مگر کام کر کے کھاؤ اللہ تعالیٰ کھیتی کے ذریعہ سے بھی فائدہ پہنچاتا ہے۔ اس لیے کوئی نہ کوئی ذریعہ تلاش کرو۔

(اشہر مشاہیر الاسلام ص ۴۱۱)

---------- ۱۸ ----------

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گوشت کی دوکانوں پر تشریف لے جاتے اور روزانہ مسلسل گوشت خریدنے والوں کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرماتے ھلا طویت بطنک لجارک وابن عمک (سیرت عمر بن الخطاب ص ۶۸ و طبقات کبریٰ جلد اول ص ۱۶) یعنی تم اس طرح مسلسل گوشت خریدتے ہو تمہیں چاہیے تھا کہ اپنے کام و دہن کی لذت کو موقوف کر کے یہ پیسہ بچا کر اپنے کسی پڑوسی اور کسی عزیز پر صرف کرتے۔

---------- ۱۹ ----------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب فروشی بالکل بند کرا دی تھی۔ جہاں کہیں بھی اس کی کوئی دوکان نظر آتی اس کو منہدم کرا دیتے۔ رویشد ثقفی کی دوکان کی اطلاع ملی تو اس کو جلا دیا اور اس کا نام فویسق رکھا۔ (اصابہ جلد اول ص ۵۰۷)

---------- ۲۰ ----------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جانوروں کے بازار میں بھی جاتے اور ان کو خصی کرنے سے روکتے اور فرماتے تولد و تناسل اور نشوونما کا سلسلہ نر سے قائم ہے۔ اگر سب کے سب نر خصی کر دیئے جائیں تو ظاہر ہے کہ صرف مادہ کی ہستی افزائش نسل کے لیے کافی نہیں۔ اس طرح گوشت اور دودھ اور سواری کے کام آنے والے جانوروں کا پیدا ہونا بند ہو جائے گا۔ (منتخب کنزالعمال ص ۳۸۶)

---------- ۲۱ ----------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار فرمان بھیجا کہ کسی گھوڑے کو خصی نہ کرو نہ یکدم مسلسل دو میل سے زیادہ دوڑاؤ۔ (حضرت عمر کے سرکاری خطوط ص ۲۰۹)

---------- ۲۲ ----------

اسی طرح بازار میں حمال اور باربرداروں کو بھی ٹوکتے کہ جانوروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سربازار ایک اونٹ

والے کو دروں سے پیٹا۔ مارتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے "لم تحمل بعیرک مالا یطیق" تم اپنے اونٹ پر اتنا زیادہ بوجھ کیوں لادتے ہو جس کے اٹھانے سے وہ عاجز ہے۔ (منتخب کنزالعمال ج ۳ ص ۳۸۶ و سیرت عمر ص ۸۴)

---------- ۲۳ ----------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بازار سے متعلقہ معاملات کی دیکھ بھال کے لیے عبداللہ نامی ایک صحابی کو بازار کا افسر مقرر کیا۔ (اصابہ جلد ۲) اسی طرح بازار کے جھگڑوں کے مٹانے اور فیصلہ کرنے کے لیے ایک اور بھی سرکاری افسر مقرر تھے۔ (اصابہ جلد ۳ ص ۶۱۶) اہواز کے بازار پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا تھا۔ (اصابہ جلد ۳ ص ۶۳۶) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شفاء بنت عبداللہ کو بھی بازار کے بعض معاملات کا نگراں مقرر کیا تھا۔ (اصابہ جلد ۴ ص ۳۳۳)

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف مقامات کے لیے مختلف افسر مقرر تھے۔

---------- ۲۴ ----------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مصر کے عامل کو لکھا کہ مصر کے اونٹوں پر ہزار رطل لادتے ہیں۔ اب تم قانون بنا دو کہ چھ سو رطل سے زیادہ نہ لادا جائے۔

(سیرۃ عمر بن عبدالعزیزؒ)

---------- ۲۵ ----------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ قصابوں کی لائن میں جاتے اور فرماتے کہ ایک جانور کو دوسروں کے سامنے ذبح نہ کیا کرو اور فرماتے جانوروں کے گلے میں رسی ڈال کر جب لے چلو تو گھسیٹ گھسیٹ کر ان کو نہ لے چلو اور چھری کو پہلے سے صاف ستھرا رکھو اور جانور کے سامنے ذبح سے پہلے چھری نہ دکھاؤ نہ چھری کو اس کے سامنے صاف کرو۔ ایک شخص کو بازار میں دیکھا کہ جانور کے سامنے چھری کو چھری پر تیز کرنے کے لیے رگڑ رہا ہے تو اس کو دروں سے پیٹا اور فرمایا "اتعذب الروح مرتین" کیا تو ایک

جان کو دہرا عذاب دے گا۔ (بیہقی کتاب الضحایا جلد ۹ ص ۲۸۱)

---------۲۶----------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اہل بازار کے مال و متاع اور اجنبی تاجروں کے سامان کی بھی نگرانی و پہرہ داری فرماتے۔ ایک رات حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو لے کر شب گشتی کے لیے نکلے تو عید گاہ کے پاس تاجروں کا ایک قافلہ دیکھا جو مال و متاع کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا۔ چوری چکاری کی حفاظت کے خیال سے آپ نے ساری رات نگرانی اور پہرہ کا کام کیا۔ اور اپنے اوقات کو نماز میں مشغول رکھا۔ (حاشیہ کتاب الاموال ص ۲۴۳ و سیرت عمر رضی اللہ عنہ لابن الجوزی ص ۵۸ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۴۲۳)

کسی اہل دل نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس شب گشتی و پہرہ داری پر کیا خوب لکھا ہے

کچھ دن سے بھی زیادہ روشن ہیں اس دور خلافت کی راتیں
فاروق طلائع پھرتے ہیں ہر گبرو مسلمان سوتا ہے

---------۲۷----------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شراب کے متوالے کو دیکھا جو نشہ میں بدمست گھوم رہا تھا۔ آپ نے اسے پکڑ کر تعزیر کرنا چاہا۔ جیسے ہی آپ اس کی طرف کوڑا لے کر لپکے اس نے آپ کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً پلٹ آئے۔ لوگوں نے کہا امیرالمومنین آپ نے گالی سنی اور چھوڑ دیا۔ فرمایا اس نے گالی دے کر مجھے غصہ میں ڈال دیا۔ اگر میں اس کو سزا دیتا تو میرے نفس کا غصہ بھی اس میں شامل ہو جاتا جو اخلاص کے خلاف ہوتا۔ (احیاء العلوم جلد ۳ ص ۱۷۷)

ظاہر ہے کہ شراب نوشی وغیرہ کا سدباب رفاہ عام میں داخل ہے مگر یہ سارا انتظام اخلاص پر مبنی ہوتا۔ اخلاص پر خود بھی عمل کرتے اور دوسروں کو بھی اخلاص پسندی کا درس دیتے۔ امام غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ایک بار ایک شخص کو آپ نے درے سے مارا۔ پھر کوئی صورت پیش آئی کہ آپ نے درہ مضروب کے حوالہ کر دیا

اور کہا کہ اگر تم بدلہ لینا چاہتے ہو تو لے لو۔ اس نے کہا آپ کی وجاہت اور عظمت کا خیال ہے' اللہ کے لیے چھوڑتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے غلط جملہ استعمال کیا یا تو میری وجاہت کے سبب چھوڑو تو میں اسے احسان میں شمار کروں یا محض اللہ کے لیے چھوڑو' اور اس کا ثواب اللہ سے حاصل کرو۔ اس نے کہا میں نے اللہ کے لیے معاف کر دیا۔ فرمایا اب یہ ریاکاری نہیں بلکہ اخلاص پر مبنی ہے۔ (احیاء العلوم جلد ۳ ص ۲۸۹)

---------۲۸---------

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں مسند احمد میں روایت ہے کہ ان کو ملکی حالات کی درستی' لوگوں کی خوشحالی' ان کے معاشی اطمینان' اقتصادی حالات اور بازار کی چیزوں کے نرخ وغیرہ کے متعلق اس قدر اہتمام تھا کہ برسرِ منبر جمعہ میں تکبیر کے اثناء میں بازار کے حالات دریافت فرماتے رہتے۔ (مسند احمد جلد اول ص ۷۳ و تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۸۹)

---------۲۹---------

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رفاہ عامہ کے لیے سڑک' پل' مہمان خانے' سرائیں اور چوکیاں وغیرہ قائم کیں۔ مختلف مقامات پر بازار بھی بسائے۔ اور رعایا کی آسائش کے لیے پانی کا بند اور ذخیرہ تعمیر کرایا۔ (وفاء الوفاء ص ۲۵۴ مطبوعہ مصر)

---------۳۰---------

صاحب کنزالعمال نقل فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بازار میں نکلتے تو ہر ایک کو اس کے حسب حال ہدایات دیتے جاتے۔ اونٹ والوں کی لائن میں جاتے تو فرماتے کہ خرید و فروخت کرو مگر جھوٹی قسم نہ کھاؤ۔ مچھلی والوں کی لائن میں جاتے تو فرماتے کہ پھولی اور سڑی ہوئی مچھلیاں بازار میں نہ لاؤ۔ کپڑوں کے بازار میں جاتے تو فرماتے معقول اور مناسب دام سے معاملہ کرو۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۵ ص ۵۸)

---------۳۱---------

امام غزالی نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک بار بازار میں بیٹھے ہوئے غلہ خرید رہے تھے۔ جب خریداری مکمل کر لی تو دام دینا چاہا جسے پگڑی میں باندھ رکھا تھا۔ دیکھا تو اس میں پیسہ ندارد۔ پگڑی اتار کر دیکھا تو کسی شاطر عیار نے کھول کر پیسہ نکال لیا تھا۔ فرمانے لگے "لقد جلست وانها لمعی" یعنی جب میں اس دوکان پر بیٹھا تو پیسہ اس پگڑی میں موجود تھا کسی عیار نے بازار میں ابھی کھول لیا ہے۔ لوگ ہمدردی میں چور کو برا بھلا کہنے لگے۔ آپ نے لوگوں کو برا کہنے سے منع فرمایا۔ اور کہا اے خدا اگر اس نے ضرورت سے لیا ہے تو اس پیسہ میں اسے برکت عطا فرما اور اگر پیشہ ورانہ جرم کے تحت لیا ہو تو اے اللہ اس کا آخری گناہ ہو۔ (احیاء العلوم جلد ۳ ص ۱۸۰)

اس سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں بھی چور اچکے اور ٹھگ وغیرہ بازار میں رہا کرتے تھے۔ اور ہمارے شفیق و کریم خلفاء راشدین ان کے حق میں دعائے خیر بھی کرتے تھے۔ اور اگر گرفتار ہو جائیں اور اقرار کریں تو مصلحت عامہ کے تحت سدباب کے لیے سزا بھی دیتے تھے۔

---------۳۲---------

حضرت علی رضی اللہ عنہ بازار میں درہ لے کر نکل جاتے اور بازار والوں کو مناسب ہدایت دیتے رہتے چنانچہ علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "وهو يطوف في الاسواق و معه دره يامرهم بتقوى الله و صدق الحديث و حسن البيع والوفاء بالكيل والميزان" یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ درہ لے کر بازار میں نکلتے اور اہل بازار سے فرماتے کہ خدا کا خوف ہر معاملہ میں ملحوظ رکھو۔ خبردار لین دین میں سچائی سے کام لو۔ اور خرید و فروخت کو اچھے اور مناسب داموں سے قائم رکھو۔ ناپ تول میں کمی اور نقصان نہ ہونے دو۔ (استیعاب جلد ۲ ص ۴۶۵)

---------۳۳---------

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بازاروں میں نکلتے تو تاجروں اور

سوداگروں سے فرماتے کہ آپ لوگ تھوڑے تھوڑے نفع پر قناعت کریں۔ تھوڑے منافع کو کم سمجھ کر خریدار کو واپس نہ کریں ورنہ آپ گراں فروش مشہور ہو جائیں گے اور لوگ لینے سے کترائیں گے۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ تجارت کی خیر و برکت سے آپ سب محروم رہ جائیں گے۔ (احیاء العلوم جلد ۲ ص ۸۲)

----------۳۴----------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بکثرت مہمان خانے بھی بنوائے تھے۔ حجاز سے لے کر شام تک پھر دوسری طرف عراق تک مکانات مسافروں کے لیے بنے ہوئے تھے۔ ان مکانات میں آٹا' ستو' کھجور' منقی وغیرہ ہمیشہ مسافروں کے لیے جمع رہتا تھا۔

(اشہر مشاہیر الاسلام ج ۱ ص ۲۷۶)

----------۳۵----------

ایسے کھوٹے سکے جنہیں جعل ساز لوگ بنا کر پبلک میں رائج کر دیتے ہیں ان سے عوام کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ یہ سکے جب بیت المال میں آ جاتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ و حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کھوٹے سکوں کا کھوٹ نکلوا کر خالص چاندی کا سکہ بنا دیتے۔ (فتوح البلدان للبلاذری ص ۴۶۹)

خالص سکے عطیات اور وظائف کے طور پر عوام کو دیئے جاتے تا کہ عوام کھوٹے سکوں کے نقصانات اور پریشانیوں سے محفوظ رہیں۔

----------۳۶----------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص نے اپنی انگوٹھی پر اس طرح کا نقش کر لیا جس طرح کا نقش حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی میں تھا۔ اسی طرح وہ اسی انگوٹھی سے مہر کر کے کچھ رقم بیت المال سے برآمد کر لایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب بیت المال کا احتساب کیا تو خزانہ کم پایا۔ خزانچی نے آپ کے اس جعلی فرمان مہر شدہ کو پیش کیا۔ آخر کار لے جانے والا پکڑا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو پہلے دن سو کوڑے سے پٹوایا۔ دوسرے دن بھی سو کوڑے لگائے اور تیسرے دن بھی وہی سزا دی۔ (فتوح

البلدان للبلاذری مطبوعہ مصر ص ۴۴۸ والحسبۃ فی الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ص ۳۹)

---------۳۷---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک خط پکڑا گیا۔ جس کے نقوش حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نقوش سے متشابہ تھے اور آپ کی انگوٹھی کی طرح جعلی انگوٹھی بنا کر اس پر مہر بھی لگا دی گئی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو سو کوڑے لگوائے اور جیل میں بند کرا دیا۔ اس کی قوم کے لوگوں نے سفارش کی لیکن اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین دن تک اس کو سو سو کوڑے مارتے رہے۔ (اصابہ لابن حجر جلد ۳ ص ۵۰۰)

---------۳۸---------

اسی طرح اہل بازار اور اہل بلاد کے فائدہ و آسائش اور سامان حمل و نقل کی سہولت کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو باصرار تمام مجبور کیا کہ وہ دریائے نیل سے بحر قلزم تک ایک خلیج (نہر) تیار کریں کہ اس سے مصر کا غلہ با آسانی مدینہ کی بندرگاہ پر پہنچ سکے یہ خلیج سال بھر کی مسلسل محنت اور مزدوروں کی شب و روز کی جانفشانی اور تندہی سے تیار ہوئی۔ اس کا نام حرمین کے باشندوں نے "خلیج امیرالمومنین" رکھا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے تک یہ نہر قائم رہی۔ غلہ وغیرہ کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ کے بعد عمال کی لاپرواہی کی وجہ سے اس میں ریت وغیرہ پٹ گئی۔ اس طرح یہ نہر ذنب تمساح تک جا کر ختم ہو گئی۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز مولفہ ابن عبدالحکم)

صاحب اشہر مشاہیر الاسلام لکھتے ہیں کہ آج کل حکومت مصر اسے درست کرا رہی ہے۔ (اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول جز ۳ ص ۶۰۷)

---------۳۹---------

چونکہ جھوٹی گواہی دے کر بھی لوگوں کو طرح طرح سے نقصان پہنچایا جا سکتا ہے۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر بھی تعزیر و تادیب فرمائی ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جھوٹی گواہی

کے الزام میں پکڑا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کا منہ کالا کر کے گدھے پر الٹے منہ سوار کر کے بازار میں پھرا دو۔ چونکہ اس نے جھوٹ بول کر اپنے منہ کو کالا کیا۔ اس لیے حقیقتہ "اس کے منہ کو کالا کر دو اور چونکہ اس نے جھوٹی گواہی دے کر اصل معاملہ کو پلٹ دیا ہے اس لیے اس کا چہرہ جانور کی دم کی طرف پلٹ دو تا کہ جیسے کو تیسا مل جائے۔ (الحسبتہ فی الاسلام ص ۴۸ والسیاستہ الشرعیہ ص ۵۴)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے دمشق کے سکہ ساز کارخانہ "بیت الضرب" میں حکم دے رکھا تھا کہ جب کوئی شخص ناقص سکہ لے کر آئے تو کھرے سکے سے اس کا تبادلہ کر دیا جائے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۷۶)

---------- ۴۰ ----------

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک کھوٹے سکے کا رائج کرنا سو درہم کی چوری سے بدتر ہے۔ کیونکہ چوری ایک گناہ ہے جو چور تک محدود رہتا ہے اور کھوٹے سکے سے معاملہ کرنا تو اسے رائج کر دینا ہے۔ اس طرح دوسروں کا گناہ بھی اس پر پڑے گا۔ اس لیے بہرحال ایسے سکے کو اکٹھا کرنا یا کنوئیں میں ڈال دینا لازم ہے۔

(احیاء العلوم جلد ۲ ص ۷۵)

---------- ۴۱ ----------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس ایک شخص لایا گیا جو جعلی سکے بنایا کرتا تھا۔ آپ نے اس کو جیل خانہ بھجوا دیا اور اس کے سکوں کو لے کر آگ میں ڈال دیا۔

(فتوح البلدان البلاذری ص ۴۷۱)

---------- ۴۲ ----------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے خراسان وغیرہ کے راستوں پر سرائیں قائم کی تھیں۔ (تہذیب الاسماء جلد ثانی ص ۲۱)

---------- ۴۳ ----------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اہل بازار کے لیے تمام ضلعوں اور صوبوں میں ایک

ہی قسم کا پیمانہ رائج کر دیا تا کہ ضلع و صوبہ کے مختلف میزان و مکیال کے اختلاف سے کسی قسم کا فرق اور کسی کو کچھ نقصان نہ ہو۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۹۹)

---------- ۴۴ ----------

سٹہ بازی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آج کے رائج الوقت سٹہ کی لعنت کو بہ یک گردش قلم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ امام مالک رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حکیم بن حزام نے کچھ غلہ خریدا اور اپنے پاس لانے سے پہلے اسے دوسروں سے بیع و شراء کر لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس بیع کو منسوخ کر کے ارشاد فرمایا "لا تبع طعاما ابتعته حتی تستوفیه" یعنی کسی غلہ کو جس کو تم نے خرید لیا ہے' اپنے قبضہ میں لانے سے پہلے مت فروخت کرو۔ (موطا مع مسوی ج ۱ ص ۳۳۷)

---------- ۴۵ ----------

تعزیر و جرمانہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بار شکایت آئی کہ حاطب کے غلاموں نے فلاں مزنی کا اونٹ چرا کر ذبح کر کے کھا لیا ہے۔ حاطب کو طلب فرما کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا "تو غلاموں کو بھوکا رکھتا ہے" پھر فرمایا غلاموں کو سزا دینے سے بہتر یہ ہے کہ تم کو گراں بار کیا جائے۔ مزنی سے سوال کیا کہ تیرے اونٹ کی کیا قیمت لگتی تھی؟ اس نے کہا لوگ چار سو دام لگاتے تھے مگر میں اس دام پر فروخت کرنے کے لیے راضی نہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاطب سے فرمایا کہ جاؤ اس کے اونٹ کا آٹھ سو روپیہ دے دو۔ (موطا مع مسوی ج ۲ ص ۱۰۷)

---------- ۴۶ ----------

تہجد گذار چور کی سزا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ہاتھ پاؤں کٹا ہوا آدمی آیا اور اس نے شکایت کی کہ یمن کے حاکم نے اس پر ظلم کر کے چوری کے ناحق الزام میں اس کا ہاتھ پاؤں کاٹ لیا ہے۔ رات کو اس نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تہجد کی نماز پورے طول و تلاوت کے ساتھ ادا کی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیری یہ عبادت' یہ شب بیداری گواہ ہے کہ تو چور نہیں ہے۔ صبح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

کی اہلیہ کا ہار لاپتہ تھا۔ تلاش کرنے پر ایک سنار کے یہاں اس کا پتہ لگا۔ اس نے کہا کہ آج ہی مجھے ایک ہاتھ پاؤں کٹا ہوا انسان دے گیا ہے۔ اس سے پوچھا گیا تو اس نے اعتراف کر لیا یا کچھ لوگوں نے گواہی دی۔ آخر اس کا بایاں ہاتھ کاٹا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مال مسروقہ کی تلاش کے دوران بھی وہ کہتا تھا کہ اللہ تو اسے پکڑ! جس نے ایسی صالح خاندان کا سامان چرایا ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ کتنی جلد وہ پکڑا گیا۔ (موطا مع مسوی ج ۲ ص ۱۲۳)

---------۴۷---------

عشق و ہوس اور فتنہ حسن کا سدباب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے عشقیہ غزل و نظم سے منع کر دیا تھا جس میں شاعر عورت کے ساتھ عشق و محبت کا مظاہرہ کرے۔

(اصابہ جلد اول ص ۳۵۵)

---------۴۸---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فتنہ حسن کا سدباب کرنے کے لیے ہمیشہ اس طرح کا بندوبست کیا۔ نصر بن حجاج کی طرح معقل بن سنان بھی بے حد حسین و جمیل آدمی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں یہ مدینہ وارد ہوئے تو ان کے حسن و جمال اور آراستہ پیراستہ ہو کر نکلنے کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تذکرہ ہوا لوگوں نے ان کے حسن و جمال کا شعروں میں بھی اظہار کیا۔ ازاں جملہ ایک شعر یہ ہے

اعوذ برب الناس من شر معقل
اذا معقل راح البقیع مرجلا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حسن کی فتنہ سامانی کو محسوس فرمایا۔ شکایت سننے کے بعد ان کو بصرہ کی طرف روانہ کر دیا۔ (اصابہ لابن حجر جلد ۳ ص ۴۲۵)

---------۴۹---------

ابو محجن ثقفی ایک بہادر مجاہد ہونے کے ساتھ ساتھ مشہور شاعر بھی تھے۔ انصار کی ایک عورت پر جس کا نام شموس تھا۔ آپ بے حد عاشق ہو گئے۔ بار بار نظر بھر کر

دیکھنے کا جب انہیں موقعہ نہ ملا تو انصاریہ عورت کے پڑوس میں ایک مکان کرایہ پر لیا اور بالاخانہ کے روشن دان سے اس کو دیکھا تو جذبات محبت سے سرشار ہو کر یہ شعر پڑھا۔

ولقد نظرت الی الشموس و دونها
حرج من الرحمان غیر قلیل

یعنی اگرچہ میں شموس کو دیکھ رہا ہوں' لیکن مجھے اس کا اعتراف ہے کہ اس میں خدا کی طرف سے بڑی گرفت ہو گی۔

انصاریہ کے شوہر کو ان کی اس ہوس بازی کا علم ہوا تو اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو محجن ثقفی کو طلب کیا اور ان کو ایک آدمی کی نگرانی میں جلاوطن کر دیا۔ جو آدمی ان کے ساتھ تھا اس کو انہوں نے تلوار ، کھائی وہ خطرہ محسوس کر کے بھاگ نکلا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ان کو گرفتار کر کے مقید کر دیا۔ چنانچہ جنگ قادسیہ کے موقعہ پر وہ قید ہی میں تھے۔ (الاصابہ جلد ۴ ص ۱۷۴)

مفاد عامہ

آنحضرت ﷺ اور خلفاء راشدین نے ہر چیز اور ہر معاملہ میں عوام الناس کے فائدہ کو سب سے پہلے ملحوظ فرمایا اور عوامی فوائد کو خصوصی فوائد پر ہمیشہ ترجیح دی۔ اس سلسلہ میں چند مثالیں عرض کی جا رہی ہیں۔

----------۱----------

ایک شخص کے بارے میں "ان الحسنات یذھبن السیئات" کی آیت کریمہ نازل ہوئی اور نماز کے سبب اس کے چھوٹے گناہوں کے ازالہ کی بشارت ملی تو اس نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا "ای خاصۃ ام للناس عامۃ " یعنی یہ بشارت صرف میرے لیے ہے یا سب کے لیے عام ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو مفاد عامہ پر ہمیشہ نظر رکھتے تھے۔ سائل کے سینہ پر ایک دھپکا لگاتے ہوئے عجیب جذبہ سے فرمایا "ولا نعمۃ عین بل للناس عامۃ " یعنی ایسی نعمت کسی فرد کے لیے خاص نہیں ہو سکتی۔ بلکہ سارے انسانوں کے لیے عام ہو گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ ٹھیک کہتے ہیں۔ (سیرت عمر رضی اللہ عنہ لابن الجوزی ص ۳۹)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ مفاد عامہ اور مصالح عامہ پر گہری نظر رکھا کرتے تھے۔

----------۲----------

علامہ قاسم بن سلامؒ لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے "ابیض بن جمال" کو مقام مارب میں ایک نمک کا چشمہ جاگیر کے طور پر عطا فرمایا۔ جب وہ دربار سے پروانہ حاصل کر کے رخصت ہو چکے تھے تو بعض واقف حضرات نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ نے جو چشمہ عنایت کیا ہے وہ ماء عد یعنی چشمہ جاری کے مشابہ ہے۔ عوام الناس کو محروم رکھ کر ایک واحد شخص کے لیے آپ نے اسے مخصوص فرما دیا ہے۔ اسی طرح عام لوگوں کی حق تلفی ہو رہی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے معاملہ پر غور

فرمایا تو ان سے وہ جاگیر واپس لے لی۔ (کتاب الاموال ص ۲۷۶)

---------- ۳ ----------

ایک بار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بحرین میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو ایک جاگیر دے دی اس فرمان پر جتنے حضرات کے دستخط بطور گواہ ضروری تھے۔ ان میں سے ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ سب نے تو دستخط کر دیئے لیکن جب پرچہ لے کر حضرت طلحہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا "اھذا کلہ لک دون الناس" کیا یہ سب تمہیں مل جائے اور دوسرے عوام محروم رہ جائیں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ غصہ میں بھرے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے واللہ میں نہیں جانتا کہ خلیفہ آپ ہیں یا عمرؓ؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں کیا بات ہے؟ انشاء اللہ آئندہ وہی خلیفہ ہونے والے ہیں۔

بہرحال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی وجہ سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو وہ جاگیر نہ مل سکی' اور وہ جاگیر عوام کے لیے باقی رہ گئی۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۴ ص ۳۰۶)

---------- ۴ ----------

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے سواد عراق کو فاتحانہ حاصل کر لیا تو فوج نے مطالبہ کیا کہ عراق کی زمین ہم لوگوں میں تقسیم کر دی جائے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس خط لکھ کر اس کے بارے میں مشورہ طلب کیا تو آپ نے فرمایا نقد مال گھوڑے اور اسلحہ جو کچھ بھی ہو اس کو مجاہدین میں تقسیم کر دو۔ لیکن زمین حکومت کی ملکیت میں رہے گی اور موجودہ مقامی کاشتکار اس کا لگان ادا کریں گے۔ جو حکومت کی فوجی اور عسکری تنظیم اور سرحدی مقامات کی حفاظت اور عام مسلمانوں کی دوسری ضروریات میں خرچ ہو گا۔ آپ نے عوامی فائدہ اور دوسرے آنے والے مسلمانوں کے خیال سے صراحت کے ساتھ فرمایا "فانا لو قسمنا من حضر لم یکن لمن بعدھم شئی" یعنی اگر ہم آج ان زمینوں کو موجودہ فوج میں تقسیم کر دیں گے تو مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کے لیے کوئی رعایت و سہولت

باقی نہ رہ جائے گی حالانکہ قرآن میں "من بعدھم" کہہ کر بعد والوں کو بھی حقدار بنایا گیا ہے۔ (کتاب الاموال ص ۵۹)

---------۵----------

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جلولا کی جنگ میں شرکت کی اور وہاں سے چالیس ہزار درہم سے مال غنیمت کی بکریوں کو خرید لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ قصہ معلوم ہوا۔ تو فرمایا لوگوں نے تم کو امیرالمومنین کا صاحبزادہ خیال کر کے سستے داموں میں دے دیا ہے۔ چونکہ بروز محشر میری ذمہ داریوں کا مجھ سے سوال ہو گا۔ اس لیے میں تم کو وہ نفع دوں گا جو قریش کے تجار حاصل کرتے ہیں۔ اور وہ زیادہ سے زیادہ دوگنا ہوتا ہے۔ پس تم کو چالیس ہزار کے اسی ہزار درہم دیتا ہوں۔ چالیس ہزار اصل تمہارا سرمایہ ہوا اور چالیس ہزار نفع ہوا۔ باقی جو کچھ حاصل ہو گا وہ جلولا کے مجاہدین کا ہے۔ یہ فیصلہ فرما کر مدینہ کے تاجروں کو بلوایا اور بکریوں کو فروخت کر دیا۔ چار لاکھ درہم وصول ہوا۔ اسی ہزار حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دے دیے۔ باقی تین لاکھ بیس ہزار کی رقم حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاس بھیج دی۔ اور فرمایا اسے جنگ جلولاء میں شرکت کرنے والوں میں تقسیم کر دو۔ اور ان میں سے جو لوگ شہید ہو گئے ہوں ان کا حصہ ان کے ورثہ کو دے دو۔ (منتخب کنزالعمال ج ۴ ص ۴۲۴ و کتاب الاموال ص ۲۶۰)

---------۷----------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کسی مقام سے بہت سا مال آیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اٹھ کر عرض کیا کہ امیرالمومنین میری رائے یہ ہے کہ اس مال کا بڑا حصہ بیت المال میں بطور محفوظ سرمایہ کے جمع فرما دیجئے تا کہ کسی ہنگامی ضرورت اور کسی وقتی مصیبت اور حادثہ کے وقت پر کام آ سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھ سے ایسا نہیں ہو سکتا کہ کل پیش آنے والے کسی حادثہ کے خوف سے آج اللہ کی نافرمانی کروں یہ مال عوام مسلمین کے لیے ہے۔ ان میں آج ہی تقسیم ہو جائے گا۔ حوادث کے لیے اللہ کا تقویٰ اصل سرمایہ ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے "ومن یتق اللہ

يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب" یعنی جو شخص اللہ سے ڈرے گا اس کی مشکلات میں اللہ تعالیٰ اس کے واسطے سہولتیں پیدا کر دے گا۔ اور اس کو ایسے مقامات سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ پہنچ سکے گا۔ (منتخب کنز العمال ج ۴ ص ۳۹۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں براء بن مالک کو ایک شخص کے قتل کے بعد مال مسلوب میں کنگن اور جواہرات سے مرصع کمر کا ایک پٹکا ملا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو فرمایا کہ مال مسلوب میں سے خمس تو میں بھی نہیں لیتا لیکن براء کو جو مال مسلوب ملا ہے اس کی قیمت چالیس ہزار ہے تو میں اس کا خمس بیت المال اور رفاہ عام کے لیے ضرور لوں گا۔ (کتاب الاموال ص ۳۱۰)

---------- ۸ ----------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں سائب بن اقرع "مدائن" پر حاکم تھے ایوان کسریٰ میں ان کو ایک مخفی خزانہ کا کسی طرح علم ہوا تو اسے کھدوایا۔ وہاں سے ایک بڑا مدفون خزانہ برآمد ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو واقعہ کی اطلاع دیتے ہوئے یہ بھی لکھا کہ میں نے تنہائی میں مزدوروں سے کھدوایا ہے اس میں نہ کسی مسلمان کا مشورہ شریک ہے نہ کسی کو کچھ پتہ ہے۔ اس کے لکھنے کا مقصد بظاہر یہ تھا کہ بیت المال کا جو کچھ بھی حصہ ہو اس دفینہ سے اس قدر حصہ برائے بیت المال علیحدہ کر دوں اور باقی ماندہ رقم میں تن تنہا حاصل کر لوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب دیا "انک من امراء المسلمين فاقسمه بين المسلمين" یعنی تم مسلمانوں کے امیر ہو تم اس کو تمام مسلمانوں میں تقسیم کر دو۔ بہر حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو تن تنہا مالک نہ بنایا بلکہ اس میں تمام مسلمانوں کا حصہ ٹھہرایا۔ (منتخب کنز العمال ج ۲ ص ۵۰۲ و سیرۃ ابن الجوزی ص ۸۵)

مفت تعلیم کا انتظام حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے حکام کے نام فرمان جاری کیا کہ قرآن کی تبلیغ و تعلیم کو عام کرو اور قرآن پڑھنے والوں کے لیے وظیفہ جاری کر دو۔

حاکموں نے اطلاع دی کہ بعض لوگ قرآن محض اس لیے پڑھ رہے ہیں کہ اس طرح ان کے معاش کا سلسلہ پیدا ہو رہا ہے۔ ورنہ دراصل ان کو قرآن پڑھنے کی رغبت نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وظیفہ بہرحال جاری کر دو۔ اس میں کوئی تفریق نہ کرو۔ (کتاب الاموال ص ۱۷۰ و منتخب کنز العمال ص ۳۹۹)

ان بچوں کو پڑھانے والے اساتذہ کی تنخواہ کا بار بھی عوام پر نہ تھا۔ بلکہ بیت المال سے سب کی تنخواہ مقرر تھی۔ (منتخب کنز العمال ج ۲ ص ۱۲۶)

طلبہ و اساتذہ کے وظائف کا یہ سلسلہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد مبارک تک جاری تھا۔ (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۶۴)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں تمام قرآن پڑھنے والوں کا دو سو دینار سالانہ وظیفہ مقرر تھا۔ (منتخب کنز العمال ج ۱ ص ۳۵۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی قرآن کریم پڑھنے والے بچوں کا وظیفہ دو سو دینار (اشرفی) سالانہ وظیفہ مقرر فرمایا تھا۔ (منتخب کنز العمال ج ۱ ص ۴۰۰)

افادہ علماء کا اس قدر احترام تھا کہ خلیفہ وقت کو کوئی مسئلہ پوچھنا ہوتا تو علماء کے گھر پر حاضری دیتے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ضرورت پڑتی رہی تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے گھر خود جا کر آپ نے ان سے مسائل دریافت کیے ہیں۔ ان حضرات نے کہا کہ آپ نے بلا بھیجا ہوتا ہم خود حاضر ہو جاتے۔ آپ نے خود کیوں تکلیف کی۔ فرمایا! ضرورت مجھے تھی آپ کو کیوں تکلیف دیتا۔ (الادب المفرد و سیرت عمر لابن الجوزی و احیاء العلوم ج ۲ باب حقوق المسلم)

ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو ایک مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت پڑی تو خادم کو حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ جا کر ان سے یہ مسئلہ معلوم کرو۔ وہ بجائے مسئلہ دریافت کرنے کے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کو بلا لایا۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا "انا لم نرسله اليك ليدعوك ولكنه اخطا انما ارسلناه ليسالك" یعنی ہم نے صرف سوال کے لیے اسے بھیجا تھا بلایا نہیں

تھا۔ اب آپ تشریف لے جائیں ہمارا آدمی وہیں جا کر آپ سے مسئلہ معلوم کر کے آئے گا۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۲۲)

---------۹---------

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت عالی میں حضرت امیر معاویہ امیر شام نے لکھا کہ مجھے حالات خراب معلوم ہوتے ہیں۔ میں شام سے چار ہزار سواروں کا ایک دستہ آپ کی حفاظت کے لیے آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ آپ نے فرمایا میں ان کا خرچ کہاں سے پورا کروں گا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیت المال سے ان کو خرچ دے دیجئے۔ حضرت عثمان نے فرمایا کیا میں اپنی ذات کی حفاظت کے لیے مسلمانوں کے بیت المال سے چار ہزار لشکریوں کا خرچ گوارہ کر لوں؟ یہ مجھ سے نہ ہو گا۔

(الامامتہ والسیاستہ ج ا ص ۳۱ واشہر مشاہیر الاسلام ج ا جز ۴ ص ۷۵۸)

اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے خلفاء کے مد نظر نازک سے نازک حالات کے باوجود صرف عوام کا فائدہ ہوتا تھا۔ اور بیت المال میں بچت اور وسعت کا مقصد صرف یہ ہوتا تھا کہ اس سے ملک کے عوام اور رعایا زیادہ سے زیادہ مستفید ہوں۔

---------۱۰---------

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی حال تھا "اذا اورد علیہ مال لم یبق منہ شیئا الا قسم ولا یترک فی بیت المال منہ" یعنی جب کوئی مال آتا تو اسے بیت المال میں نہ رہنے دیتے بلکہ عوام مسلمین میں اسے فوراً تقسیم کر دیتے۔ (استیعاب ج ۲ ص ۴۶۴)

عوام کے لیے سرکاری چراگاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سرکاری چراگاہیں تو نہ تھیں لیکن مخصوص چراگاہوں کی اجازت موجود تھی۔ چنانچہ ایک بار مدینہ کے بازار میں ایک موٹا تازہ اونٹ دیکھ کر آپ نے دریافت کیا کہ یہ اونٹ کہاں چرایا جاتا ہے؟ لوگوں نے کہا شوران میں۔ فرمایا "بارک اللہ فی شوران" خدا شوران کو

مبارک اور سرسبز بنائے۔ (عمدۃ الاخبار ص ۲۸۶)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سرکاری اونٹ اور گھوڑوں کے علاوہ پبلک کے جانوروں کے لیے باضابطہ طور سے چراگاہیں مقرر تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں مقام ربذہ و بقیع میں ہزاروں جانور پرورش پاتے تھے۔ (کنزالعمال جلد ۱ ص ۳۲)

---------- اا ----------

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی عوام کے لیے سرکاری چراگاہوں کا انتظام کیا تھا۔ اس میں لوگوں کے اونٹوں اور بکریوں کے چرنے کی اجازت تھی۔ یہ سرکاری چراگاہ اتنی وسیع تھی کہ علامہ قاسم بن سلام کے بیان کے مطابق اس میں چالیس ہزار سواریوں کے جانور مجاہدین اسلام کے لیے موٹے تازے رکھے جاتے تھے۔ اس طویل و عریض چراگاہ میں جو مقام ربذہ میں قائم تھی۔ پبلک کے اونٹ بکریوں کے چرنے کا انتظام بھی تھا۔ خاص طور سے بارش کی کمی کی وجہ سے جب گھاس وغیرہ کی کمی ہو جاتی اور مویشی گھاس چارہ کی قلت کی وجہ سے تکلیف اٹھانے لگتے تو سرکاری چراگاہوں میں چرنے کی خاص طور سے اجازت و ہدایت تھی اور اس میں عوام اور غرباء کا خاص طور سے لحاظ کرنے کا حکم تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چراگاہ کے رکھوالے حضرت ہنی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے ہنی رضی اللہ عنہ مجھے کمزور غریب عوام کے اونٹ بکریوں پر بڑا رحم آتا ہے اگر ان کے جانور مرنے لگے تو میرے پاس فریاد لے کر آئیں گے تو مجھے گھاس کے عوض سونا چاندی دینا پڑے گا۔ اس لیے تم امراء کے اونٹوں بکریوں کو روک کر غریبوں اور ناداروں کے اونٹوں بکریوں کو سرکاری چراگاہ میں داخل ہونے کی اجازت دیا کرو۔ رہ گئے امراء خواہ وہ عثمان بن عفان ہوں یا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہوں۔ ان کی پرواہ نہ کرو۔ ان کے مویشی اگر ہلاک بھی ہو گئے تو وہ اپنے کھیتوں اور کھجور کے باغات وغیرہ پر گذارہ کر لیں گے۔ (کتاب الاموال ص ۲۹۸ و کتاب الخراج ص ۱۳۵)

سرکاری اونٹ اور گھوڑے مجاہدین کے علاوہ ضرورت مند مسافروں کو بھی

سواری کے لئے بلا اجرت دیئے جاتے تھے۔ (تہذیب الاسماء جلد ۲ ص ۱۰ و خلاصتہ الوفاء ص ۳۴۶)

جن مسافروں کو سواری مہیا کی جاتی تھی ان کا سالانہ اوسط چالیس ہزار رہتا تھا۔

(موطاء امام مالک مع مسوی جلد ۲ ص ۲۶۹)

مسافروں کو سواری تو دی جاتی تھی لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ مستحق اور غیر مستحق کا اطمینان کر لیتے تھے۔ ایک بار ایک شخص نے آپ سے سواری کا سوال کیا کہ میرا جانور بیمار ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو اس کا جانور تندرست اور مضبوط تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے جھوٹ پر اسے درہ سے مارنا چاہا تو وہ بھاگ نکلا۔ (اصابہ ج ۳ ص ۹۴)

افادہ مدینہ منورہ سے چار منزل کے فاصلہ پر نجد کے ضلع میں "ربذہ" واقع ہے۔ یہ چراگاہ دس میل لمبی اور دس میل چوڑی تھی۔ دوسری چراگاہ "ضریہ" میں بھی تھی۔ جو کہ مکہ مکرمہ سے سات منزل پر ہے۔ اس کی وسعت ہر طرف سے چھ چھ میل تھی۔ اس میں تقریباً چالیس ہزار اونٹ پرورش پاتے تھے۔ (عمدۃ الاخبار ص ۳۶۰ و خلاصتہ الوفاء باخبار دارالمصطفی مطبوعہ مصر ص ۲۵۵)

ان تینوں کے علاوہ ایک چوتھی چراگاہ مقام "شرف" میں بھی تھی۔

(خلاصتہ الوفاء ص ۳۵۸)

---------- ۱۲ ----------

ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک چراگاہ کی زمین طلب کی اور کہا کہ ہمارے اطراف میں ایک افتادہ زمین ہے نہ وہ خراجی زمین ہے اور نہ کسی اور کے تصرف میں ہے۔ مجھے اپنے گھوڑوں کے لیے اس میدان کی ضرورت ہے' آپ مجھے بطور جاگیر مرحمت فرمائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بصرہ کے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو فرمان بھیجا کہ اگر اس کا بیان صحیح ہے اور وہ زمین واقعی خالی پڑی ہے تو دس جریب زمین اسے دے دیں۔ (الاصابہ ج ۳ ص ۵۱۴ و کتاب الاموال ص ۲۷۷ و کتاب

الخراج یحییٰ بن آدم ص ۲۶)

کاغذ کی کفایت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے پہلے خلفاء بنی امیہ سرکاری کاموں کے لیے کاغذ کا بے دریغ استعمال کرتے تھے۔ ذرا ذرا سی بات کے لیے موٹے قلم کا استعمال ہوتا تھا اور سطروں میں زیادہ فاصلہ ڈال کر خوب پھیلا کر کاغذ پر لکھا جاتا تھا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے تو عمال کو حکم بھیجا کہ آئندہ باریک قلم سے لکھا جائے اور سطروں کو باریک رکھا جائے صرف چند جملوں میں اصل ضرورت واضح کی جائے اور تمام مطالب کو ایک ہی تحریر میں لکھا جائے۔ ہر ضرورت کے لیے الگ الگ مراسلات نہ لکھے جائیں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ کاغذات و رجسٹر اور دفاتر میں مسلمانوں کے بیت المال کی رقم ضائع ہو۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ص ۶۴ و طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۹۶)

ظاہر ہے کہ نستعلیق اور موٹے قلم کے استعمال میں اور ہر ضرورت کے لئے الگ الگ مراسلات کی روانگی میں کس طرح کا اسراف ہو رہا تھا اس لیے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حکم دیا کہ کئی ضرورتوں کو ایک ہی مراسلہ میں لکھا جائے اور باریک قلم اور باریک حروف سے کام لیں۔ تا کہ کاغذ کے اسراف پر خزانہ کی جو رقم اٹھنے والی ہے وہ بچ جائے اور یہ بچت مسلمانوں کے زیادہ سے زیادہ کام آئے۔

مدینہ کے گورنر ابوبکر بن حزم نے لکھا کہ مجھ سے پہلے جو امراء مدینہ کے حاکم ہوتے تھے ان کو شمع دان کا خرچہ ملتا تھا۔ جسے وہ اپنے آنے جانے میں استعمال کرتے۔ لہٰذا مجھے بھی یہ خرچ ملنا چاہیے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جواب دیا کہ اس مسرفانہ رویہ سے بچ کر چلو۔ بہت ضروری ہو تو اپنے گھر کی بتی روشن کر لو۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ص ۶۴)

---------------۱۳---------------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے محاسن اخلاق اور عام ہمدردی و غم خواری کو دیکھ کر لوگ دعائیں دیتے تو اس میں قدرتی طور پر امیرالمومنین کے لیے خصوصیت ہوتی۔

جیسے "جزاک اللہ" یا "بارک اللہ" وغیرہ جملوں میں آدمی اپنے محسن کو بطور خاص دعا دیتا۔ لیکن عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس تخصیص سے بھی منع فرمایا اور حکم دیا کہ کبھی میرے لیے خاص کر کے دعا نہ کی جائے "ادعوا للمومنین والمومنات عامۃ فان اکن فیھم ادخل فیھم" (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۷۸)

یعنی تمام اہل ایمان کے لیے عموم کے ساتھ دعا کی جائے اگر میں ان سے ہوں گا تو مجھے بھی آپ کی دعا پہنچ جائے گی۔

---------- ۱۴ ----------

ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے بوقت ملاقات السلام علیک یا امیرالمومنین" کہا عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا۔ عم بسلامک یعنی سلام میں کسی کے لیے تخصیص نہ کرو۔ سلام سب کے لیے عام کرو۔ (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۳۸۴)

---------- ۱۵ ----------

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ محدث ابن عون کا بیان نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمان بھیج دیا تھا کہ دعا میں کسی کا نام خصوصیت سے نہ لیا جائے۔ بلکہ دعا عام رکھی جائے۔ (سنن کبریٰ بیہقی ج ۳ ص ۲۱۷)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے پہلے بنو امیہ کے ہر خلیفہ کے لیے نام بنام دعا کی جاتی رہی آپ نے اپنے لیے اس خصوصیت کو پسند نہ کیا۔

---------- ۱۶ ----------

شاہی جائیداد بہ حق عوام آپ نے رفاہ عام کے سلسلہ میں سب سے بڑا کام یہ کیا کہ شاہی خاندان کی تمام جائیدادوں اور اراضی کو ان کے قبضہ سے نکال کر بحق بیت المال ضبط فرمالیا۔ اور ان چیزوں پر اقتدار عوام و کسانوں کو دیا۔ اس کی وجہ سے آپ کے متعلقین اور آپ کے خاندان نے آپ کے ساتھ دشمنی کا برتاؤ کیا۔ اور آپ کو آپ کے خاص غلام کے ذریعہ زہر دلوا دیا۔ آپ کا یہ قابل قدر جذبہ ملاحظہ ہو

کہ وہ ایک ہزار کی رقم جسے خادم کو زہر کھلانے کے معاوضہ میں دیا گیا تھا اسے خادم سے حاصل فرما کر آپ نے مسلمانوں کے بیت المال میں ڈال دیا اور غلام کو حکم دیا کہ تو بھاگ جا ورنہ تجھے میرے اہل و عیال تکلیف پہنچائیں گے۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۱۱۴ البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۲۱۰)

اس واقعہ سے عوام کی راحت رسانی اور ان کے لیے زیادہ سے زیادہ اسباب راحت فراہم کرنے کا جذبہ صادقہ صاف طور سے ظاہر ہے کہ مرتے مرتے بھی بیت المال کو معمور رکھنے کا اہتمام دماغ سے نہیں نکل سکا۔

---------- ۱۷ ----------

مفاد عامہ میں بیت المال کی رقوم کی حفاظت و پہرہ داری بھی داخل ہے اس طرح ایک تحصیل سے دوسرے مرکزی مقامات پر خزانہ کی روانگی بھی سپاہیوں اور پولیس کی نگرانی میں مفاد عامہ کے لیے ضروری ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب کچھ مال کسی جگہ سے روانہ کرتے تو پولیس کے افسران کو اطلاع دیتے کہ پولیس کے کچھ نوجوان اس کے ساتھ کر دو تاکہ خزانہ محفوظ طریقہ سے منزل مقصود تک پہنچ جائے۔ (اصابہ جلد ۳ ص ۵۸۹)

---------- ۱۸ ----------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک نصرانی غلام آزاد کیا تھا۔ جب اسی نصرانی کا انتقال ہو گیا تو قاعدہ کے مطابق حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہی اس کے مال کے وارث ہوئے۔ لیکن آپ نے اس کے تمام مال کو مسلمانوں کے رفاہ عام و بہبودی کے خیال سے بیت المال کے حوالہ کر دیا۔ (موطا مع مسوی جلد اول ص ۲۰۷)

---------- ۱۹ ----------

ایک بار کوفہ کے بیت المال میں نقب لگا۔ بہت سا مال و متاع چوری میں چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو یہ فرمان آیا کہ بیت المال کا رخ مسجد کے قبلہ کی طرف رکھو۔ مسجد میں نمازیوں کی رات دن موجودگی کی وجہ سے خزانہ کی حفاظت رہے گی۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سرکاری خطوط ص ۱۹۲ بحوالہ تاریخ طبری جلد ۴ ص ۱۹۴)

بیت المال کی ترقی و توسیع

خلفاء راشدین بیت المال میں اضافہ اور خزانہ کے معمور رکھنے کی والہانہ دھن رکھتے تھے۔ ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی خدمت کی جاسکے۔

---------- ا ----------

اگرچہ بیت المال کی بنیاد آنحضرت ﷺ خود ڈال چکے تھے مگر اس میں مزید توسیع و ترقی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے ہوئی آنحضرت ﷺ کے ارتحال کے بعد اہل عرب کے خیالات منتشر ہو گئے۔ لوگ کہنے لگے "نصلی ولا نودی الزکاۃ" نماز پڑھیں گے مگر زکوٰۃ نہ دیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایسے تمام قبائل عرب سے جنگ کے لیے عام حکم نافذ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پر آشوب وقت ہے' سختی مناسب نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "لا بد من القتال" جنگ کے بغیر کوئی چارہ نہیں "واللہ لو منعونی عقالا کانوا یودونہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقاتلتھم علیہ" یعنی اگر زکوٰۃ میں بکری کا بچہ بھی جسے وہ حضور ﷺ کے زمانہ میں دیا کرتے تھے نہ دیں گے تو میں صرف اس کی خاطر جنگ کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سارا دن خلوت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سمجھاتے رہے اور مصلحتاً نرم ہونے کے لیے کہتے رہے۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اجبار فی الجاھلیہ" و خوار فی الاسلام" اس کے بعد بطور فیصلہ فرمایا "لولم اجد احدا لقاتلتھم وحدی" یعنی اگر کوئی بھی میرا ساتھ نہ دے تو میں تنہا ان زکوٰۃ کے مانعین سے جنگ کروں گا۔ نجات کا مدار نماز کے علاوہ زکوٰۃ پر بھی ہے۔ چنانچہ آپ نے مانعین زکوٰۃ سے جنگ کی اور قبائل کا ارتداد بند ہوا۔ اور زکوٰۃ کے مال سے بیت المال بھرنے لگا۔ یہ نقشہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سر چومتے اور کہتے "انا فدائک لولا انت لھلکنا" یعنی میں آپ پر قربان

جاؤں۔ اگر آپ نہ ہوتے تو ہم لوگ ہلاک ہو جاتے۔ ارتداد سے مراد یہ نہیں کہ لوگ اسلام چھوڑ کر مشرک ہو گئے تھے بلکہ ارکان دین میں سے ایک رکن زکوٰۃ چھوڑنے کو حضرت ابوبکر نے ارتداد سے تعبیر کیا (اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۷ ۲' البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۳۰۴' الامامۃ والسیاسۃ جلد اول ص ۱۷' احیاء العلوم جلد ۲ ص ۳۳۹)

غرض اس طرح آپ کے عہد مبارک ہی سے فتوحات و اموال غنائم و خراج و جزیہ و عشر اور زکوٰۃ و خمس وغیرہ کے مدات میں بڑی توسیع ہوئی۔

---------۲---------

اس عجیب جذبہ کو دیکھئے کہ جب آپ کا وصال ہونے لگا تو اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ سے مرض الموت میں فرمایا "اما واللہ لقد کنت حریصا علی ان اوفر فئی المسلمین" یعنی خدا کی قسم مجھے اس کی بڑی خواہش تھی کہ میں مسلمانوں کے بیت المال کو بھرپور کر دوں (فے اس مال کو کہتے ہیں جو کافروں سے بغیر لڑائی کے حاصل ہو) اب اس سلسلہ میں میری وصیت یہ ہے کہ میرے پاس جو کچھ بچے وہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دینا اور میرا فلاں باغ بھی بیت المال میں دے دینا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ارتحال کے بعد ان چیزوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کسی دوست دشمن کے لیے اعتراض و نکتہ چینی کا ذرا بھی رخنہ نہیں چھوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے البتہ میں بحیثیت امیرالمومنین یہ سب چیزیں اور باغ آپ کے ہی حوالے کرتا ہوں۔

(کتاب الاموال ص ۲۶۷ وطبقات ابن سعد جلد ۳ و احیاء العلوم جلد ۲ ص ۱۳۶)

---------۳---------

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حساب لگا کر مجھے بتاؤ کہ بیت المال سے آج تک مجھے کتنا وظیفہ ملا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ آٹھ ہزار درہم آپ کو بیت المال سے مل چکا ہے۔ فرمایا اس رقم کو میرے بعد جو خلیفہ ہوں گے ان کے حوالہ کر دینا۔

(الامامۃ والسیاسۃ جلد اول ص ۱۹ واحیاء العلوم جلد ۲ ص ۱۳۶)

اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مساعی جمیلہ کو بھی ایک نظر دیکھئے کہ فتوحات و غنائم و خراج اور جزیہ و عشر وغیرہ سے جو کچھ آتا تھا اس کے علاوہ آپ بیت المال کو وسعت دینے کے لیے کتنے اور مختلف طریقے اختیار فرماتے تھے۔

---------۴---------

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کچھ اونٹ خریدے اور ان کو سرکاری چراگاہ میں داخل کر دیا۔ وہ موٹے تازے ہو گئے تو میں ان کو بازار میں فروخت کرنے کے خیال سے لے گیا۔ اتفاق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار میں داخل ہوئے تو کچھ موٹے تازے اونٹوں کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ کس کے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ میں نے ان کو خریدا تھا اور عام مسلمانوں کی چراگاہ میں داخل کر دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس بارہ میں تمہارا معاملہ ضرور کچھ نہ کچھ مختلف رہا ہو گا۔ لوگوں نے یہ سوچ کر کہ امیرالمومنین کے صاحبزادے کے اونٹ ہیں ان کے چرنے اور پانی پلانے کے معاملہ میں خاص طرح کی سہولتیں دی ہوں گی۔ اس لیے تمہیں اپنے اونٹوں کی صرف قیمت خرید ملے گی۔ بقیہ ان کے موٹے تازے ہو جانے کی وجہ سے جو نفع حاصل ہوا ہے وہ مسلمانوں کے بیت المال میں داخل ہو گا۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۴ ص ۴۱۹ و احیاء العلوم جلد ۲ ص ۱۱۲)

---------۵---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المال سے جاڑے اور گرمی کے کپڑے لیتے تھے۔ مگر جب کپڑے پھٹ جاتے تو بیت المال سے دوسرے نہیں منگواتے بلکہ پیوند پر پیوند لگاتے چلے جاتے۔ ایک بار حضرت حفصہ رض نے اس طرف توجہ دلائی تو فرمایا مسلمانوں کا مال عیش و عشرت کے لیے نہیں ہے میں بیت المال سے اس سے زیادہ تصرف نہیں کر سکتا۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۶ ص ۳۴۲)

---------۶---------

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شہنشاہ روم کا قاصد آیا۔ آپکی بیوی حضرت ام کلثوم نے ایک اشرفی کسی سے قرض لے کر عطر خریدا۔ اور اسے ایک خوبصورت شیشی میں رکھ کر اسی قاصد کے ذریعہ شہنشاہ روم کی بیوی کے پاس بطور ہدیہ بھیجا۔ ملکہ شاہ روم نے اسکے عوض چند شیشیوں میں جواہر بھر کر واپس کیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا۔ تو پوچھا یہ کیا ہے؟ انکی بیوی نے تحفہ بھیجنے کا واقعہ بتلایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان جواہرات کو لے لیا اور انکو فروخت کر کے ایک اشرفی اپنی بیوی کو واپس کر دی اور باقی تمام نقد بیت المال میں داخل کر دیا۔ فرمایا یہ جواہرات تم کو میرے عہدہ کے تعلق سے ملے ہیں اور میں مسلمانوں کا امیر ہوں۔ لہٰذا یہ مال مسلمانوں کے بیت المال میں داخل ہو گا۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۴ ص ۴۲۲ واشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۳۵۹)

---------۷---------

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کی بیوی نے ملکہ روم کو ہدیہ میں "خلوق" (ایک قسم کا پوڈر) بھیجا۔ ملکہ نے اس کے بدلہ میں جواہرات تحفۃ" روانہ کیئے' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو خلوق کا دام ان کو واپس کرا دیا اور باقی جو رقم جواہرات کے عوض ملی اس کو بیت المال میں داخل کر دیا۔ اور فرمایا کہ سرکاری عہدہ پر رہنے کے سبب تم کو ہدیہ ملا ہے جس پر تمہارے شوہر سرفراز ہیں۔ (احیاء العلوم ج ۲ ص ۱۵۴)

---------۸---------

ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیت المال میں جھاڑو دے رہے تھے۔ اتفاقاً" اس میں ایک درہم پڑا ہوا نظر آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک چھوٹے بچے کو جو ادھر آ نکلا تھا انہوں نے وہ درہم دے دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب بچے کے ہاتھ میں درہم دیکھا تو پوچھا یہ کہاں سے ملا؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ درہم ہاتھ میں لیے ہوئے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور فرمایا "اردت ان لا تبقی احدا من امۃ محمد صلی اللہ

علیہ وسلم الا طالبنا بمظلمۃ فی ھذہ الدراھم" یعنی تم نے چاہا تھا کہ امت محمد ﷺ کا ایک ایک فرد اس درہم کے ظلم پر ہم سے بروز محشر مطالبہ کرے؟ یہ کہہ کر اس درہم کو بیت المال میں ڈال دیا۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۴ ص ۴۲۴ و احیاء العلوم جلد ۲ ص ۱۳۶)

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بیت المال سے ایک درہم کی کمی بھی گوارہ نہ تھی ایسے بلند اور مخلصانہ جذبات رکھنے والے امراء و سلاطین اس روئے گیتی پر اب کہاں ہیں۔

---------۹---------

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ کے گورنر تھے۔ ایک لشکر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادے عبداللہ بن عمر اور عبدالرحمن بن عمر رضی اللہ عنہما شریک ہو کر گئے تھے۔ بصرہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے مبارکباد اور مرحبا کہہ کر ان حضرات کو اپنے پاس ٹھہرایا اور کہا کہ میں آپ حضرات کو کوئی نفع تو نہیں پہنچا سکتا۔ البتہ یہ کر سکتا ہوں کہ مجھے امیرالمومنین کی خدمت میں بیت المال کے لیے کچھ رقم بھیجنا ہے آپ اسے لیتے جائیں۔ اصل رقم امیرالمومنین کے حوالہ کر دیں اور آپ کو اس سے کچھ تجارتی مال کے ذریعہ نفع حاصل ہو جائے تو وہ نفع حاصل کر لیں۔ صاحبزادوں نے رقم لے لی اور تجارتی سامان خرید لیا۔ مدینہ آ کر اصل رقم جو بیت المال کی تھی اور جتنا گورنر کے خط میں لکھا تھا اسے امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کچھ قصہ معلوم ہو چکا تھا اس لیے دریافت کیا کہ جس طرح تمہارے حوالہ یہ رقم کی گئی تھی کیا اسی طرح دوسرے اہل لشکر کو بھی بیت المال کی رقم دی گئی تھی؟ انہوں نے کہا ہر شخص اعتبار و بھروسہ میں یکساں حیثیت تو نہیں رکھتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں یہ کچھ سننا نہیں چاہتا۔ محض امیرالمومنین کی صاحبزادگی کی وجہ سے تمہارے ساتھ یہ خصوصیت برتی گئی ہے۔ اس لیے میرا حکم ہے کہ مال مع نفع میرے حوالے کر دو۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فی

الفور مال اور نفع دونوں حوالہ فرما دیا۔ لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن عمرؓ نے عرض کیا کہ اگر اصل رقم تلف ہو جاتی یا کسی طرح گم ہو جاتی تو ہم ضامن بھی تو تھے۔ آخر بعض دوسرے اجلہ صحابہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف وغیرہ کی مداخلت و مشورہ سے یہ طے پایا کہ یہ رقم "مضاربت" کے طور قرار دی جائے۔ اس طرح اصل رقم اور نصف منافع بیت المال کے لیے صاحبزادوں سے وصول کیا گیا۔ (موطاء مع مسوّیٰ جلد ۲ ص ۲۶۶ منتخب کنزالعمال جلد ۶ ص ۱۶۷)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو مفصل لکھنے کے بعد فرمایا کہ اس کی سند و روایت بہت صحیح ہے۔ (اصابہ جلد ۳ ص ۷۶)

صاحبزادوں نے خوشی خوشی آدھا منافع بیت المال کو دے دیا اور بزبان حال صاحبزادگان گویا یہ شعر پڑھتے تھے

شربنا شرابا طیبا عند طیب
کذاک شراب الطیبین یطیب
شربنا و اھر قنا علی الارض فضلہ
وللارض من کاس الکرام نصیب

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بیت المال ہی کا فائدہ بہر نوع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملحوظ خاطر تھا۔

---------- ۱۰ ----------

ایک بار امیر مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اطلاع بھیجی کہ ایک غلام نے سونے سے بھرا ہوا برتن ایک مدفون مقام سے برآمد کیا ہے اس بارے میں آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا کچھ تو اس میں سے غلام کو دے دو۔ کیونکہ جب اس کو بھی حصہ مل جائے گا تو آئندہ بھی ایسے اموال کے حوالہ کر دینے میں لوگوں کو تامل نہ ہو گا اور باقی ساری رقم بیت المال میں داخل کر دو۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۲ ص ۳۰۳)

---------- ۱۱ ----------

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ دمشق کی فتح میں جو اور گیہوں جو کچھ حاصل ہوا ہے اس کو تم اور اہل لشکر بانٹ لو۔ اور سونا چاندی میں خمس (مرکزی حصہ بیت المال کا) نکال کر باقی بانٹ لو۔ افسوس خالد نے بڑی غلطی کی کہ ہرقل کی لڑکی کو پکڑا اور پھر ہدیۃً" اس کے باپ کو لوٹا دیا ورنہ مخلصی کے طور پر بڑی رقم وصول کر سکتے تھے جو غریب مسلمانوں کے کام آتی۔ (اشہر مشاہیر الاسلام ص ۴۵۳)

---------- ۱۲ ----------

عوام کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مرکزی بیت المال مدینہ کی ترقی و توسیع کے تحت یہ انتظام کیا تھا کہ تمام حاکموں کے نام یہ فرمان بھیجا تھا کہ مقامی خرچ اور وظائف کے مصارف نکال کر باقی رقم جس قدر حاصل ہو سب مرکز میں میرے پاس بھیج دیا کریں۔ چنانچہ بصرہ کے گورنر ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور بحرین کے گورنر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پانچ پانچ دس دس لاکھ کی رقم بھیج دیا کرتے تھے۔ (کتاب الخراج ص ۵۵)

---------- ۱۳ ----------

مورخ ابن سعد نے لکھا ہے کہ مصر کے گورنر حضرت عمرو بن عاص مصر سے خراج کی ایک معقول رقم بھیجا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک خط انہوں نے نقل کیا ہے جس میں امیرالمومنین رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا فاذا حصل لک وجمعته اخرجت عطاء المسلمین وما یحتاج الیه ثم انظر مافضل بعده فاحمله الی

(طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۱۶۳)

یعنی جب خراج تم کو مل جائے اور تم اسے اکٹھا کرو۔ اور مسلمانوں کے وظائف اور دوسری ضروریات کے مصارف نکال لو پھر جو کچھ اس کے بعد بچے اسے میرے پاس مرکزی بیت المال کے لیے بھیج دو۔ یہ رقم بیس لاکھ دینار ہوتی تھی۔

(فتوح البلدان ص ۲۱۶)

---------۱۴---------

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر مصر کو لکھا ارضک ارض واسعۃ عریضۃ رفیعۃ وقد اعطی اللہ اھلھا عددا وجلدا وقوۃ فعجبت انھا لا تودی نصف ما کانت تودیہ من الخراج قبل ذلک علی غیر قحوط ولا جدب"

یعنی مصر کی زمین بہتر و کشادہ ہے۔ زمین کے کاشتکار تعداد و قوت کے لحاظ سے بہتر لوگ ہیں۔ پھر کیا بات ہے کہ جو خراج پہلے سلاطین کے دور میں ملتا تھا وہ اب تک مصر سے نہیں ملا حالانکہ کچھ قحط سالی وغیرہ بھی نہیں ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ کسی بددیانتی کا شبہ نہ فرمائیے۔ خراج کی کمی کا سبب یہ ہے کہ فراعنہ مصر کے دور میں جس قدر زمین آباد تھی آج اسطرح ہرگز نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر لکھا "اذا اتاک کتابی ھذا فاحمل الخراج فانھا ھو فئی المسلمین" (اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۶۱۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بار بار لکھا کہ جب ملک میں قحط نہیں ہے تو میں مصر کا خراج اس سے کم قبول نہیں کر سکتا جو اسلامی فتح سے پہلے ہوتا تھا۔ (فتوح مصر ص ۱۵۸)

اس سے معلوم ہوا کہ صوبہ جات و اضلاع سے خزانہ کی باقی ماندہ رقم مرکزی بیت المال میں جمع کی جاتی تھی۔ اس طرح صوبہ یمن سے مال و زر مرکزی بیت المال کے لئے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی بھیجا کرتے تھے۔ (کتاب الاموال ص ۵۹۶)

---------۱۵---------

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک پرانی چادر اوڑھے ہوئے ہیں اور سردی کی شدت سے کانپ رہے ہیں۔ اس نے عرض کیا کہ آپ بیت المال سے اس قدر مال کیوں نہیں لیتے جو ضروریات زندگی کے لیے کافی ہو جائے؟ فرمایا یہ سادی اور پرانی چادر

تک اپنے گھر ہی سے لایا ہوں۔ مجھے بیت المال سے اس قدر بھی کسی ذاتی ضروریات کے لیے حاصل کرنا گوارہ نہیں۔ (کتاب الاموال ص ٢٧٠)

طبقات کبریٰ میں ہے کہ کسی نے کہا کہ بیت المال میں بڑی وسعت ہے اس میں سے آپ ایک کمبل کیوں نہیں لے لیتے؟ فرمایا اپنی راحت کے لیے میں مسلمانوں کے بیت المال کو کم کرنا نہیں چاہتا۔ (طبقات کبریٰ للشعرانی جلد اول ص ١٧)

ہمارے چچا محمد اسحاق خاں مرحوم مغفور جھنڈا نگر جب تشریف لاتے تو یہ شعر مجھ کو اکثر سنایا کرتے تھے

گو ترے قبضہ میں بیت المال کا کل مال تھا
پاتھ کر اینٹوں کو بھرتے تھے مگر اپنا شکم

---------١٦---------

جب خلافت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ تک آئی تو آپ نے بیت المال کی توسیع کے لیے ایک عجیب کمال کیا کہ جب طرح طرح کی شاہی سواریاں جلوس کے لیے پیش کی گئیں جو ہر خلیفہ وقت کے ذاتی استعمال میں دی جاتی تھیں۔ تو آپ نے اپنے غلام مزاحم کو پکار کر فرمایا "ضم هذه الى بيت مال المسلمين" کہ ان کو بیت المال میں داخل کرو اور خود خچر پر سوار ہو کر نکلے۔ پھر سواری سے اتر کر دیکھا کہ شاہی خیمے اور شاہانہ ٹھاٹ باٹ کے پردے لگے ہوئے ہیں اور کمرے بنے ہوئے ہیں۔ غلاموں نے عرض کیا کہ معمول ہے جو خلیفہ ہوتا ہے اسکے لیے یہ تمام سازو سامان اور شاہی خیمے وغیرہ لگائے جاتے ہیں جس میں وہ جلوس کرتا ہے اور یہ سب چیزیں اس کی ذاتی ملکیت ہو جایا کرتی ہیں۔ آپ نے پھر مزاحم سے فرمایا کہ ان سب چیزوں کو بیت المال میں داخل کر دو۔ پھر جب وہاں سے چل کر شاہی تخت پر آئے تو دیکھا کہ پر تکلف قالین ستھرے غالیچے اور طرح طرح کے نئے فرش و فروش بچھے ہوئے ہیں۔ آپ اس پر نہیں بیٹھے بلکہ ایک کمبل لے کر بیٹھ گئے اور مزاحم سے کہا کہ ان سب کو دستور قدیم کے مطابق میری ملکیت بن جانا چاہیے۔ مگر نہیں، تم ت

بھی بیت المال میں داخل کرو اسکے بعد متوفی خلیفہ کے ورثا نے شاہی متروکات خلیفہ کیلئے نئے سازو سامان و عطریات اور نئے پارچہ جات وغیرہ آپ کے سامنے پیش کئے کہ یہ آپ کی ذاتی ملکیت ہے اور مستعمل عطر کی شیشیاں اور کپڑوں کے جوڑے ہمارے پاس ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "ما ھذا لی ولا لسلیمان ولا لکم ولکن یا مزاحم ضم ھذا کلہ الی بیت مال المسلمین" یعنی یہ مال و اسباب نہ خلیفہ سلیمان کی ملکیت تھیں اور نہ اب وہ چیزیں میری اور تمہاری ہیں۔ بلکہ یہ سب بیت المال کی چیزیں ہیں اور بیت المال میں داخل ہوں گی۔ چنانچہ مزاحم کو حکم دے کر سب کو بیت المال میں داخل کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۱۸۴ و ص ۲۱۳ و سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۳۶)

اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی ذاتی چیزیں لباس ہائے فاخرہ اور قیمتی عطریات اور زائد غلاموں کو فروخت کیا۔ اور اس تمام رقم کو مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کر دیا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اور مورخ ابن سعد کا بیان ہے کہ یہ رقم تیئس ہزار (۲۳۰۰۰) اشرفی تھی۔ (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۵۴ و تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۲۱ و سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۵۱ و البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۲۰۸)

---------۱۷---------

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ نے عہدہ خلافت سنبھالتے ہی اپنی بیوی سے فرمایا کہ تمہارے جو زریں کپڑے مرصع بہ جواہر ہیں ان کو تمہارے والد عبدالملک نے بیت المال کی رقم سے بنوایا ہے۔ اسی طرح تمہارا عروسی کپڑا جو ایک لاکھ اشرفی میں تیار ہوا ہے۔ وہ بیت المال کا ہے اس لیے اگر تم مجھے پسند کرتی ہو تو یہ کپڑا بیت المال میں جائے گا۔ الفاظ یہ ہیں "ان اخترتنی فانی اخذ الثوب واجعلہ فی بیت المال" ان کی مومنہ بیوی نے جواب دیا "لاحاجۃ لی بالثوب" یعنی مجھے ایسے کپڑے کی پروا نہیں ہے۔ اس طرح ان کا کپڑا بھی بیت المال میں داخل ہو گیا۔ (الامامۃ والسیاسۃ جلد ۲ ص ۱۲۴ و تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۱۲۶ والبدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۲۰۸)

---------۱۸---------

اسی طرح علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "وکانت زوجته فاطمة بنت عبد الملك كذالك وضعت جميع مالها في بيت المال فصارت كاحاد الناس" (طبقات کبریٰ للشعرانی جلد اول ص ۲۹) موتی یاقوت اور مرصع زیورات و زریں کپڑے لاکھوں کی مالیت کے تھے۔ لیکن اس مومنہ صالحہ خاتون نے ان سب کو بیت المال کے حوالے کر دیا اور عوام الناس کی طرح زندگی گزار دی۔

---------۱۹---------

بیت المال کی طرف سے مسلمانوں کے لیے گرم غسل خانوں کا بھی انتظام ہوتا تھا۔ ایک دن آپ کے لیے اسی غسل خانہ سے پانی گرم کر کے لایا گیا۔ آپ کو معلوم ہوا کہ بیت المال کے حمام سے پانی گرم کیا گیا ہے تو اس کے بدلے میں بیت المال میں درہم داخل کیے تب اس پانی کو استعمال فرمایا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۲۰۲)
اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بیت المال کی چیزوں کو اپنی ذاتی ضروریات میں استعمال کرنا کس قدر ناگوار خاطر تھا۔

---------۲۰---------

ایک بار قرآن کریم کی تلاوت کے لیے آپ نے ایک رحل کی فرمائش کی۔ کسی نے عمدہ لکڑی کی ایک رحل بنوا کر آپ کے سامنے پیش کر دی۔ آپ نے پتہ لگوایا تو معلوم ہوا کہ یہ لکڑی بیت المال کی تھی۔ فوراً بازار میں اس کی قیمت لگوائی۔ نصف اشرفی اس کا دام ٹھہرا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر نصف دینار کے بجائے ہم ایک دینار دے دیں تو کیا بیت المال کی لکڑی کا معاوضہ ہو جائے گا؟ اس نے کہا حضرت نصف دینار ہی کم نہیں ہے۔ فرمایا میرا نفس مطمئن نہیں ہے کچھ لکڑی چھیلی گئی ہو گی۔ تب رحل تیار ہوئی ہو گی تو اس کا بھی تو دام دینا ہے۔ اچھا لو یہ دو دینار میری طرف سے بیت المال میں داخل کر دو۔ (طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۷۰)

---------۲۱---------

بیت المال کی طرف سے جب سفراء وزراء یا بیرونی وفود کے لیے شاہی مہمانی کا کچھ نظم ہوتا تو آپ ایسے کھانوں میں شریک نہ ہوتے۔ لوگوں نے جب بہت اصرار کیا تو آپ نے اپنے کھانے کا خرچ بیت المال میں داخل کرنے کے بعد ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۷۲)

---------۲۲---------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے مبارک عہد میں بیت المال کا خزانہ ضلع و صوبہ اور مرکز میں اس قدر معمور ہو گیا کہ اس سے مسلم و غیر مسلم کی ضروریات کا عام طور سے انتظام کیا گیا۔ شادی وغیرہ کے اخراجات' قرض کی ادائیگی' کاشتکار کے بیل بیج وغیرہ دیگر اہل حاجت کی حاجات میں بیت المال سے معقول مدد دی جاتی تھی۔ (کتاب الاموال ص ۲۵۱)

آج بھی امداد باہمی کا اصول قائم ہے۔ حکومت نے سوسائٹی و گرام سدھار کے نام سے دفاتر کھول رکھے ہیں مگر اس میں سود کی آمیزش ہے علاوہ ازیں اس طرح تعاون و تناصر کا جو طریقہ اخذ کیا گیا ہے' گو اسے بگاڑ دیا گیا ہے۔ مگر دراصل وہ انہی فاروقی جذبات سے ماخوذ ہیں جو خلافت کے دور میں اصلی خدوخال کے ساتھ دنیا میں جلوہ گر تھے۔ حالی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا ہے

لبرٹی میں جو آج فائق ہیں سب سے
بتائیں کہ لبرل بنے ہیں وہ کب سے

---------۲۳---------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک بار خطبہ میں فرمایا کہ فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں تھا۔ آپ جہاں مناسب سمجھتے تھے اس کے غلہ اور آمدنی کو خرچ کیا کرتے تھے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ اس کے متولی ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر اس کے اموال خرچ کرتے رہے۔ جب مروان کا زمانہ آیا تو اس نے اس میں تصرف بے جا کیا اور مجھے بھی اس میں سے حصہ دیا گیا۔ اور خلیفہ سلیمان بن

عبدالملک نے بھی مجھے اپنا حصہ متعلقہ فدک دیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ میرے پاس اس سے زیادہ قیمتی کوئی جائیداد نہیں ہے۔ لیکن میں فدک سے متعلق اپنا یہ تمام حصہ بیت المال کے لیے واپس کر رہا ہوں۔ اور بنی امیہ کے تمام لوگوں کے ایسے حصص و اموال کو بیت المال میں جمع کر لوں گا۔ بڑی سفارشیں ہوئیں مگر آپ نہ مانے۔ فرمایا یہ ہو سکتا ہے کہ میں عہدہ خلافت سے دستبردار ہو جاؤں لیکن یہ نہ ہو گا کہ امور مسلمین کا ذمہ دار ہو کر پھر کسی خیانت و حق تلفی کو جائز رکھوں اور اسے گوارہ کر لوں۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۲۰۰)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان تمام اموال کو واپس کر دیا جن میں ذرا سا بھی شبہ تھا کہ یہ بیت المال کی رقم سے بنائی گئی ہیں اور ناجائز تصرف کے ساتھ انہیں حاصل کیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنی انگوٹھی کا ایک قیمتی نگ بھی بیت المال میں واپس کر دیا۔ جس کے متعلق فرمایا کہ مجھے اسے ولید بن عبدالملک نے دیا تھا اور بیت المال سے ناجائز تصرف کر کے اس نے اسے میرے حوالے کیا تھا۔ (البدایہ جلد ۹ ص ۲۰۸)

عہدوں کے لیے باصلاحیت افراد کا انتخاب

شریعت اسلامیہ میں خلیفہ اور امیر وقت پر فرض عائد کیا گیا ہے کہ وہ افسروں اور حاکموں کی امانت و دیانت اور اہلیت کے بارے میں پوری طرح معلومات حاصل کر لیں اور اس کے بعد عہدوں کی پیشکش کریں۔ قرآن کریم میں حضرت شعیب علیہ السلام کی زبان میں ارشاد ہے ان خیر من استاجرت القوی الامین جس کو تم مزدور رکھو اس میں بہتر وہ ہے جو قوی و امین ہو۔ معلوم ہوا کہ اجیر و عامل میں بہترین صفت اس کی قوت و امانت ہے۔ جو کام مستعدی سے کر سکتا ہو اور اس میں اس کام کی صلاحیت بھی ہو اور ساتھ ہی از حد متدین ہو وہی سب سے بہترین عامل ہے۔

دوسری جگہ قرآن کہتا ہے "ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا" بے شک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو اہلیت رکھنے والوں کے سپرد کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ خطاب خلیفہ وقت اور امیر و سلطان کے لیے ہے کہ وہ عہدوں کو جو قوی اور امانت پسند ہوں ایسے لوگوں کے سپرد کریں جن کی صلاحیت و امانت اور دیانت کا ان کو ذاتی طور پر علم ہو۔ یا دوسرے ذرائع سے ان پر وثوق ہو۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ نزلت الایۃ فی ولاہ الامور علیھم ان یودوا الامانات الی اھلھا" (السیاسۃ الشرعیہ فی اصلاح الراعی والرعیہ) یعنی یہ آیت کریمہ اولی الامر خلفاء و سلاطین کے متعلق نازل ہوئی کہ وہ عہدوں کو امانت شرعیہ سمجھ کر مستحق اور اہل لوگوں کے سپرد کریں۔ صاحب روح المعانی علامہ آلوسی لکھتے ہیں "ان ھذا الخطاب لولاۃ الامر ان یقوموا برعایۃ الرعیۃ و تولیۃ المناصب مستحقیھا" (تفسیر روح المعانی جلد ۵ ص ۶۴)

یعنی یہ خطاب بطور خاص اولی الامر کے لیے ہے کہ وہ حفاظت رعیت کے لیے مستعد رہیں اور عہدوں کو صرف حقدار اور اہل تر افراد کے سپرد کریں۔

عہدوں کے قومی امانت ہونے پر کوئی شبہ نہیں۔ کیونکہ عہدوں سے پوری قوم کے مفادات و مصالح کا تعلق ہوتا ہے۔ اسلئے ان پر سرفراز ہونے والوں کا فرض ہے کہ وہ اس قومی امانت کو اٹھانے کے بعد اسکے حقوق ادا کریں۔ آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ میں فاتحانہ قبضہ کرنے کے بعد جب بیت اللہ شریف میں داخل ہونا چاہا تو کعبہ مکرمہ کے محافظ و کلید بردار حضرت عثمان بن طلحہ سے کنجی لے کر دروازہ کھول کر اندر تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ خواہش ظاہر کی کہ آپ اگر مناسب سمجھیں تو یہ کلید برداری کا عہدہ ہمیں عنایت کر دیں۔ اس پر آیت مذکورہ بالا نازل ہوئی اس میں کلید برداری اور خانہ کعبہ کی دربانی کو ایک عہدہ قرار دیا گیا۔ اور عہدہ کو ایک امانت فرمایا گیا۔ اور اس امانت کو اس کے مستحق کو سپرد کرنے کا حکم ہوا۔ (منتخب کنزالعمال ج ۴ والسیاستہ الشرعیہ لابن تیمیہ ص ۳)

اس موقع پر شیخ الاسلام لکھتے ہیں "فیجب علی ولی الامر ان یولی علی کل عمل من اعمال المسلمین اصلح من یجدہ لذلک العمل قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ولی من امر المسلمین شیئا فولی رجلا وھو یجد من ھو اصلح للمسلمین منہ فقد خان اللہ و رسولہ (السیاستہ الشرعیہ ص ۳) یعنی ریاست و سلطنت کے والی و امیر پر لازم ہے کہ عہدوں پر ایسے لوگوں کو مقرر کریں جو ان عہدوں کے موزوں اور مستحق ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کا خلیفہ یا والی ہو اور اہل تر فرد ہوتے ہوئے کسی نااہل کو عہدہ سپرد کرے تو یہ امیر و سلطان عنداللہ خائن ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حکومت کے عہدے قومی امانت ہیں اور اس کو اہل تر افراد کے سپرد کرنا اولی الامر پر لازم ہے۔

شیخ الاسلام لکھتے ہیں خواہ صوبوں اور ضلعوں کے عمال کا معاملہ ہو' خواہ قاضی شہر یا سالاران لشکر کا مسئلہ ہو' وزیر اعظم یا وزیر مالیات کا انتخاب ہو یا خراج و عشر کے

محصل کا معاملہ ہو یا خزانچی اور ضلعوں کے محافظ ہوں' یا سرکاری ڈاکیہ یا جاسوس و مخبر ہوں یا دفاتر کے رجسٹرار ہوں۔ ان تمام عہدوں کے لیے غور و خوض کے بعد صالح تر اور موزوں افراد کا تقرر و انتخاب لازم ہے۔ (السیاستہ الشرعیہ ص ۳) تمام عہدوں کے معاملہ میں ان کی دیانت و امانت و فنی قابلیت و صلاحیت کا لحاظ ضروری ہے۔

ایک بار حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے کسی عہدہ کے لیے خواہش ظاہر کی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا "اباذر انک ضعیف وانھا امانۃ " یعنی اے ابوذر! تم ضعیف ہو اور یہ عہدے امانت ہیں۔ اس لیے اولوالامر کو چاہیے کہ ان امانتوں کو اہل اور مستحق لوگوں کے سپرد کریں۔ غیر مستحق اور نااہل لوگوں کو ان عہدوں اور منصوبوں کو دینا خیانت ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب العلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ ایک بار آنحضرت ﷺ سے ایک اعرابی نے پوچھا کہ قیامت کب ہو گی؟ آپ نے جواب میں فرمایا "اذاضیعت الامانہ فانتظر الساعۃ " کہ جب امانت کو ضائع کر دیا جائے تو تم قیامت کا انتظار کرو۔ اس نے پوچھا امانت کس طرح ضائع ہو گی؟ فرمایا "اذا وسد الامر الی غیر اھلہ" جب عہدے نااہلوں کے سپرد کر دیئے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو۔ (صحیح بخاری جلد اول ص ۱۴)

ایک اور حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا دین کے زوال کا ماتم اس وقت کرو جب کہ دینی سیادت پر نااہل مسلط ہو جائیں' (خلاصتہ الوفاء باخبار دارالمصطفیٰ ص ۸۸)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عہدے امانت ہیں اور انہیں نااہلوں کے ہاتھ میں دینا بہت بڑا قومی جرم اور دینی زوال کی علامت ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کبھی صدر مملکت' افسران بالادست' وزارت یا عہدوں کی سپردگی میں مستحق اور موزوں تر افراد سے صرف نظر کر لیتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یا تو یہ ہوتی ہے کہ ان میں کوئی دوستی یا کوئی رشتہ داری ہوتی ہے۔ یا وطنی و مذہبی اشتراک پیش نظر ہوتا ہے اس لیے دوسرا صالح شخص ہم وطن

ہم مشرب نہ ہونے کی وجہ سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ یا کسی رشوت و مالی منفعت کے پیش نظر اپنے حسب منشا آدمی کو عہدہ سپرد کر دیا جاتا ہے۔ یا کسی وقتی کینہ و رنجش کے سبب حق دار و اہل تر افراد محروم کر دیئے جاتے ہیں یا باہمی عداوت کے سبب افسر اعلیٰ ایک لائق شخص سے اعراض کر لیتا ہے اور نا اہل کے لیے منظوری دے دیتا ہے۔ یہ تمام صورتیں خیانت کی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "یا ایھا الذین امنوا لا تخونوا اللہ والرسول وتخونوا اماناتکم" یعنی اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ اپنی قومی امانت میں خیانت کرو۔

یہ تمام عہدے قومی امانتیں ہیں جو خلیفہ یا وزیر اعلیٰ کے اقتدار میں دے دی گئی ہیں۔ ان میں صوبوں یا ضلعوں کی گورنری، کمشنری، کلکٹری وغیرہ بھی داخل ہیں، ایسے تمام عہدے قومی امانت ہیں۔ ان کو بلا غور و خوض دشمنی و عداوت یا محبت و قرابت کی بنا پر اہل تر افراد سے اعراض کر کے نا اہل شخص کو دینا قطعی حرام ہے۔ مسلم شریف کی صحیح حدیث ہے جس شخص کو خداوند تعالیٰ رعایا پر راعی بنا دے اور وہ ان کے معاملات کے بارے میں خیانت پسند ہو، خدائے تعالیٰ اس پر جنت کی خوشبو حرام کر دیں گے۔ (السیاستہ الشرعیہ ص ۴)

اب ہمارے زمانہ میں حکومتوں کے عہدوں کی اپنے اعزہ و اقرباء سے خانہ پری کر لی جاتی ہے۔ اور اہل و قابل تر لوگ ان عہدوں پر فائز نہیں ہو پاتے۔ ضابطہ کے طور پر اشتہارات جاری ہوتے ہیں کہ فلاں عہدہ کے لیے جگہ خالی ہے۔ مگر نمائشی کارروائی کرنے کے بعد عہدوں پر نامزدگی انہیں لوگوں کی ہوتی ہے جو فلاں وزیر، فلاں گورنر، فلاں کمشنر صاحب کے رشتہ دار ہوتے ہیں۔ حکام بالا اپنے اثر سے سب کچھ کرا لیتے ہیں اور امانت و قوت سے متصف اور اہل تر افراد کبھی ان عہدوں پر سرفراز نہیں ہو پاتے۔ اس سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک فرمان شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے "من ولی من امر المسلمین شیئا فولی رجلا لمودہ اوقرابۃ بینھما فقد خان اللہ ورسولہ والمسلمین" (السیاستہ الشرعیہ لابن

تیمیہ ص ۳ و سیرت عمر لابن الجوزی ص ۶۷) یعنی مسلمانوں کے امیر نے اپنے زمانہ اقتدار میں کسی آدمی کو صلاحیت و اہلیت دیکھے بغیر محض دوستی یا رشتہ داری کے تعلق کی بنا پر کوئی عہدہ سپرد کر دیا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول اور جمیع اہل اسلام کے ساتھ خیانت کی۔ بوجہ قرابت وغیرہ نا اہل عمال کی نامزدگی بلاشبہ علامت قیامت کے علاوہ دنیا کے لیے ایک مستقل قیامت ہے۔ جگر مراد آبادی نے کیا خوب لکھا ہے

جب تک کہ غم انسان سے جگر انسان کا دل معمور نہیں
جنت ہی سہی دنیا لیکن جنت سے جہنم دور نہیں
ارباب ستم کی خدمت میں اتنی ہی گذارش میری ہے
دنیا سے قیامت دور سہی دنیا کی قیامت دور نہیں

اسی طرح ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی اس طرح ہے من ولی من امر المسلمین شیئا فامر علیہ احدا محاباۃ فعلیہ لعنۃ اللہ لا یقبل عنہ صرفا ولا عدلا حتی یدخلہ جہنم" (مسند احمد جلد اول ص ۳۲ مطبوعہ مصر تعلیق علامہ احمد محمد شاکر)

یعنی جس شخص کو مسلمانوں کا امیر اور والی بنایا جائے۔ پھر اس والی نے کسی عہدہ پر کسی نا اہل کو بٹھایا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ نہ اس کا فرض قبول ہو گا نہ نفل۔ یہاں تک کہ اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حکام اعلیٰ و افسران بالا پر لازم ہے کہ قومی امانتوں اور عہدوں کو ان افراد کے سپرد کریں جو امانت و دیانت اور قوت و قابلیت سے متصف ہوں۔ جو لاپروائی سے اپنے ان فرائض کا صحیح استعمال نہ کریں گے ان کے اعمال و فرائض نہ قبول ہوں گے اور نہ ان کو جنت کا دخول نصیب ہو گا۔ اسی وجہ سے جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ کسی کو خلیفہ و امیر نامزد کر کے تشریف لے جائیے تو فرمایا' کہ میں مختلف اکابر صحابہ کو دیکھتا ہوں تو پوری اہلیت کسی میں نہیں پاتا اس لیے مسلمان باہمی مشورہ کر کے کسی کو خود منتخب کر لیں گے۔ پھر لوگوں نے کہا

کچھ تو فرمائیے کہ ہم اندازہ کر سکیں کہ آپ کی رائے کیا ہو سکتی ہے۔ تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ کو مخاطب کر کے اس طرح فرمایا "واللہ مایمنعنی ان استخلفک یا سعد الاشدتک وغیظتک ومع انک رجل جرب" کہ اے سعد میں تمہارے لیے عہدہ خلافت سے گریز نہ کرتا کیوں کہ تم کامیاب سپہ سالار ہو۔ مگر تمہاری سختی اور درشت مزاجی کا مجھے ڈر ہے۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا تمہیں اس وجہ سے خلافت کے لیے نامزد نہیں کرتا کہ امت محمدیہ میں تم بہت بڑے قاہر و جابر ہو پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمہیں خلیفہ نہیں بنا سکتا کہ تم خوشی و مسرت کی حالت میں تو پورے مومن ہو لیکن غصہ اور ناراضگی میں حد اعتدال سے نکل جاتے ہو۔ پھر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ طلحہ کے خلیفہ بنانے میں مجھے تامل نہ ہوتا مگر ان میں نخوت و کبر حد سے زیادہ ہے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "وما یمنعنی منک یا عثمان الا عصبیتک و حبک لقومک واھلک" مجھے آپ کو خلیفہ بنانے میں کچھ عذر نہ ہوتا مگر آپ کی عصبیت و محبت کا علم ہے۔ جو آپ کو فطرۃ " اپنے خاندان اور متعلقین کے بارے میں ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا "ومایمنعنی منک یا علی لاحرحبک علیھا" یعنی آپ کو خلیفہ بنانے میں مجھ کو کچھ تکلف نہ تھا مگر محض اس لیے آپ کو نامزد نہیں کر سکتا کہ آپ اس عہدہ کے طالب ہیں۔ (الامامۃ والسیاسۃ جلد اول ص ۲۴)

اس واقعہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ دوربین اور بصیرت و فراست کی داد دینی پڑتی ہے۔ تاریخ اسلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دور بینی کو حرف بہ حرف صادق کر دکھایا ہے۔ اس واقعہ سے صحابہ کرام کے قلوب کی صفائی اور آزادی ضمیر کی حقیقت بھی خوب روشن ہے کہ کس طرح فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کا عیب و ہنر ان کے سامنے رکھ دیا اور کسی نے برا نہ مانا۔ ساتھ ہی اس حقیقت کبریٰ پر بھی پوری روشنی

پڑتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ و امیرالمومنین کے عہدہ کے لیے صحابہ کرام کی صفات پر کس طرح نظر رکھتے تھے۔ اور جب کسی کو اپنی شرائط کے اعتبار سے آپ نے جامع و کامل نہ دیکھا تو امیر و خلیفہ بنانے سے گریز فرمایا۔ تا کہ بروز محشر ان پر اس کی کچھ ذمہ داری نہ رہے۔

علامہ ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدایا اگر ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ بنا سکتا تھا۔ کیونکہ تیرے نبی نے ان کو امین الامت کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔ یا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ بنا سکتا تھا۔ کیونکہ ان کو تیرے نبی نے سرتاج علماء قرار دیا ہے۔[1] یا خالد زندہ ہوتے تو ان کو خلیفہ بنا دیتا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سیف من سیوف اللہ فرمایا ہے۔ (الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۲۳)

بہر حال عہدے اور مناصب قومی امانت ہیں اور پورے امین و دیانت دار اور با صلاحیت افراد کو ہی عہدوں پر سرفراز کرنا لازم ہے۔

----------۱----------

اہل شخص کا انتخاب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے گھوڑے کا بھاؤ کیا اور طے شدہ دام دینے سے قبل اس پر سوار ہوئے تا کہ اس کو آزما کر دیکھیں کہ گھوڑے کی چال اور حیثیت کیا ہے؟ تھوڑی ہی دیر میں گھوڑا تھک کر درماندہ ہو گیا اور کچھ چوٹ کھا کر داغدار ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کے مالک سے کہا کہ

---

(۱) اصابہ میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ان کو اس لیے نہیں معزول کیا ہے کہ وہ اس عہدہ کے نااہل تھے۔ بلکہ مال غنیمت کو وہ اہل لشکر میں بلا حساب کتاب تقسیم کر دیتے تھے اور حسابات کی تفصیل صدر دارالخلافہ کو نہیں بھیجتے تھے۔ جب ان کو اس کی طرف توجہ دلائی گئی تو بھی لاپرواہی اختیار کی اور لکھا کہ میں اسی آزادی سے کام کروں گا۔ ورنہ مجھ سے عہدہ لیجئے (اصابہ ج ۱ ص ۴۴)

تم اسے لے جاؤ ایسے گھوڑے کی ہمیں ضرورت نہیں تھی جو اتنی جلدی تھک ہار جائے۔ اس نے کہا نہیں میں تو آپ سے دام لوں گا۔ گھوڑے کا معاملہ آپ سے طے ہو چکا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو پھر کسی کو ثالث بناؤ۔ وہ جو فیصلہ کر دیں ہم دونوں مان لیں۔ اس نے کہا تو پھر شریح کو قاضی مان لیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تسلیم کر لیا۔ جب معاملہ حضرت شریح کے سامنے پیش ہوا تو حضرت شریح نے کہا "یا امیرالمومنین خذ بما ابتعت اورد کما اخذت" یا تو ان داموں میں آپ لے لیجئے جتنے داموں میں آپ نے خریدا تھا یا جس طرح تازہ دم اور بے عیب لیا تھا اسی طرح واپس کر دیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس فیصلہ کو بے حد پسند فرمایا۔ اور اسے منصفانہ فیصلہ قرار دیا۔ اس وقت آپ کو خیال ہوا کہ ایسے منصف اور سمجھدار شخص کو جو کسی کی رو رعایت نہ کرے قاضی بنانا چاہیے۔ چنانچہ ان سے اسی وقت کہا کہ آپ کو میں نے کوفہ کا قاضی مقرر کر دیا۔ کوفہ تشریف لے جا کر اپنے فرائض منصبی کو انجام دیجئے۔ (کتاب الجرح والتعدیل قسم اول جلد ۲ ص ۳۳۳)

حضرت شریح ایسے با دیانت اور منصف حاکم تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک برابر آپ ہی قاضی ہوتے چلے گئے' بلکہ عبدالملک کے زمانہ میں بھی قاضی رہے لیکن جب عبدالملک نے حجاج کو حاکم بنا دیا تو اس وقت آپ مستعفی ہو گئے۔

(اصابہ جلد ۲ ص ۱۴۴ و تہذیب الاسماء جلد اول ص ۲۴۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منتخب کردہ اشخاص ایسے اہل اور لائق ثابت ہوئے کہ پورے دور خلافت راشدہ تک سند قبول پاتے گئے۔

---------۲----------

ایک بار مدینہ منورہ میں ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نماز صبح کے بعد لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے منع کر دیا۔ تو اس نے کہا کہ آپ مجھ کو وعظ و نصیحت جیسے سرتاپا خیر کام سے منع کرتے ہیں فرمایا میں تجھے اس کا

اہل نہیں سمجھتا۔ تیرے متعلق مجھے شبہ ہے کہ تو وعظ کہنے کے بعد پھول کر کپا ہو جائے گا۔ اور ثریا کو چھو لینے کی کوشش کرے گا۔ (احیاء العلوم جلد ۳ ص ۳۱۷)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو وعظ سے اس لیے روک دیا کہ اس میں وعظ کے ذریعے جاہ طلبی اور شہرت طلبی کا مادہ فاسد آپ نے محسوس کیا۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا شخص دین کے معاملہ میں اخلاص و تقویٰ کے لحاظ سے نااہل تھا۔

---------- ۳ ----------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس طرح شریح کو قاضی بنایا اسی طرح کعب بن سور کو بھی قاضی بنایا۔ اس انتخاب کا قصہ یہ ہے کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت یہ واقعہ لے کر آئی کہ میرے شوہر رات بھر قیام کرتے ہیں اور دن بھر روزہ رکھتے ہیں۔ خدا کا کام کرتے ہیں مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پوری طرح معاملہ کی تہ تک نہ پہنچے۔ آپ کے ساتھ حضرت کعب بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے کچھ خیال کیا یہ اپنے شوہر کی شکایت کر رہی ہے کہ نماز روزہ میں رات دن مشغول رہ کر میرا شوہر حق زوجیت کو بالائے طاق رکھے ہوئے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا تم فیصلہ کرو۔ پھر کیا ہونا چاہیے۔ کعب نے کہا عورت کو اپنے شوہر کے ساتھ چوتھے دن معاشرت کا حق ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ یہ مسئلہ کیسے نکلا؟ کعب نے کہا اللہ نے ہر فرد کے لیے چار عورتیں حلال کی ہیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔ تو ایک ایک رات سب کے پاس گزارے۔ اس طرح چوتھے ہی دن ایک عورت کا حق نکل سکتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس استنباط کو بہت پسند کیا اور بصرہ پر قاضی بنا کر بھیج دیا۔

(الاصابہ جلد ۳ ص ۲۹۷)

---------- ۴ ----------

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے چال ڈھال اور رفتار و گفتار کو دیکھ کر حضرت عمر

رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کے انداز گواہی دیتے ہیں کہ ان کو زمین پر ایک دن بھی ایسا گزارنا مناسب نہیں جس میں کسی علاقہ پر امیر نہ ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فلسطین پر امیر بنا کر بھیج دیا اور فتوحات شام میں آپ لشکر کے امیر تھے۔ قنسرین، حلب، انطاکیہ وغیرہ آپ کی فتوحات میں سے ہیں۔ آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مصر کا گورنر بنا دیا۔ (الاصابہ جلد ۳ ص ۳۰۲)

امیر عادل کا مقام کسی والی، امام یا سلطان کے لئے سب سے بڑی صفت عدل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے احب الخلق الی اللہ امام عادل و ابغضهم الیه امام جائر (السیاستہ الشرعیہ ص ۱۱) یعنی خدا کے نزدیک سب سے محبوب انسان امام عادل ہے۔ اور سب سے زیادہ قابل نفرت انسان ظالم امام ہے، ایک اور روایت میں ہے کہ امام عادل کا ایک دن ساٹھ سال کی عبادت پر بھاری ہے۔ (الحسبتہ فی الاسلام لابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ص ۶)

اگر امیر و سلطان نے اپنی رعایا کے معاملات میں عدل و انصاف سے کام لیا اور رعایا کو خوش و مطمئن رکھا تو اسے عرش الٰہی کا سایہ نصیب ہو گا۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سبعة یظلهم الله فی ظله یوم لا ظل الا ظله امام عادل (الحدیث) یعنی سات طرح کے آدمی ہوں گے جن کو عرش الٰہی کا سایہ ملے گا۔ جب کہ اس سایہ کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہو گا۔ ان میں سے ایک امام عادل منصف بادشاہ ہے۔ (احیاء العلوم جلد ۲ ص ۱۵۷ والسیاستہ الشرعیہ ص ۱۱)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں "الله ینصر الدولة العادلة وان کانت کافرة ولاینصر الدولة الظالمة ولو کانت مومنة" (الحسبتہ فی الاسلام ص ۴) یعنی اللہ تعالیٰ حکومت عادلہ کی مدد کرتا ہے خواہ حکومت اہل کفر کی ہو اور ظالم حکومت کی مدد نہیں کرتا خواہ وہ مسلمان کی ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ امیر عادل کو ہمیشہ خدا کی مدد حاصل رہے گی۔

---1---

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی گوناگوں خصوصیات اور عادلانہ صفات کی وجہ سے خلیفہ منتخب ہو گئے تو آپ نے ہر جگہ عادل اور امانت دار حکام کی تقرری کی۔ چنانچہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو شعبہ مالیات کا منتظم مقرر فرمایا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو محکمہ قضا کا منصب سپرد کیا۔ لیکن نظم و نسق میں ہر جگہ عمال نے وہ عدل اختیار کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سال بھر میں دو شخصوں کا بھی جھگڑا نہ پہنچتا۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں فمکث عمر سنۃ لایاتیہ اثنان ولا یقضی بین اثنین" (منتخب کنزالعمال جلد ۲ ص ۱۷۳ بحوالہ بیہقی) یعنی پورے سال میں حضرت عمر کے پاس دو شخصوں کا بھی دعویٰ نہ پہنچا اور دو شخص بھی کوئی شکایت لے کر نہ آئے۔

---۲---

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا عادل و منصف اور رعایا کا محافظ و امین شخص پیش کرنے سے تاریخ عالم قاصر ہے۔ حدیث شریف کے بموجب آپ نے عہدوں کو قومی امانت سمجھ کر صرف ان لوگوں کے سپرد کیا جن کی دیانت' امانت اور صلاحیت کار پر آپ کو کامل وثوق ہوتا تھا۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حکومت کے عمال و عہدہ داران میں چار طرح کی خصوصیات کا ہونا ضروری ہے۔ (۱) قوت کے ہوتے ہوئے نرم دلی (۲) سخت مزاجی کے بغیر اصولی سخت گیری (۳) خرچ میں احتیاط و اعتدال لیکن بخل نہ ہو۔ (۴) سخاوت لیکن اسراف نہ ہو (منتخب کنزالعمال جلد ۲ ص ۴۳)

مطلب یہ کہ قوت اور کامل اقتدار ہوتے ہوئے نرم دلی کا مظاہرہ کرے اور اصول و قواعد اگرچہ سخت پابندی ہو مگر اس میں سخت مزاجی کا ظہور نہ ہو۔ خرچ میں ممکن کفایت و احتیاط مد نظر رکھے لیکن ایسا نہ ہو کہ بخیلی کے قریب ہو جائے۔ اسی طرح لوگوں کی معاونت و مساعدت میں طبیعت کو سخا پیشہ رکھے مگر اس طرح نہیں کہ مسرف و فضول خرچ بن جائے۔

---------۳---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حکام کے فرائض و اعمال کا احتساب فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک راستہ سے گزر رہے تھے۔ کسی نے پکار کر کہا کہ امیرالمومنین آپ کا کام دفعات کے مرتب کر دینے اور اصول دے دینے پر ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ آپ پر یہ بھی ذمہ ہے کہ آپ دیکھیں کہ آپ کے شرائط و ضوابط پر عمل ہو رہا ہے یا نہیں؟ عیاض بن غنم حاکم مصر نے دروازہ پر دربان مقرر کیا اور پہرہ بٹھا دیا ہے۔ اہل حاجت ان کے پاس بے تکلف نہیں پہنچ پاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ کو تحقیقات کے لیے مصر بھیجا اور شکایت کا ازالہ فرما دیا۔ (الخراج ص ۱۳۹ و ازالتہ الخلفاء)

---------۴---------

امام طاؤس یمینی راوی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا فرض اس پر ختم نہیں ہو جاتا کہ متدین حکام مقرر کر کے صرف ان کو عدل و انصاف کی تاکید کروں۔ بلکہ میرا یہ بھی ایک فرض ہے کہ میں دیکھوں "اعمل بما امرتہ ام لا" یعنی ہمارے حکام ہمارے اصول و شرائط پر کاربند ہیں یا نہیں؟ (منتخب کنزالعمال جلد ۲ ص ۱۴۴)

---------۵---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مختلف علاقوں سے مقامی لوگوں کو طلب فرماتے اور ان سے امیر کی صفات کے متعلق سوالات کرتے۔ مثلاً غلاموں کی عیادت و خبر گیری کا سوال' مسلمانوں کے جنازہ میں شرکت کرنے کا سوال' دربان و پہرہ دار مقرر کرنے کا سوال' حاجات و ضروریات کی تکمیل و تکفل کا سوال' نرم دلی یا سخت مزاجی کا سوال' اگر ان امور میں شکایت ثابت ہو جاتی تو فوراً ایسے حاکم کو معطل فرما دیتے۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۲ ص ۱۴۵)

---------۶---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ متدین حکام کا انتخاب اہل بلاد کے مشورہ سے بھی کرتے چنانچہ قاضی ابو یوسف نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ' بصرہ اور شام میں وصولی خراج کے لیے عمال کا تقرر کرنا چاہا تو دیانت دار اور قابل ترین افراد کے تقرر کے لیے صوبوں میں حکام روانہ فرمائے کہ وہاں کے لوگ اپنی پسند و انتخاب سے کسی اہل و لائق فرد کو نامزد کریں۔ چنانچہ اس فرمان کے مطابق کوفہ' شام' بصرہ کے لوگوں نے اپنے اپنے منتخب آدمیوں کو مدینہ بھیجا۔ (کتاب الخراج ص ۶۴)

ناخدا ترس اور غیر عادل حکام کی معزولی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاملات میں عدل و انصاف کا جہاں حکم دیا ہے وہیں یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص رعایا کے معاملات میں انصاف کا پہلو اختیار نہ کرے گا' اللہ تعالیٰ اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے گا۔ (مسند احمد جلد ۵ ص ۲۵)

---------- ۲ ----------

علامہ ابن قتیبہ دینوری نے اپنی کتاب میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا ایک خواب نقل کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں میدان محشر میں ہوں مجھ سے حساب لیا جا رہا ہے۔ ایک ایک گٹھلی اور ایک ایک رسی کا سوال کیا گیا۔ مجھے ڈر ہوا کہ نجات مشکل ہے۔ لیکن فضل ایزدی سے میرے متعلق اعلان کیا گیا کہ تم خوش ہو جاؤ۔ تم راہ راست پر تھے۔ میں چلنے لگا تو ایک ایسے شخص کے پاس سے گذرا جس کی بدبو سے سب لوگ پریشان تھے۔ میں نے سوال کیا کہ یہ کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ حجاج بن یوسف ہے۔ میں نے حجاج کو مخاطب کر کے پوچھا ما فعل اللہ بک یا حجاج" کہ اے حجاج تمہارے ساتھ خدا نے کیا معاملہ کیا؟ اس نے جواب دیا کہ ہر قتل کے عوض مجھے ایک بار قتل کیا گیا۔ لیکن سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے قتل کے عوض مجھے ستر بار قتل کیا گیا۔ پھر آپ نے پوچھا پھر آخری معاملہ کیا ہوا؟ اس نے کہا "انا ھھنا انتظر ماینتظر من وحد اللہ و امن برسولہ" کہ میں اس جگہ اسی امر کا منتظر ہوں جس کے منتظر کلمہ توحید اور ایمان بالرسول رکھنے والے ہیں۔ (البدایہ

والنہایہ جلد ۹ ص ۲۷۹ والامامۃ والسیاسۃ جلد ۲ ص ۱۳)

ان ہر دو واقعات سے ظالموں کی اخروی سزا اور خداوندی گرفت کا حال واضح ہے۔

---------۳---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو عامل میری رعایا پر کسی طرح کا ظلم کرے تو رعایا کا فرض ہے کہ مجھ سے اس کے ظلم کی رپورٹ کرے۔ اگر میں اس کو معطل نہ کروں تو پھر میں ہی ظالم ٹھہروں گا۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۴ ص ۴۲۰)

---------۴---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مختلف بلاد سے لوگوں کو طلب کر کے عاملوں کے بارے میں دریافت کیا کرتے تھے "کیف بابہ؟" یعنی اس کا دروازہ کیسا ہے؟ دروازہ پر دربان تو نہیں ہے کہ رعایا اپنی حاجات و شکایات کو اس تک نہ پہنچا سکے۔ پھر پوچھتے کہ وہ نرم دل' نرم مزاج اور ملائم طبع ہے یا نہیں؟ اگر کسی چیز میں شکایت ثابت ہو جاتی تو اس حاکم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً معطل کر دیتے۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۲ ص ۱۴۵)

---------۵---------

یعلیٰ بن امیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے یمن کے بعض علاقوں پر سرکاری افسر مقرر تھے۔ انہوں نے بطور خود کچھ زمین اور جاگیر اپنے لیے مخصوص کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس کی اطلاع آئی تو ان کو فوراً معزول کر دیا۔ (اصابہ جلد ۳ ص ۶۳۰)

---------۶---------

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے بچوں سے پیار و محبت کر رہے تھے۔ اسی اثناء میں آپ کا ایک عامل حاضر ہوا۔ اس نے آپ کے پاس بچوں کو دیکھا تو پوچھا یہ بچے کس کے ہیں فرمایا میرا بچہ ہے۔ اس نے کہا آج تک میں نے اپنے کسی بچہ کا بوسہ نہیں لیا اور نہ اس کو پیار کیا۔ فرمایا تم اپنے بچوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہو؟ اس نے کہا "اذا دخلت سکت الناطق" جب میں گھر میں داخل ہوتا ہوں تو میرے رعب

سے سمٹ سمٹا کر سب بچے خاموش ہو جاتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اعطنی جائزتک" مجھے اپنی سند گورنری واپس کر دو۔ اس نے کہا آخر مجھ سے قصور کیا ہوا؟ فرمایا "انت لا ترحم ولدک فکیف ترحم الناس" جب تم اپنے بچوں پر رحم و شفقت نہیں کرتے تو رعایا پر شفقت و ترحم کیا کرو گے۔ (منتخب کنزالعمال جلد ٦ ص ۴۳۵ و سیرت عمر رضی اللہ عنہ ص ۱۵ و مستطرف جلد اول ص ۱۲۶ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۴۱۷)

---------- ۷ ----------

ایک مرتبہ شام کے گورنر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو نہایت بیش قیمت اور معطر جوڑے زیب تن کر کے آئے۔ تمام صحابہ انکی شان بان دیکھ کر محو حیرت ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوڑا لے کر اٹھے اور ان پر چلا دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے رہے "یا امیرالمومنین فیم فیم؟" اے امیرالمومنین آپ مجھے کیوں مار رہے ہیں؟ صحابہ نے بھی سفارش کی کہ قوم کے ایک بہتر آدمی ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ اس میں گفتگو کی کیا ضرورت مجھے معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی غلط خبر نہیں پہنچی۔ معاملہ صرف اس قدر ہے کہ خوشبو دار تیل اور نفیس حلوں نے ان کا دماغ عرش پر پہنچا دیا تو میں نے چاہا کہ ذرا اس کو نیچے اتار دوں۔ (الاصابہ جلد ۳ ص ۴۱۴)

---------- ۸ ----------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عمال کے معاملہ میں کسی کی سفارش یا خوشامد کو پسند نہیں فرماتے۔ ایک بار آپ نے ایک افسر پر عتاب فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ نے ایک موقعہ سے پوچھا "فیم وجدت علیہ" آپ اس عامل پر کیوں خفا ہوئے تھے؟ فرمایا "یا عدوہ اللہ فیم انت؟ اے اللہ کی دشمن تجھے اس سے کیا سروکار؟ تمہیں ان امور میں دخل دینے کی کیا ضرورت؟ (سیرت عمر ص ۱۰۵)

---------- ۹ ----------

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جب کسی عامل کے متعلق شکایت ملتی یا بیت المال میں خیانت کی اطلاع پہنچتی تو اس کی برطرفی کا رقعہ لکھتے اور دوسرا عامل وہاں بحال کر دیتے اور آسمان کی طرف نظر اٹھا کر فرماتے اللھم انک تعلم انی لم امرھم بظلم خلقک الخ یعنی خدایا تو جانتا ہے کہ میں نے ان کو رعایا پر ظلم کرنے اور بیت المال کے حق میں نقصان کا حکم نہیں دیا تھا۔ اسی طرح بعض عمال کے پاس عبرت آموز خط لکھ کر ان کو معزول کرتے۔ ایک تحریر ملاحظہ ہو

رویداقد بلغت المدی بالمحل الذی یتمنی المضیع التوبہ والظالم المرجعۃ

ٹھہرو! اب تم اس حد تک پہنچ گئے ہو اور اس مقام پر آ گئے جہاں زیاں کار توبہ کی آرزو کرتا ہے اور جہاں ظالم رجوع کی خواہش کرتا ہے۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۵ ص ۵۸)

---------۱۰---------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں عادل و منصف اور متدین حکام جابجا متعین تھے اس کے باوجود آپ کی طرف سے یہ اعلان عام رہتا تھا من ظلمہ عامل فلیس علیہ منی اذن فلیاتنی یعنی جس کسی شخص پر ہمارے کسی عامل نے ظلم کیا تو اس کو چاہیے کہ میرے پاس داد رسی کے لیے آئے۔ کیونکہ میں نے کسی عامل کو ظلم کی اجازت نہیں دی ہے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۵۳)

---------۱۱---------

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بھی مختلف لوگوں سے اپنے عمال و حکام کے حالات کا پتہ لگایا کرتے تھے۔ جب کسی عامل کے متعلق رعایا کی تعریف اور خوشی معلوم کرتے تو خبر لانے والے سے کہتے الحمدللہ علی ذالک لو اخبرتنی بغیر ھذا العزلتھم ولم استعن بھم بعدا بدا۔ یعنی خدا کا شکر ہے لیکن اگر تم اس کے برعکس اطلاع دیتے یعنی عامل کی زیادتی اور رعایا

کی بے اطمینانی کی خبر ملتی تو میں ایسے عامل کو فوراً معزول کر دیتا اور پھر اس کو اپنی حکومت میں آئندہ کوئی عہدہ نہ دیتا۔ (کتاب الخراج ص ۱۴۲ و احیاء العلوم جلد ۲ ص ۱۱۲)

---------۱۲---------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب خلیفہ ہوئے تو سب سے پہلے مصر کے عامل "اسامہ بن زید تنوخی" کو معزول کر کے مصر کے قید خانہ میں مقید کر دیا۔ اسی طرح افریقہ کے یزید بن ابی مسلم کو معزول کر دیا۔ یہ شخص بھی بڑا ظالم تھا۔ بحالت ظلم سبحان اللہ، الحمدللہ پڑھا کرتا تھا اور جو شخص اس کے سامنے سزا یاب ہوتا اس کے متعلق جلادوں سے کہا کرتا تھا شد یا غلام موضع کذا کذا۔ اس کے فلاں فلاں جوڑ کو سختی سے باندھو۔ (سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۳۵)

---------۱۳---------

رعایا پر عادل و متدین حکام کے تقرر کا لحاظ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اس درجہ تھا کہ ایک بار آپ نے ایک شخص کو اپنا عامل مقرر کیا پھر کسی سے یہ اطلاع ملی "ھذا کان عاملا للحجاج" کہ یہ شخص حجاج بن یوسف جیسے مشہور سفاک کا عامل رہ چکا ہے۔ آپ نے اس کو فوراً معزول کر دیا۔ اس نے بہت کہا کہ میں نے حجاج بن یوسف کے یہاں بہت ہی تھوڑے دنوں تک کام کیا ہے۔ آپ نے پھر بھی اسے قبول نہ فرمایا اور کہا حسبک لصحبتہ یوما او بعض یوم شرا و شوما (احیاء العلوم ج ۲ ص ۱۴۱) یعنی میرے نزدیک ایک دن یا آدھا دن کی اس کی صحبت نحوست و بد نصیبی کے لیے کافی ہے۔ بہر حال حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کو معزول کر دیا کیونکہ ظالمانہ صحبت کے اثر سے رعایا پر اس کے ظلم و سخت گیری کا آپ کو اندیشہ تھا۔

---------۱۴---------

ایک بار موسم حج میں خلیفہ ولید بن عبدالملک نے حجاج کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجنا چاہا تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے خلیفہ کو لکھا کہ حجاج کو حکم نامہ بھجوایا جائے کہ وہ

مدینہ سے ہو کر نہ گذرے۔ خلیفہ نے لکھ دیا کہ تم جب مکہ مکرمہ موسم حج کے موقعہ پر جانا مدینہ تو ہو کر نہ جانا کیونکہ عمر بن عبدالعزیزؒ مدینہ ہی میں ہیں اور وہ تمہارا وہاں آنا پسند نہیں کرتے ہیں۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ص ۲۴)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو ظالم کے سایہ سے بھی پرہیز تھا۔

---------- ۱۵ ----------

رعایا کی شکایات براہ راست سننے کے خیال سے کبھی اپنے دروازہ پر دربان و پہرہ دار مقرر نہیں کیا۔ اگرچہ شروع میں کچھ دنوں تک دربان کا سلسلہ تھا۔ لیکن خود آپ کے دربان کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے موذن خاص حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس پہنچے تو میں نے اجازت کے بعد ان کو اندر جانے دیا۔ اس وقت انہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ایک حدیث سنائی۔ جس میں مسلمانوں کی حاجات کے ورے دربان رکھنے کی مذمت بیان کی تھی امیرالمومنین نے اس حدیث کو سنتے ہی مجھے بلایا اور فرمایا بھائی اب تم اپنے گھر جاؤ۔ اس کے بعد سے آپ کی پوری مدت خلافت میں پھر کوئی دربان مقرر نہیں ہوا۔ (مستطرف جلد اول ص ۹۲)

---------- ۱۶ ----------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ ہر شخص کی حاجات میرے سامنے بے تکلف پیش ہوں' اور بقدر وسعت ہر شخص کی ضروریات کا انتظام ہو۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۴۱)

سبحان اللہ کیسے تابع سنت کیسے مطیع رسالت اور رعایا کے حق میں کیسے عادل و منصف اور کیسے محسن تھے۔

---------- ۱۷ ----------

ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنے غلام مزاحم کے ساتھ شام کے سفر پر جا

رہے تھے راستے میں مدینے آتا ہوا ایک آدمی ملا۔ اجنبی بن کر اس سے اہل مدینہ کا حال پوچھا۔ اس نے بتایا مدینہ میں ظلم کا ہاتھ ٹوٹا ہوا ہے۔ مظلوم کا ہاتھ قوی ہے۔ مالدار مالا مال ہے۔ صاحب عیال خوش حال ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز خوش ہوئے کہنے لگے خدایا ایسا ہی سب شہروں کا حال ہو۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ص ۱۳۵)

----------۱۸----------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خطوط کے ذریعہ برابر اپنے عمال کو خلق خدا کے معاملہ میں عدل و انصاف کرنے اور آخرت کی ذمہ داریوں کو سامنے رکھنے کی تاکید فرمایا کرتے۔ نیز لکھتے کہ حکومت اور رعایا کے درمیان تم خیر خواہانہ زندگی بسر کرو۔ دونوں کے ہی خواہ رہو۔ رعایا کی عزت و آبرو کا خیال رکھو۔ تم خوش ہو یا غضب ناک دونوں حالتوں میں اپنے نفس پر قابو رکھو۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ مولفہ ابن عبدالحکیم ص ۲۱۴)

ان تمام احادیث و آثار صحابہ اور خلفاء راشدین کے تاریخی واقعات سے اچھی طرح واضح ہوا کہ نظام سلطنت کے قیام و بقاء کے لیے ضروری ہے کہ خدا ترس، امانت دار، رحم دل، شفیق و منصف اور عادل حکام رعایا پر مقرر کئے جائیں۔ تا کہ رعایا راضی و مطمئن ہو کر سلطنت کی بقا و پائیداری کے لیے مخلصانہ طور پر دعا گو رہے اور اپنی وفاداریوں و قربانیوں کی پیش کش بیش از بیش کر سکے۔

----------۱----------

عادل بادشاہ کا مقام و مرتبہ محدث ابو نعیم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لعمل الامام العادل فی رعیته یوما افضل من عمل العابد فی اهله خمسین عاما" یعنی امیر وقت کا اپنی رعایا کے معاملہ میں ایک دن عدل و انصاف سے بسر کرنا درجہ میں اس عمل سے بڑھ کر ہے جو عابد اپنے بال بچوں میں رہ کر پچاس برس تک عبادت کرنے سے حاصل کرتا ہے۔ (السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہؒ ص ۱۱ و مستطرف جلد اول ص ۱۰۰)

---------- ۲ ----------

محدث وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ جب امیروقت اپنی رعایا میں جور و ظلم کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی مملکت سے برکت اٹھ جاتی ہے۔ بازار' کھیت' باغات سب جگہ مظالم کا دور دورہ ہو جاتا ہے اور جب عدل و انصاف رائج کرنا چاہتا ہے تو ہر جگہ رونق اور برکت نازل ہوتی ہے۔ حضرت ولید بن ہشام نے فرمایا ان الرعیۃ لیصلح بصلاح الوالی وتفسد بفسادہ (مستطرف جلد اول ص ۱۰۲)

رعایا کی صلاح اور فلاح کا دارومدار امیروقت کے صالح و عادل ہونے پر ہے اور رعایا کی بربادی امیروقت کی فساد نیت سے متعلق ہے۔

---------- ۳ ----------

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں ان اللہ یقیم الدولۃ العادلۃ وان کانت کافرۃ ولا یقیم الظالمۃ وان کانت مسلمۃ (السیاستہ الشرعیہ)

کہ اللہ تعالٰی دولت عادلہ کو قائم رکھتا ہے اگرچہ وہ کافر ہو اور ظالم حکومت کو پنپنے نہیں دیتا اگرچہ وہ مسلمان کی ہو۔

---------- ۴ ----------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ سب مال و زر تمام اطراف و جوانب سے پوری دیانت داری سے اس لیے کھنچا چلا آ رہا ہے کہ "انک عففت فعفت الرعیۃ" یعنی آپ کی نیت پاک و صاف ہے تو آپ کی رعایا کی بھی نیت پاک و صاف ہے۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۴ ص ۳۹۱)

---------- ۵ ----------

ایک عبرتناک واقعہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک بادشاہ اپنی مملکت میں سیر کو نکلا۔ ایک رات گمنام ہو کر ایک شخص کے یہاں ٹھہرا جس کی گائے کا دودھ تین گایوں کے برابر تھا۔ بادشاہ نے اپنے دل میں ارادہ کر لیا کہ ہم اسے لیں گے۔ دوسرے دن صبح کو وہ دوہنے بیٹھا تو آدھا دودھ بھی نہ نکلا۔ بادشاہ نے

تعجب کرتے ہوئے پوچھا آج دودھ گھٹ کیوں گیا؟ کیا روزانہ جہاں چرتی تھی کل وہاں چرنے کے لیے نہیں گئی تھی؟

اس نے کہا نہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ "ان ملکنا راھا او وصلہ خبرھا فھم باخذھا فنقص لبنھا فان الملك اذا ھم بالظلم ذھبت البرکۃ" "یعنی ہمارے بادشاہ نے اس کو کسی طرح دیکھ لیا ہے' یا اسے اس کی اطلاع ہو گئی ہے اور اس نے اسے لینے کا ارادہ کر لیا ہے اسی لیے دودھ گھٹ گیا۔ کیونکہ بادشاہ جب ظلم کا ارادہ کرتا ہے تو برکت اٹھ جاتی ہے۔ بادشاہ نے اسی وقت دل میں توبہ کی اور خدا سے عہد کیا کہ آئندہ کبھی اپنی کسی رعایا کی چیز کو نظربد سے نہ دیکھوں گا۔ پھر دوسرے دن بادشاہ نے اپنی اس پاک نیت کا اثر دیکھ لیا کہ حسب معمول گائے تین گایوں کے برابر دودھ دینے لگی۔ (المستطرف جلد اول ص ۱۰۲)

---------- ۶ ----------

سید ابوبکر طرطوشی نے اپنی کتاب سراج الملوک میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ سرزمین مصر میں کھجور کا ایک درخت تھا۔ جس سے سالانہ دس اروب کھجور ملتا تھا۔ حالانکہ دوسرے درختوں میں پانچ اروب کھجور بھی نہ پھلتا تھا۔ سلطان مصر نے اس درخت کو بحق سلطان ضبط کر لیا تو مصر میں مشہور ہو گیا کہ اس سال اس عظیم درخت میں کھجور کا ایک دانہ بھی نہ پیدا ہوا۔ (المستطرف جلد اول ص ۱۰۲)

---------- ۷ ----------

علامہ شہاب الدین ابوالفتح متوفی ۸۵۰ھ نے ان واقعات کے تحت کیا خوب لکھا ہے وھکذا تتعدی سوائر الملوك وعزائمھم ومکنون ضمائرھم الی الرعیۃ ان خیرا فخیروان شرا فشر بادشاہوں کے خیالات کا اثر رعایا کے جان و مال پر لازم ہوتا ہے۔ مثل مشہور ہے الناس علی دین ملوکھم یعنی لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں۔ (مستطرف جلد اول ص ۱۰۲)

---------- ۸ ----------

یہی علامہ شہاب الدین لکھتے ہیں کہ اصحاب تواریخ نے نقل کیا ہے کہ حجاج کے زمانہ میں جب لوگ ایک دوسرے سے ملتے تھے تو یہی پوچھتے تھے کہ کل کس کو قتل کیا گیا؟ کس کو سولی پر لٹکایا گیا؟ کس پر کوڑے لگے؟ کس کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے؟ جب ولید بن ہشام کا زمانہ آیا تو چونکہ یہ مکانات و باغات کا شوقین تھا اس لیے رعایا میں عام چرچا انہیں چیزوں کا رہتا تھا۔ تم نے کون سا مکان بنوایا؟ کونسا باغیچہ لگایا؟ کہاں نہر جاری کی؟ وغیرہ۔

جب سلیمان بن عبدالملک کا زمانہ آیا تو یہ چونکہ بڑا عاشق مزاج اور لذت پرست تھا۔ اس لیے رعایا میں بھی یہی شوق پیدا ہوا۔ جب لوگ آپس میں ملتے تو اس کے متعلق سوالات کرتے کہ تمہارے یہاں کیا پکا ہے؟ فلاں کھانا کس طرح پکاتے ہیں؟ میں نے تو فلاں حسینہ سے نکاح کیا ہے؟ فلاں مغنیہ کی یہ قیمت ہے اور فلاں حسینہ تو فلاں کے پاس ہے وغیرہ۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ آیا تو ان کے زہد و عبادت اور خدا ترسی کا تمام رعایا پر اثر پڑا۔ ان کے عہد کے لوگ آپس میں اس طرح سوال کرنے لگے کہ آپ کو قرآن کی کتنی سورتیں یاد ہیں؟ رات میں آپ کتنا وظیفہ پڑھتے ہیں؟ قرآن کتنے دن میں ختم کرتے ہیں؟ آپ کا معمول مہینہ میں کتنے دن روزہ کا ہے۔ (مستطرف جلد اول ص ۱۰۳)

---------۹----------

مورخ مسعودی و صاحب اشہر مشاہیر الاسلام لکھتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں دولت خدا داد میں وسعت اختیار کی۔ اور اپنے اہل و عیال کے لیے مختلف قیمتی محلات اور پتھر و چونا کی مضبوط عمارتیں تیار کرائیں' جن کے دروازے ساج و عرعر اور مضبوط و خوشبو دار درختوں کے بنوائے۔ اور بہت سے باغیچے اور زمینیں و چشمے خریدے تو عام دولت مند صحابہ میں یہی روش چل پڑی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بصرہ' کوفہ' مصر اور اسکندریہ وغیرہ میں اپنی کوٹھیاں بنوائیں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ و کوفہ وغیرہ میں مضبوط و پختہ کوٹھیاں تیار کرائیں اور

عراق میں اتنی زمین خریدلی کہ ایک ہزار دینار کا اوسط غلہ روزانہ ملتا تھا اسی طرح زید بن ثابت' عبدالرحمٰن بن عوف' سعد بن ابی وقاص وغیرہ اجلہ صحابہ نے بھی باغات خریدے۔ آراضی کی وسعت اور مکانات کی تعمیر میں کافی دلچسپی دکھلائی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک عالی شان مکان تعمیر کرایا جو بہت بلند و بالا اور کئی منزلہ تھا۔ نہایت کشادہ اور پر فضا واقع تھا۔ مورخ مسعودی اور صاحب اشہر المشاہیر لکھتے ہیں کہ "واخذ کبار الصحابه فی ذلک بمذهبه وانهم بنوا الدور وشیدوا القصور' ترکوا اموالا وضیاعا کثیرة (مروج الذہب للمسعودی جلد ۲ ص ۳۴۱'۳۴۲ واشہر مشاہیر الاسلام جلد اول جز ۴ ص ۸۴۸)

یعنی تمام بڑے بڑے صحابہ حضرات حضرت عثمان کی روش پر چل پڑے۔ تمام اہل دولت صحابہ نے عمدہ و پختہ مکانات بنوائے اور بہت زمین و جائیدادیں خریدیں' مال و دولت بھی خوب پیدا کیا۔

بہر حال یہ حقیقت ہے کہ رعایا پر امراء و سلاطین کے عزائم و اطوار کا خاطر خواہ اثر پڑتا ہے۔ بنا بریں امراء و سلاطین اور وزراء سلطنت و ارکان دولت کو رعایا کے معاملات میں ظلم و ستم کے عزائم سے پاک صاف رہنا چاہیے ورنہ سلطنت کی رونق اور آبادی زوال پذیر ہو گی اور مملکت کی آب و تاب اور برکت ختم ہو جائے گی۔

عادلانہ منصفانہ انتظامات

اور اس کے فیوض و برکات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جس قدر رعایا کے معاملات میں عدل و انصاف کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے اور رعایا کو پر امن اور آرام و راحت سے رکھنے کا جس قدر پاکیزہ نیتی سے اہتمام برتا گیا' اس کا ایک ادنیٰ اثر یہ تھا کہ رعایا خوش حال و مطمئن تھی اور بیت المال خراج' جزیہ اور عشر و زکوٰۃ کی رقموں سے بھرپور تھا۔ انتہائی رعایت کے ساتھ زمینوں پر لگان مقرر تھا۔ بایں ہمہ سواد عراق سے دس کروڑ سے اوپر خراج وصول ہوا اور بعد میں جب ہر طرح کا ظلم و ستم توڑا گیا تو حجاج کا زمانہ آتے آتے یہ رقم دو کروڑ تک ہو گئی۔ کسی نے کیا خوب لکھا ہے۔

ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں
ناؤ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں

---------۲---------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرمایا کرتے تھے کہ حجاج پر خدا کی لعنت ہو کم بخت کو نہ دین کی لیاقت تھی نہ دنیا کی۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عراق کی مال گذاری دس کروڑ بیس لاکھ درہم وصول کی اور حجاج کے زمانہ تک یہ رقم گھٹتے گھٹتے دو کروڑ آٹھ لاکھ ہو گئی۔ (ازالۃ الخفاء بحوالہ تاریخ مقریزی و مستطرف جلد اول ص ۱۰۱ و سیرت عمر رضی اللہ عنہ لابن الجوزی ص ۵۲)

---------۳---------

اس سلسلہ میں علامہ شہاب الدینؒ محلی متوفی ۹۵۰ھ لکھتے ہیں کہ جب عمر بن عبدالعزیز کا سراپا عدل زمانہ آیا تو عراق کا خراج پھر بڑھنے لگا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں

ارتفع فی السنہ" الاولی الی ثلثین الف الف و فی الثانیہ" الی

ستین" یعنی پہلے سال تیس لاکھ اور دوسرے سال ساٹھ لاکھ کا اضافہ ہوا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا "ان عشت لابلغته الی ما کان فی ایام امیرالمومنین عمر بن الخطاب یعنی اگر میں زندہ رہا تو سرزمین عراق کا خراج اس حد تک پہنچا دوں گا جس حد تک عمر فاروق کے عادلانہ زمانہ میں تھا۔ (المستطرف جلد اول ص ۱۰۱)

---------۴---------

حضرت ابوعبیدہ بن جراح مملکت شام میں جب ایک زمانہ تک رہ کر فتوحات کا سلسلہ وسیع سے وسیع تر فرما چکے تھے تو ان سے شام کے دولت مندوں نے عرض کیا کہ ہمارے گھوڑوں اور غلاموں کا صدقہ قبول کیا جائے۔ چونکہ گھوڑوں اور غلاموں پر زکوٰۃ عائد نہیں ہے "لیس علی المسلم صدقه فی عبده ولا فرسه" اس لیے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے انکار کر دیا۔ مگر اہل شام کا اصرار جاری رہا۔ اور پھر وہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو اپنے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ پیش کرنے لگے' انہوں نے پھر انکار کر دیا اور صورت حال سے دوبارہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مطلع کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر یہ لوگ دلی جذبہ سے دینا چاہتے ہیں تو لے لو اور ان کو فقراء و مساکین میں تقسیم کر دو۔ (کتاب الاموال ص ۴۶۰' موطا امام مالک جلد ۲ ص ۲۱ و موطا امام محمد ص ۱۴۵)

---------۵---------

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے یمن کے حاکم تھے ان کو حضرت ابوبکر صدیق کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی صوبہ یمن پر بحال رکھا۔ بتدریج وہاں کی رعایا اس قدر دولت مند ہو گئی کہ یمن میں کوئی زکوٰۃ لینے والا باقی نہ رہا۔ علامہ ابو عبید لکھتے ہیں کہ جب پہلے سال حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کے پاس زکوٰۃ کا ایک ثلث مرکزی بیت المال میں بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو لکھا کہ وہاں کی دولت وہاں کے فقراء و ضعفاء میں خرچ کرنی چاہیے۔ انہوں نے

جواب دیا "وما بعثت الیک بشیئی وانا اجد من یا خذہ منی" کہ اگر اس رقم کے لیے محتاج ملتے تو میں آپ کے پاس اس فاضل تحویل کو نہ بھیجتا۔ دوسرے سال بھی یہی قصہ پیش آیا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یمن کی نصف زکوٰۃ مرکزی بیت المال میں بھیجی۔ پھر وہی اعتراض فاروق اعظم کی طرف سے کیا گیا۔ جب تیسرا سال آیا تو حضرت معاذ نے صوبہ یمن کی پوری زکوٰۃ اور مکمل عشر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر اعتراض کیا تو جواب دیا۔ "ماوجدت احدا یا خذہ منی شیئا" مجھے کوئی بھی ایسا نہ ملا جو اس مال سے ذرا بھی لینا چاہتا ہو۔ یعنی حاجت مند اور مساکین باقی نہ رہے تو میں کس کو دیتا پس جب لینے والے ہاتھ نہ ہوں تو آخر کس کے ہاتھ دیا جائے۔ (کتاب الاموال ص ۵۹۶)

---------۶---------

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ایک بار بازار میں ایک شخص دودھ میں پانی ملا کر بیچنے لایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو سارا دودھ اس کے سر پر انڈیل دیا۔ اور شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قصہ ثابت ہے۔ لیکن سوال ہے کہ اس طرح ضائع کرنے کے مقابلہ میں اگر دودھ کو فقیروں میں خیرات کر دیتے تو زیادہ بہتر ہوتا اور زجر و تنبیہہ اس صورت میں بھی حاصل ہو جاتی۔ شیخ الاسلام اس کا جواب دیتے ہیں " وعمر اتلفہ لانہ کان یغنی بالعطاء فکان الفقراء عندہ فی المدینہ اما قلیلا و اما معدومین " (السیاسۃ الشرعیہ) یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے ناقص دودھ کو اس لیے تلف کر دیا اور فقراء کو نہیں دیا کہ دراصل فقراء نایاب و کمیاب تھے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بکثرت عطیات کے ذریعہ سب کو غنی بنا دیا تھا۔ شیخ الاسلام شیر پنجاب فاتح قادیان حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمہ اللہ اپنے بعض مواعظ میں ایک شعر پڑھا کرتے تھے جو دور خلافت پر بالکل منطبق ہے وہ شعر یہ ہے

آہ! وہ دور موافق کہ مسلمان کبھی

حشمت و شوکت و اقبال و غنا رکھتے تھے

---------- ۷ ----------

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں بھی وہ فراخی و دولت مندی تھی کہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ بروایت حسن بصری اور علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ بروایت انس بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کثر المال فی زمن عثمان حتی بیعت جاریۃ بوزنھا و فرس بماۃ الف و نخلۃ بالف درھم" یعنی ایک لونڈی چاندی کے ہم وزن بک گئی اور ایک ایک گھوڑا لاکھ لاکھ درہم میں بک گیا اور ایک ایک درخت ہزار ہزار درہم میں بکا۔ (الامامتہ والسیاستہ جلد اول ص ۲۷ واستیعاب جلد ۲ ص ۴۶۷)

---------- ۸ ----------

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ایک خطبہ میں عام اعلان فرماتے ہوئے سنا کہ لوگو' سونا' چاندی' درہم و دینار کے کمرہ میں جاؤ اور اپنا وظیفہ لو' پھر فرماتے کپڑوں اور حلوں کے کمرہ میں جاؤ اور وہاں سے اپنی ضرورت کے کپڑے لاؤ۔ پھر فرماتے خوشبو کے کمرہ میں جاؤ اور وہاں سے مشک و عنبر میں سے اپنا حصہ لاؤ۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں "الاعطیات دارۃ والخیر کثیر ولم یزل المال متوفرا" یعنی وظائف جاری تھے پھر بھی بیت المال میں مال بے حد و بے شمار تھا۔ (الامامتہ والسیاستہ جلد اول ص ۳۷ واستیعاب جلد ۲ ص ۴۶۷ ومراۃ الجنان جلد اول ص ۸۳)

---------- ۹ ----------

خیر و برکت اور رعایا کی خوش حالی اور بیت المال کی وسعت اور کثرت مال و دولت کا یہ سلسلہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد مبارک میں بھی جاری رہا۔ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عراق کے تمام حکام کو فرمان بھیجا کہ لوگوں کے وظائف بیت المال سے جاری کرا دو تمام ضلعی و صوبائی حکام و عمال نے تعمیل حکم کے بعد یہ رپورٹ بھیجی کہ "والمال فی بیت المال کثیرا" ابھی بیت المال

میں بہت سارا مال موجود ہے۔ تب خلیفہ راشد نے دوسرا فرمان بھیجا کہ پورے صوبہ کے ان مقروضین کی فہرست بناؤ۔ جنھوں نے اسراف و فضول خرچی کے لیے قرض نہ لیا ہو۔ اور ایسے لوگوں کا قرضہ بیت المال سے ادا کر دو۔ افسران اضلاع و صوبہ نے اس پر بھی عمل کیا اور لکھا کہ ہم نے تمام مقروض اشخاص کے قرضوں کو ادا کر دیا ہے۔ لیکن اب بھی بیت المال میں بہت مال ہے۔ تو خلیفہ راشد نے اب تیسرا فرمان بھیجا کہ اپنے صوبہ کے تمام اضلاع و قریٰ کے شہریوں اور باشندوں کو دیکھو جو نوجوان خرچ کی مجبوری سے شادی کے اخراجات کو پورا نہ کرسکتے ہوں اور شادی کی خواہش رکھتے ہوں تو شادی کے اخراجات اور رقوم مہروغیرہ بیت المال سے ادا کر دو عمال نے اس کی تکمیل کے بعد اطلاع دی کہ ہم نے تمام ضرورت مند نوجوانوں کی شادی و مہر کے سلسلہ میں روپیہ دے کر شادیاں کرا دیں لیکن اب بھی بیت المال میں روپیہ بہت ہے۔ (کتاب الاموال ص ۲۵۰)

اس سے معلوم ہوا کہ بصرہ و عراق کے دوسرے تمام علاقوں میں لوگوں کی ضروریات کا معقول نظم ہونے کے باوجود بیت المال آباد و معمور رہتا تھا۔ یہ شاندار صورتیں ان کے عادلانہ نظام اور خدا ترسی و خدا پرستی کا نتیجہ تھیں۔ آج خدا ترسی و خدا پرستی' عدل و انصاف اور حق معیشت میں مساوات پر عمل مفقود و نایاب ہے۔ اس لیے ان شاندار روایات کا اعادہ بھی نہیں ہو رہا ہے۔

ایں قدر مستی و بے ہوشی نہ حد بادہ بود
با حریفاں آنچہ کرد آں نرگس مستانہ کرد

--------۱۰---------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی مالی اصلاحات اور نظام حکومت میں شرعی و اخلاقی پابندیوں کے سبب ملک میں ہر جگہ خوشحالی عام ہو گئی پھر وقت آیا کہ اب بیت المال میں گنجائش نہ رہی اور لینے والے ہاتھ باقی نہ رہ گئے۔

یحییٰ بن سعید گورنر افریقہ بیان کرتے ہیں کہ میں افریقہ کے مالیات کی تحصیل

وصول پر مقرر تھا لیکن جب میں نے زکوٰۃ کے مستحقین کو تلاش کیا تو مجھے ایک بھی شخص محتاج و فقیر و مسکین نہ ملا جس کو زکوٰۃ دی جا سکے کیونکہ سب کے سب غنی و خوش حال تھے۔ آخر میں نے کچھ غلام خرید کر آزاد کر دیئے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں فلم نجدفیھا فقیرا ولم نجد من یا خذھا منی قدا غنی عمر بن عبدالعزیز الناس" یعنی عادلانہ نظام کے سبب خوش معاشی اور خوش حالی پیدا ہو چکی تھی۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز ۶۹)

---------۱۱---------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور خلافت میں ابھی کل تک جو لوگ زکوٰۃ کے مستحق تھے وہ آج خود زکوٰۃ دینے لگے تھے۔ کیونکہ ہر غریب انسان مستحق زکوٰۃ کو اس قدر صدقات وغیرہ کی رقمیں تقسیم ہوئیں کہ وہ مالدار ہو گئے اور خود زکوٰۃ نکالنے لگے۔ اس موقع پر امام نووی کے الفاظ ملاحظہ ہوں' عن مھاجرین یزید قال بعثنا عمر بن عبدالعزیز فقسمنا الصدقه فنا خذ الزکاۃ فی العام المقبل ممن یتصدق علیه فی العام الماضی" (تہذیب الاسماء جلد ۲ ص ۲۱)

یعنی جس کو ہم نے اگلے سال صدقہ دیا تھا دوسرے سال ہم اس سے زکوٰۃ لینے لگے۔

---------۱۲---------

عہد خلافت کے آخری دور میں یہ حال ہو گیا تھا کہ لوگ زکوٰۃ کی رقموں کو لے کر آتے کہ جس کو مناسب سمجھا جائے دیا جائے۔ لیکن بیت المال بھی قبول نہ کرتا اور دوسرے لینے والے بھی نہ ملتے۔ صدقہ کی رقم لانے والے حضرات بیت المال کے منتظمین سے کہتے "اجعلوا ھذا حیث ترون من الفقراء" یعنی فقراء و غرباء میں جیسا آپ مناسب سمجھیں خرچ کر دیجئے تو وہ کہتے کہ کوئی نظر نہیں آتا۔ فیرجع ماله مجبوراً اپنا مال واپس لے جاتے۔ وجہ یہ تھی کہ قد اغنی عمر بن

عبدالعزیز الناس" یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو فارغ البال اور مالدار کر دیا تھا۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۲۸ و تاریخ الخلفاء ص ۱۵۶)

---------۱۳---------

حافظ ابن کثیرؒ و علامہ سیوطیؒ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک صاحب مجبوراً ذاتی طور پر اپنی زکوٰۃ تقسیم و حوالگی کے لیے رات کے اندھیرے میں نکلے اور بعض گلیوں میں پھرتے رہے کہ کوئی اجنبی مسافر ادھر سے نکلے تو اسے زکوٰۃ بتا کر دے دی جائے۔ اتفاق سے ایک آدمی نظر آ گئے۔ انہوں نے غنیمت جانا۔ اپنے جیب سے ایک تھیلی نکال کر ان کو دینا چاہا کہ یہ رقم زکوٰۃ کی ہے قبول فرما لیجئے تو اس آدمی نے بھی اپنی تھیلی پیش کی اور کہا کہ میں بھی اسی خیال سے نکلا ہوں تا کہ کوئی مستحق ملے تو زکوٰۃ کی یہ رقم اسے دے دوں۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۶۴ نیز الخصائص الکبریٰ للسیوطی)

---------۱۴---------

علامہ ابن الجوزیؒ سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ میں لکھتے ہیں کہ ان کے عہد میں اس قدر آسودگی اور خوشحالی تھی کہ ان کی وسیع اسلامی مملکت میں زکوٰۃ لینے والے نہ تھے اور غریب سے غریب بھی زکوٰۃ ادا کرنے کے قابل ہو گئے تھے۔

(سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۸۵)

رسول کریمؐ کی پیش گوئی پوری ہوئی حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ ایک عورت بغیر کسی محافظ کے تنہا بیت اللہ کے طواف کو جائے گی اور کوئی اسے چھیڑنے والا نہ ہو گا اور کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح ہوں گے اور مال کی اس قدر کثرت ہو گی کہ آدمی تلاش کیے جائیں گے مگر زکوٰۃ قبول کرنے والے نہ ملیں گے۔ فرماتے ہیں کہ دو پیشین گوئیاں میرے زمانہ میں پوری ہو گئیں کہ تنہا عورت آزادی سے طواف کرنے آ رہی ہے اور کسریٰ بن ہرمز کا خزانہ فتح ہوا اور اس خزانہ کی فتح میں میں خود بھی صف اول میں شامل تھا لیکن تیسری پیشین گوئی کا انتظار ہے۔ (الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۲ ص ۴۶۱)

میں کہتا ہوں کہ یہ تیسری پیشین گوئی امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ کے زمانہ نیز حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے زمانہ میں پوری ہو چکی۔

--------۱۵--------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اپنے ملک اور علاقوں کو خوش حال بنا کر دنیا سے رخصت ہوتے ہیں اور اپنے بچوں کو کمال عدل و کمال دیانت کے سبب بیت المال کی ایک پائی دیئے بغیر بچوں سے رو کر فرماتے ہیں کہ تم اگر نیک و صالح رہو گے تو خدا تمہاری حفاظت کرے گا "اللہ یتولی الصالحین" اور اگر تم برے نکلے تو میں مال دے کر تمہاری برائی کا معاون نہیں بننا چاہتا۔

--------۱۶--------

خلفاء اسلام نے نظام مالیات کے تحت جس قدر عشر' عشور (چنگی) خراج و جزیہ اور مال غنیمت مال فے وغیرہ کی رقوم کو حاصل کیا' ایک ضابطہ اور نظام کے تحت باقاعدہ رجسٹروں میں سب کا اندراج فرمایا اور ضعفاء و مساکین و فقیر و معذور و مقروض و مسافر' آزاد و غلام' شیر خوار بچوں اور عورتوں ہر ایک کا وظیفہ مقرر فرمایا۔ اسی عادلانہ نظام کی برکتیں تھیں کہ کوئی یتیم بچہ' کوئی لاوارث بیوہ نان و نفقہ کے لیے محتاج نہ تھی۔ کوئی غریب لڑکا یا لڑکی جاہل نہ رہی' کوئی معذور و مریض دوا علاج کے مصارف کے لیے پریشان و مجبور نہ رہا۔ کوئی اندھا' کوئی لنگڑا' کوئی اپاہج کھانے کپڑے کے لیے کسی کے در کا محتاج نہ تھا۔ سب طرح کے انسانوں کے ساتھ خلفاء کی ہمدردی و خبرگیری و غمگساری کے مفصل واقعات پہلے گزر چکے ہیں۔ ورق الٹ کر دیکھئے۔ اقبال مرحوم نے کیا خوب لکھا ہے

چشم اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری
ہے ابھی محفل ہستی کو ضرورت تیری
زندہ رکھتی ہے زمانہ کو حرارت تیری
برکت ارض و سماء ہے یہ خلافت تیری

عمال پر نگرانی و احتساب

---------۱---------

حضرت عمر رضی اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ ملک کے دور دراز حصوں میں رہنے والے عمال اور شہریوں کے بارے میں ان کو اتنی وسیع معلومات ہوتی تھیں جتنی اس شخص کے بارے میں ہوتی تھیں جس نے ان کے ساتھ ایک بستر اور ایک تکیہ پر رات گذاری ہو۔ حکومت کا کوئی عامل اور فوج کا کوئی افسر ایسا نہ تھا جس پر ان کی نگاہ نہ ہوتی ہو۔ ملک کے ہر حصے اور ہر گوشے کی باتیں صبح و شام ان تک پہنچتی رہتی تھیں۔

(التاج المنسوب للجاحظ ص ۱۶۸)

---------۲---------

حضرت عمر رضی اللہ کے زمانہ میں حکومت کے عہدہ داروں اور افسروں و حاکموں کے مناسب معاوضے و مشاہرے مقرر تھے۔ لیکن بعض عمال کی افزائش دولت اور باغ و غلام کی کثرت دیکھ کر خلافت فاروقی میں ایک رپورٹ پہنچی "ان اموال العمال تکثر" کہ آپ کے حاکموں کے مال میں اضافہ ہو رہا ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ نے تحقیق معاملہ کے لیے ایک تحقیقاتی کمیشن روانہ فرمایا۔ جس میں حضرت سعد رضی اللہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ وغیرہ تھے۔ یہ لوگ وہاں پہنچے اور عامل کے تمام مملوکات کا نصفا نصف کر کے آدھی چیزوں کو بحق حکومت ضبط کر لیا۔ راوی کے الفاظ ہیں

"فشاطرھم اموالھم (کتاب الاموال ص ۲۶۹)

---۳---

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ حاکم مصر کے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ ان کے پاس بہت مال و زر ہے یعنی اونٹ' غلام' بکریاں وغیرہ ان کے پاس بکثرت ہیں' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو لکھا کہ فشت لک فاشیۃ من متاع ورقیق وابنیۃ ولم یکن حینما ولیت" کہ یہ چیزیں تمہارے پاس کہاں سے آئیں۔ مصر کے والی ہونے سے قبل تو یہ چیزیں تمہارے پاس نہ تھیں۔ اگر ایسی باتیں ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ میں تم کو معزول نہ کروں جلد جواب لکھو۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ذرا بھی خیانت نہیں کی ہے بلکہ مال غنیمت سے جو حصہ عام مسلمانوں کی طرح مجھے ملتا ہے اور جو مشاہرہ میں بچت ہوتی ہے میں نے اس سے ان چیزوں کو خریدا ہے کیونکہ یہ چیزیں یہاں ارزاں ملتی ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا "قد وجهت اليك محمد بن مسلمه سيقا سمك مالك فاخرج اليه مايطالبك" یعنی میں ان باتوں کو نہیں سنتا' محمد بن مسلمہ خط لے کر جا رہے ہیں۔ ان کے حسب طلب سامان اور چیزیں بحق حکومت ان کے حوالہ کر دو۔ حضرت عمرو بن عاص سے کچھ کرتے دھرتے نہ بنا۔ مال کو محمد بن مسلمہ کے حسب منشا تقسیم کر دیا۔ (اشہر مشاہیر الاسلام جلد ۳ ص ۶۲۴)

اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قدامہ بن مظعون اور حضرت ابو ہریرہ و حارث بن وہب کے ان اموال کو بحق بیت المال نصف نصف تقسیم کر کے ضبط فرما لیا جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمانہ عمل کے اضافات و زوائد میں سے محسوس فرمایا تھا۔ (اصابہ جلد اول ۲۹۴ و اصابہ ج ۲ ص ۴۰۲)

خلافت راشدہ میں کسی ملازم کو دوران ملازمت کسی قسم کا ذاتی کاروبار کرنے کی اجازت نہ تھی۔ جن لوگوں نے اندر ہی اندر کوئی کاروبار یا تجارت وغیرہ سے اپنی آمدنی کو بڑھایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے اموال پر احتساب فرمایا اور زائد مال کو بحق بیت المال ضبط کر لیا۔

--------۴--------

حضرت سعد بن وقاص حاکم کوفہ کے مال کو زائد سمجھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بحق بیت المال ان کے نصف مال کو ضبط کر لیا۔

(احیاء العلوم جلد ۲ ص ۱۱۲ و سیرۃ عمر بن خطاب ص ۵۳)

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے نصف مال کو ضبط کر لیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے بددعا کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا میری بھی دعا سنے گا۔

(اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۵۵۸)

ایک بار انہی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درہ سے مارا۔ بات یہ ہوئی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ برآمد ہوئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کسی طرح کا احترام ملحوظ نہیں رکھا' کوئی احترام کا انداز اختیار نہیں کیا تو حضرت عمر نے فرمایا تم نے منصب خلافت کا احترام نہیں کیا تو میں نے مناسب سمجھا کہ تم کو بتلا دوں کہ خلافت بھی تمہارا احترام نہیں کرتی۔ تاریخ الخمیس کے الفاظ ہیں قال انک لم تھب الخلافہ فاردت ان تعرف ان الخلافہ لا تھابک (تاریخ الخمیس جلد دوم ص ۲۷۰)

--------۵--------

اسی طرح حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معزول کیا تو ان کے تمام مال و متاع کا جائزہ لے کر نصف حصہ بحق حکومت ضبط کر لیا "لانہ کان یری ان ما یجمعونہ من المال انما ھو حق المسلمین ینبغی ان یوخذ منھم ویرد لبیت مال المسلمین" یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ ان عمال نے جو کچھ بھی مال جمع کیا ہے اس میں مسلمانوں کا حق ہے۔ کیونکہ مسلمانوں پر امیر رہنے کے زمانہ میں جمع کیا ہے اس لیے وہ اس میں سے نصف لے کر مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دیتے تھے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے اموال کا نصف نصف حصہ کیا اگر دو موزے ہوتے تو ایک کو لے لیا

اور ایک کو چھوڑ دیا اور تیس ہزار نقد بھی وصول کیا۔

(اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۱۷۲)

علامہ شاطبیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے نصف نصف ہر چیز بحق حکومت ضبط کر لی گئی حتیٰ کہ دو جوتوں میں سے ایک جوتا اور ایک پگڑی میں سے آدھی پگڑی بھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے وصول کر لی گئی۔ (الاعتصام جلد ۲ ص ۳۹۹)

--------۶---------

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حاکم بحرین وہاں کچھ عرصہ رہنے کے بعد مدینہ واپس ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے مال کی کثرت کی اطلاع ملی۔ تو فرمایا تم نے اللہ کے مال میں کیا کچھ خیانت کی ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بہ اصول "آں را کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک" سخت لہجہ میں جواب دیا کہ میں نے اللہ کے مال میں اور بیت المال کی رقم میں ایک ذرہ چوری کا ارتکاب نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا "فمن این اجتمعت لک عشرۃ الاف دراھم" پھر تمہیں یہ دس ہزار درہم کیسے مل گئے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میرا وظیفہ جڑتا گیا فتوحات و غنائم میں میرا حصہ مجھے ملتا گیا۔ میرے گھوڑوں کی نسل و اولاد بڑھتی گئی۔ یہ رقم انہیں چیزوں کی فروخت و بچت سے حاصل ہوئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کچھ ہو تم کو نصف مال بیت المال میں داخل کرنا لازم ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے تسلیم کرنے میں تامل کیا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ناخوش ہو کر درہ لگایا۔ آخر کار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے حسب منشاء رقم لے کر بیت المال میں داخل کر دیا۔ پھر دوبارہ بحرین کی گورنری پر بحال رہنے کا حکم دیا۔ لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے اور کہنے لگے کہ پھر آبرو ریزی کا ڈر ہے۔ (کتاب الاموال ص ۲۶۹ واحیاء العلوم جلد ۲ ص ۱۱۲ و سیرۃ عمر بن خطاب لابن الجوزی ص ۵۳۰ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۴۰۱' الادارۃ الاسلامیہ ص ۱۰۵)

--------۷---------

حضرت عمر رضی اللہ نے غایت احتیاط کے پیش نظر محمد بن مسلمہ کو مستقل طور سے اس کام پر مامور کیا تھا کہ عاملوں کے متعلق تحقیقات کر کے رپورٹ حضرت عمر رضی اللہ کے سامنے پیش کریں اور حساب سے زائد اموال کو ضبط کر لیں۔

علامہ ابن اثیر جزری نے اس موقعہ پر لکھا ہے وھوالذی ارسلہ عمرالی عمالہ لیاخذ شطر اموالھم" (اسد الغابہ زیر ترجمہ محمد بن مسلمہ) یعنی محمد بن مسلمہ خاص طور پر عمال کے متعلق کھلی تحقیقات کے لیے جاتے اور بحق حکومت زائد اموال ضبط کر لیتے۔

---------۸---------

حکام کی دولت و جائیداد پر صحیح کنٹرول کے خیال سے (غالباً بعض حالات کے پیش آجانے کے بعد) حضرت عمر رضی اللہ نے یہ انتظام کیا کہ جو حاکم جس جگہ کے لیے مامور ہوتا اس کے لیے ضروری تھا کہ وہاں جانے سے پہلے اپنے تمام اسباب و اثاثہ و مملوکات کی پوری تفصیل حکومت کے سامنے پیش کرے۔ چنانچہ ڈاکٹر عباس محمود العقاد کی کتاب "عبقریہ عمر" مطبوعہ مصر میں اس کی تصریحات موجود ہیں کہ ان کو حکم تھا کہ اپنے اپنے صوبوں میں روانہ ہوتے وقت تمام سامان اور اشیاء کی فہرست حکومت کو پیش کریں۔ اور جب رخصت کے زمانہ میں گھر آئیں تو اپنے تمام سامان کی جانچ کرائیں اور جب کبھی مدینہ میں داخل ہوں تو صرف دن میں داخل ہوں تا کہ عوام و خواص ہر شخص دیکھ سکے کہ ان کے پاس کیا کچھ سازو سامان اور کیا مال و متاع ہے۔ اسی مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر نقد و نظر اور احتساب اموال کے وقت معلوم ہوتا کہ محفوظ فہرست سے اشیاء کی تعداد بڑھ گئی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ ایسے عمال سے سخت محاسبہ کرتے اور حکام کو بتانا پڑتا کہ یہ نئے سامان اور دیگر اشیاء آخر ان کو کہاں سے حاصل ہوئیں۔ (عبقریت عمر ص ۸۳٬۸۱)

---------۹---------

مورخ بلاذری نے بھی نقل کیا ہے کہ جس وقت کوئی عامل مقرر ہوتا تو اس کے

پاس جس قدر مال و اسباب ہوتا اس کی فہرست تیار ہو کر محفوظ کر لی جاتی۔ وظیفہ و دیگر عطیات وغیرہ حصص کی مقدار سے بڑھ کر جب ترقی نظر آتی تو اس پر مواخذہ ہوتا۔ بلاذری کے الفاظ یہ ہیں کان عمر بن الخطاب یکتب اموال عمالہ اذا ولاھم ثم یقاسمھم مازاد علی ذلک (فتوح البلدان ص ۲۱۹) یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے حاکموں کے اموال کی فہرست تیار کراتے ان کے وظیفہ و فتوحات کے حصص سے جو زائد اضافہ ہوتا اس کو نصفا نصف کر کے بحق حکومت وصول کر لیا جاتا۔

---------- ۱۰ ----------

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی عامل کو مقرر کرتے تو اس کے مال کی فہرست حاصل کر لیتے اور زائد اموال کو بحق حکومت سرکاری کمیشن بھیج کر ضبط کر لیتے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۷٦)

ضبط اموال بحق حکومت کی چند اور مثالیں

یزید بن قیس نامی ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی کہ جزء ابن معاویہ جو سرف پر مامور ہیں' نافع بن حارث جو اصفہان کے بیت المال پر ہیں' عاصم بن قیس جو مناذر پر ہیں' سمرہ بن جندب جو اہواز کے بازار پر ہیں' نعمان بن عدی جو دجلہ پر مامور ہیں' شبل بن معبد جو مغانم کے رجسٹرار ہیں اور ابو مریم الحنفی جو فرات کے پل پر ہیں' ان سب کے پاس عہدہ داری کے زمانہ میں دولت کی فراوانی ہوئی ہے۔ اسی کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ جب ہندوستان کے تاجر مشک وغیرہ لے کر آتے ہیں تو ان عمال کی مانگ خوشبو سے بھر جاتی ہے۔ شکایتی نظم کے چند اشعار ملاحظہ ہوں

فارسل الی الحجاج' فاعرف حاجبه
وارسل الی جزء وارسل ابی بشر
ولا تنسین النافعین کلاهما
ولا ابن غلاب من سراه" بنی نصر
اذا لتاجر لهندی جاء بفاره
من المسك راحت فی مفارقهم تجری
فقاسمهم نفسی فدائك انهم
لیرضون ان قاسمتهم منك بالشطر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پوری جماعت سے ان کے اموال نصف حصہ بحق بیت المال ضبط کیا حتی کہ دو جوتوں میں سے ایک جوتا بھی لے لیا۔ (اصابہ لابن حجر جلد ۳ ص ۶۳۶)

اس پورے واقعہ میں ایک بات قابل حیرت ہے کہ شکایتی نظم پیش کرنے والے

شاعر نے اپنے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع دی کہ مجھے بطور شاہد نہ بلایا جائے تو ہو سکتا ہے کہ شکایت شاعرانہ مبالغہ سے خالی نہ ہو۔ بہر حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عمال سے زمانہ عمل کے زائد اموال کا ایک معتد بہ حصہ عام طور پر بحق حکومت ضبط فرما لیتے تھے تاکہ کچھ شکایت ہو بھی تو آئندہ ایسی جرات نہ ہو اور حرص و طمع کا سدباب ہو جائے۔

اس سلسلہ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ کا ایک واقعہ بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔ آپ پر ایک لاکھ سے زائد مال کی وصولی کا کسانوں نے الزام لگایا۔ لیکن ایک پائی کا بھی الزام پایہ ثبوت کو نہ پہنچ سکا۔ ایسا الزام کسانوں نے محض اس لیے لگایا تھا کہ وہ خائن ثابت ہوں اور عہدہ سے برطرف کر دیئے جائیں اور پھر ہمارے علاقہ میں حاکم ہو کر نہ آ سکیں۔ (اصابہ لابن حجر جلد ۳ ص ۴۳۳)

مزید اس سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی پیش نظر رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت ابو ہریرہ بحرین سے دس ہزار ذاتی رقم لے کر مدینہ منورہ آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سختی سے سوال کیا کہ یہ مال و زر کہاں سے ملا؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پورا پورا حساب سامنے رکھ دیا کہ اس قدر گھوڑوں نے بچہ دیا اور میرا روزینہ اور وظیفہ جڑتا گیا۔ میرے غلاموں کی مزدوری اس میں شامل ہوتی گئی۔ فتوحات کا حصہ ملتا گیا تو اس طرح یہ ساری رقم تیار ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا حساب جوڑا تو ان کی سب باتوں کو صحیح پایا۔ لیکن پھر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نصفا نصف بحق حکومت ضبط کر لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہر حال ان کو دیانت و امانت کا فرد کامل دیکھا اس لیے دوبارہ عمل داری و عہدہ کی پیش کش کی۔ لیکن حضرت ابو ہریرہ تیار نہ ہوئے۔ صاف انکار کر دیا کہ اب تو کوئی خدمت قبول نہیں کر سکتا۔

"یضرب ظهری ویشتم عرضی وینزع مالی۔ (الاصابہ جلد ۴ ص ۲۰۷) کہ سزا پائی' آبرو ریزی اور ضبط مال کے بعد اب اور ہمت نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں "وما اخذ ولاۃ الاموال وغیرهم من

مال المسلمین بغیر حق فلولی الامرالعادل استخراجه منهم الهدایا التی یاخذونها بسبب العمل و لهذا شاطر عمر بن الخطاب عن عماله من کان له فضل ودین لا یتهم لخیانته وانما شاطرهم لما کانوا خصوابة لاجل الولایة من محاباة وغیرها۔"
یعنی ولاۃ و عمال اپنے والی ہونے کے زمانہ میں طرح طرح کی بے اعتدالیاں بھی کر جاتے ہیں۔ لہٰذا عمال جو ہدیہ و تحائف و نذرانہ وغیرہ بہ سبب عمل حاصل کریں اقتدار اعلیٰ کو چاہیے کہ ان سے وصول کرے جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال سے زائد مال لے لیا۔ جن پر خیانت کی تہمت بھی نہ تھی کیونکہ ولایت میں کچھ نہ کچھ بے اعتدالیاں ہو ہی جاتی ہیں۔ (السیاسۃ الشرعیہ فی اصلاح الراعی والرعیتہ ص ۳۱)

علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ اخذ مال بطور سزا نہ تھا بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمال کے مال میں اس مال کو شامل سمجھا جو ان کے عہدہ اور ولایت کے سبب ان کو مستفاد ہوا۔ اس لیے ان کا نصف مال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بطور استرداد حق وصول فرمایا جو بظاہر نظر تو سزا ہے لیکن فی الواقع وہ فوائد ولایت سے مستفاد مال کی جائز واپسی ہے جسے مسلمانوں کے بیت المال میں داخل ہونا لازم تھا۔ (الاعتصام جلد ۲ ص ۲۹۹)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں بھی بعض عمال کے ایسے واقعات پیش آئے۔ آپ نے اموال زائدہ کو بحق بیت المال ضبط فرمایا اور کام سے معطل بھی کر دیا۔ چنانچہ یزید بن مہلب کو عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسی طرح کی شکایت پر طلب کیا اور قید خانہ میں ڈال دیا۔ اور فرمایا "لست اطلقك حتی تودی اموال المسلمین" یعنی جب تک اموال زائدہ کو ایک ایک کر کے نہ ادا کرو گے میں تم کو قید خانہ سے رہا نہیں کر سکتا۔ یزید کے صاحبزادے مخلد نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے کہا کہ آپ مجھ سے جو رقم مناسب ہو لے کر صلح فرمالیجئے اور میرے باپ کو رہا کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا جس قدر مطالبہ ان سے کیا گیا ہے مکمل ادائیگی کے بغیر کوئی مصالحت نہیں ہو سکتی۔ پوچھا کہ امیرالمومنین آپ کے پاس کوئی دلیل ہے

کہ جس قدر میرے والد کے پاس رقم و جائیداد ہے وہ سب مسلمانوں کا ہے۔ اگر آپ اس پر کوئی واضح دلیل و ثبوت نہیں پیش کر سکتے تو پھر "والیمین علی من انکر" کے قاعدہ سے مجھ سے حلف لے کر معاملہ ختم کیجئے۔ یا پھر کچھ مال پر صلح قبول فرمائیے۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تمام مطالبہ وصول کئے بغیر مصالحت نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ صلح نہ ہوئی اور حضرت عمرؒ کے زمانہ شہادت یعنی زہر سے مسموم ہو کر وفات پانے تک وہ قید خانہ ہی میں مقید رہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۱۸۸)

حکام کے مال و متاع کے محاسبہ کا یہ سلسلہ خلافت ہارون الرشید تک قائم رہا۔ قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے مالیات سے متعلق جو دستور سلطنت بنا کر پیش کیا تھا' اس میں یہ قانون بھی تھا کہ چند متدین و قابل اعتماد حضرات کا تقرر کیا جائے اور وہ تمام ضلعی و صوبائی حکام و افسران کے پاس پہنچیں اور ان کے حالات و معاملات کا پتہ لگائیں۔ اگر سلطانی دستور سے زائد رقم عمال نے وصول کی ہو تو یہ زائد رقم سخت سزا کے ساتھ وصول کر کے رعایا کو واپس کی جائے تا کہ آئندہ دوسرے عمال کو زائد رقوم کی وصولی اور اس کے غبن کرنے کی ہمت پیدا نہ ہو اور جس عامل نے ایسی زائد رقوم کو اپنے مال کے اضافہ کے لیے وصول کیا ہو اس کو ہمیشہ کے لیے معطل کر دیا جائے۔ (کتاب الخراج ص ۱۳۲)

عمال کے خلاف داد رسی

اسلامی حکومت اپنی رعایا کے ساتھ جس التفات و خبر گیری اور دیکھ بھال کی ذمہ داری محسوس کرتی ہے ان کی بنا پر وہ اپنے عمال پر یہ فرض عائد کرتی ہے کہ وہ خود لوگوں کی ضرورت دریافت کریں اور ان کی حاجات و ضروریات کی تکمیل میں ان کی مدد کریں اور ان کو لوگوں کے ظلم و زیادتی سے بچائیں۔ کیونکہ مملکت میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں ان سب کے سد باب کے لیے آنحضرت ﷺ نے حاکم بالا اور اولوالامر کو عدل و انصاف کی روشنی میں فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ تا کہ رعایا پریشان

و تنگ نہ ہو اور خوشحالی و اطمینان کی زندگی گذار سکے۔ آنحضرت ﷺ نے کمال داد رسی کے پیش نظر یہ بھی ارشاد فرمایا ہے **بلغونی حاجة من لایستطیع ابلاغها فان من ابلغ ذا سلطان حاجة من لایستطیع ابلاغها ثبت الله قدمیه علی الصراط یوم تزل الاقدام**" (السیاستہ الشرعیہ لابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۸) یعنی جو لوگ اپنی ضروریات و شکایات خود آ کر پیش نہ کر سکیں تو ان کے حالات و حاجات کو دوسرے لوگ مجھ تک پہنچا دیں تا کہ ان کے حقوق و ضروریات کا انتظام کیا جا سکے۔ ایسے سفارش کرنے والے پل صراط پر لغزش قدم سے محفوظ رہیں گے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے بہانگ دہل اعلان فرمایا "**ان قویکم عندی الضعیف حتی آخذ له بحقه و ان اضعفکم عندی القوی حتی آخذ منه الحق** (طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۱۲۹ والبدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۳۰۱ واشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۲۳ والحسبتہ فی الاسلام لابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ص ۸۷) یعنی میرے نزدیک قوی ضعیف ہے اور ضعیف قوی ہے۔ کیونکہ قوی کا ظلم کسی ضعیف پر نہ چل سکے گا۔ اور ضعیف اپنے حقوق و مظالم کی داد رسی میں ضعیف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کی قوت بازو خود حکومت ہے۔ جو اس کے حقوق دلانے میں مددگار و معاون ہو گی

اس عنوان کے تحت چند واقعات ملاحظہ کیجئے کہ عمال یا دوسرے جابر لوگوں کے خلاف خلفاء کرام نے کس طرح فوری داد رسی فرمائی ہے اور کس طرح توجہ و انہماک سے رعایا کے دعاوی اور قضایا کا فیصلہ فرمایا ہے۔

---------۱---------

ایک بار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ السلام علیکم یا امیرالمومنین کہہ کر بیٹھ گئے۔ جواب نہیں ملا۔ پھر دوبارہ سلام عرض کیا۔ پھر بھی جواب نہیں ملا۔ سہ بارہ سلام کیا۔ لیکن ایک بار بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ رسول ﷺ مجھ سے کسی وجہ سے ناراض ہیں۔ موقعہ پا کر حضرت عبدالرحمن

بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس کا تذکرہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کیا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کان بین یدی خصمان قد فرغت لھما قلبی وسمعی وبصری وقد علمت ان اللہ سائل عنھما (مستطرف جلد اول ص ۹۷) یعنی میرے سامنے دو شخص مدعی و مدعی علیہ بیٹھے تھے ان کے بیانات سننے اور سمجھنے اور ان کے معاملات میں فیصلہ کرنے کے لیے آنکھ' کان' دل' سب کو مصروف کر دیا تھا اور ہمہ تن اسی میں منہمک تھا۔ اور سمجھ رہا تھا کہ بروز محشر مجھ سے میری ذمہ داری کا سوال ہو گا۔ اس انہماک و شغل کی وجہ سے مجھے کسی دوسری بات کا خیال و احساس تک نہ ہوا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ خلفاء راشدین غایت توجہ کے ساتھ رعایا کے معاملات میں داد رسی فرماتے تھے۔ کما قال سعدی

بہ سمع رضا شنو ایذاء کس
و گر گفتہ آید بغورش برس

---------۲---------

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ رعایا کے معاملات میں داد رسی کے خیال سے اپنے تمام عمال سے چار شرطیں لیتے تھے۔ اول یہ کہ دربان وغیرہ اپنے دروازہ پر نہ رکھے گا۔ دوئم یہ کہ لوگوں کی ضروریات و حاجات کی جانب سے ذرا بھی غفلت اختیار نہ کرے گا۔ سوئم یہ کہ باریک کپڑا نہ استعمال کرے گا۔ چہارم یہ کہ میدہ اور باریک آٹا نہ کھائے گا۔ ان چار شرطوں میں پہلی دو شرطوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی بڑی فکر تھی کہ لوگوں کے معاملات کا تصفیہ فوراً ہی ہو جائے اور داخلہ کی کوئی پابندی اور اجازت لینے کی کچھ ضرورت نہ ہونی چاہیے۔ اس قسم کا معاہدہ یا حلف نامہ صحابہ کرام اور انصار وغیرہ کے مجمع عام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عمال سے لیا کرتے تھے۔ (کتاب الخراج لابی یوسف ص ۱۳۹ و تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۶۸ و سیرۃ عمر لابن الجوزی ص ۱۰۰)

---------۳---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ داد رسی کی بہت فکر اور بڑا اہتمام رکھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ میں اپنی رعایا کے حالات سے باخبر رہنے اور ازالہ شکایات کیلئے خود ہی تمام علاقوں کا دورہ کروں گا۔ اور انکی حاجات و شکایات کی رپورٹ حاصل کروں گا۔ کیونکہ ایسی بھی شکایات ہوں گی جو مجھ تک میرے عمال نہیں پہنچاتے ہوں گے۔ اور اسی طرح تمام معاملات مجھ تک نہیں پہنچ پاتے ہوں گے۔ میں آئندہ اگر زندہ رہوں گا تو دو مہینہ شام کا دورہ کروں گا' دو مہینہ مصر کا' دو مہینہ بصرہ کا اور دو مہینہ کوفہ کا دورہ کروں گا۔

(سیرۃ عمر ص ۱۰۴ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۱۹۶ بحوالہ تاریخ طبری و شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید)

--------- ۴ ---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود اپنی ذات کا احترام تو نہیں چاہتے تھے لیکن نفس خلافت کا وقار ضرور ملحوظ رکھتے تھے۔ خلاف شان کوئی امر دیکھتے تو لوگوں کو ڈانٹتے اور سرزنش کرتے اور درہ بھی چلا دیتے۔ خصوصاً عمال کے معاملہ میں سخت نگرانی فرماتے تھے۔

--------- ۵ ---------

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ امیر مصر کے ایک صاحبزادے نے ایک مصری کو گھوڑ دوڑ میں گھوڑا آگے بڑھانے پر مارا تو اس نے مدینہ پہنچ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باپ اور بیٹے کی طلبی کا فرمان بھیجا۔ جب خط عمرو بن عاص کو ملا تو صاحبزادہ سے پوچھا کہ تم نے کچھ غلطی کی ہے؟ اس نے کہا نہیں تو فرمایا "فما بال عمر یکتب فیک" یعنی پھر تم کو عمر کیوں طلب کر رہے ہیں؟ بہر حال دونوں حاضر ہوئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصری سے کہا کہ بدلہ لے لے کیونکہ اس کو بلا وجہ مارا گیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس نے اس قدر مارا کہ "تمنینا ان یرفع" ہم سب چاہنے لگے کہ بند کر دے۔ بہرحال جب اس نے خود بند کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم نے رعایا کو اپنا غلام سمجھا ہے تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "لم اعلم ولم

یاتنی" یعنی مجھے اس واقعہ کا کچھ بھی علم نہ تھا۔ نہ یہ میرے پاس داد رسی کے لیے آیا۔ یہ سب ہو جانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصری سے کہا اگر اس سلسلہ میں پھر تجھے کچھ شکایت ہو تو میرے پاس آنا۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۴ ص ۴۲۰ و مستطرف جلد اول ص ۱۶۰ و سیرت عمر رضی اللہ عنہ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۳۸۳)

---------۶---------

اسی طرح ایک بار ایک عورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یہ شکایت لے کر آئی کہ میں ایک مسکین عورت ہوں اور صاحب اولاد ہوں۔ آپ کے فرستادہ عامل محمد بن مسلمہ ہمارے یہاں گئے تھے۔ انہوں نے سب کو دیا مجھ کو چھوڑ دیا۔ آپ نے اپنے غلام یرفاء کو بلند آواز سے پکارا۔ اس سے فرمایا کہ محمد بن مسلمہ کو ساتھ لاؤ۔ جب وہ حاضر ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا "کیف انت قائل ان سالک اللہ عن ھذہ" یعنی خدا جب تم سے اس مسکینہ کے بارے میں سوال کرے گا کہ تم نے اس کو تلف و ضائع کر دیا تو تم کیا جواب دو گے ؎

بروز حشر گر پرسند خسرو را چرا کشتی
چہ خواہی گفت قربانت شوم تا من ہماں گویم

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تم کو اچھا سمجھ کر اس عہدہ پر مامور کیا تھا' خیر اب جاؤ اور اس کی تمام حق تلفیوں کی تلافی کر دو۔ یہ کہہ کر عورت کو ایک اونٹ غلہ اور زیتون لاد کر اس کے حوالہ کر دیا اور فرمایا اس وقت ہم سفر میں ہیں۔ تم خیبر میں آ کر ہم سے ملو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے وہ عورت خیبر میں ملی تو آپ نے مزید اونٹوں پر غلہ لاد کر عنایت فرمایا اور کہا عنقریب تمہارے علاقہ میں محمد بن مسلمہ جانے والے ہیں۔ یہ تمہارے ہر سال کا حق ادا کیا کریں گے۔ (کتاب الاموال ص ۵۹۸)

---------۷---------

ایک بار کچھ رعایا نے عمال کے خلاف شکایت کی۔ آپ نے فرمایا موسم حج میں

سب حاضر ہوں۔ فرمایا اے لوگو بحیثیت رعایا کے تمہارا فرض ہے کہ عامل کے ساتھ ہر معاملہ میں خیر میں تعاون کرو اور عمال سے فرمایا تم پر رعایا کے معاملات میں تحمل' نرمی اور برداشت لازم ہے۔ (احیاء العلوم جلد ۳ ص ۱۸۶)

اس طرح حضرت عمر نے موسم حج میں اعلان کرایا اور ایسا اعلان ہر موسم حج میں ہوتا تھا کہ اگر میرے عمال و حکام اور افسران سے کسی کو شکایت ہو انہوں نے کسی کو ستایا اور ان کا ناحق مال لیا ہو یا کسی کو مارا پیٹا ہو تو میرے پاس فوراً ظاہر کر دے میں اس کا قصاص یا بدلہ دلا دوں گا۔ حضرت عمرو بن عاص نے کہا کہ اگر رعایا کی تادیب و تعزیر کے لیے کچھ کوڑے مارے تو بھی آپ بدلہ دلائیں گے۔ فرمایا ضرور بدلہ دینا پڑے گا۔ میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے نفس کو خود بدلہ کے لیے پیش کر دیا۔ (السیاستہ الشرعیہ لابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ص ۴۲)

افادہ یہ بدلہ وغیرہ اس وقت ہے جب کہ والی و حاکم اپنی رعایا کو ناجائز صورتوں میں مارے لیکن جن شرعی صورتوں میں ضرب و تادیب ضروری ہے اس میں قصاص نہیں ہے۔ جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

---------۸---------

ایک بار امیر مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ انہوں نے مجھے سو کوڑے مارے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر مصر سے حیرت و تعجب کے ساتھ سوال کیا "اتضربہ مائۃ سوط" کیا تم اس کو سو کوڑے مارتے ہو۔ یہ سخت زیادتی ہے۔ اچھا اٹھو اور اس کا بدلہ دو۔ حضرت عمرو بن عاص نے کہا اس طرح آپ کے عمال بدلہ دیتے رہیں گے تو ان کا رعب جاتا رہے گا اور نظم سلطنت درست طریقہ سے نہ چل سکے گا۔ مجھے موقع دیجئے کہ میں اسے راضی کر لوں۔ چنانچہ فی کوڑے دو دینار کے بدلہ پر اس کو راضی کر لیا اور باہم صفائی ہو گئی۔ (کتاب الخراج ص ۱۳۹ و منتخب کنز العمال جلد ۴)

---------۹---------

ایک بار قبیلہ نجیب کے ایک آدمی کو حضرت عمرو بن عاص نے کسی جذبہ میں آکر منافق کہہ دیا۔ اس نے کہا جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے، آج تک میں نے نفاق کا کوئی کام نہیں کیا ہے۔ یہ مجھ پر تہمت ہے۔ وہ یہ کہہ کر سیدھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مصر سے مدینہ پہنچے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس خط لکھا کہ جب یہ شخص دو گواہ قائم کر دے اور تمہارا منافق کہنا ثابت ہو جائے تو تم تہمت کے عوض چالیس درے کھانے کے لیے تیار رہو۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے سامنے دو گواہ پیش کر کے اس نے مارنا چاہا، لوگوں نے سفارش کی۔ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے تاوان کے طور پر مال دینا چاہا اس نے کہا "لو ملات لی ھذہ الکنیسۃ ماقبلت" اگر اس گرجا گھر کے برابر دینار دو گے تو مجھے منظور نہیں۔ آخر حضرت عمرو بن عاص نے کوڑہ دے دیا اور بدلہ دینے کے لیے تیار ہو گئے تو اس نے کہا آپ اپنی حکومت کے زور سے روک سکتے ہیں۔ کہا ہرگز نہیں۔ میں تمہارے سامنے بیٹھا ہوں۔ درہ لگا لو۔ جب اس نے یہ نظارہ دیکھا تو معاف کر دیا۔ (سیرت عمر رضی اللہ عنہ ص ۸۴)

---------۱۰---------

ایک بار امیر بصرہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر شکایت کی کہ انہوں نے میرا حصہ کم دیا تو میں نے لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر مجھے بیس کوڑے مارے اور میرے سر کو مونڈ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمان لکھ کر بھیجا کہ تم قصاص کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اگر بھرے مجمع میں سزا دی ہے تو بھرے مجمع میں بدلہ دو ورنہ خلوت میں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرمان ملتے ہی بدلہ دینے کے لیے بیٹھ گئے۔ اس منظر کا اس کے دل پر اثر ہوا اور اس نے معاف کر دیا۔ (منتخب کنز العمال جلد ۶ ص ۱۳۱ و سیرۃ عمر لابن الجوزی ص ۸۳)

حق یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کمال تدین و کمال عدل کے سبب ان کے تمام عمال خواہ خالد بن ولید فاتح عراق و عرب ہوں خواہ ابو عبیدہ بن الجراح فاتح شام ہوں،

خواہ عمرو بن عاص فاتح مصر ہوں' خواہ سعد بن ابی وقاص فاتح مملکت فارس ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اتنا ڈرتے تھے جتنا کہ ان کا غلام یرفاء ان سے ڈرتا تھا۔ بلکہ یرفاء سے بھی زیادہ ان کے دلوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہیبت تھی۔ حضرت خالد کے معزول ہونے کے بعد کسی نے ان سے کہا آپ کے علیحدہ ہونے کے بعد تو فتنہ پھیل کر رہے گا۔ حضرت خالد نے فرمایا "انھا لا تکون وعمر حیی" کہ ابھی عمر زندہ ہیں کسی فتنہ کے سر اٹھانے کی مجال نہیں۔ (اصابہ جلد ۳ ص ۱۰۶)

---------۱۱---------

ایک بار محکمہ چنگی کے امیر حضرت زیاد کے خلاف ایک عیسائی تاجر فریاد رسی کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ اس نے کہا مجھ سے دریائے فرات کے آبی ساحل پر آپ کے عامل نے چنگی کی رقم وصول کی ہے اور میں نے ادا کر دی ہے۔ لیکن جب میں اس راستہ سے اپنے گھوڑے کو لے کر دوبارہ واپس ہوا تو مجھ سے دوبارہ چنگی کا مطالبہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "کفیت" یعنی اس کا انتظام کر دیا جائے۔ وہ نصرانی یہ سمجھا کہ میری فریاد نہیں سنی گئی اس لیے دل میں یہ ارادہ کر کے چلا کہ اب ایک ہزار روپیہ چنگی میں اور مزید دوں گا۔ چنانچہ اس نے فرات کے ساحل پر پہنچ کر دوبارہ چنگی کی رقم حضرت زیاد رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دی۔ حضرت زیاد رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنی رقم اٹھا لو۔ اس لیے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان میرے پاس آ چکا ہے کہ درمیان سال میں اس مال کی چنگی دوبارہ نہ لیا کرو۔ وہ عیسائی اس کمال عدل پر فریفتہ ہو گیا کہ اس قدر جلد داد رسی کہ مجھ سے پہلے میرے معاملہ میں فرمان پہنچ گیا۔ عش عش کرنے لگا اس نے کہا کہ آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نصرانیت سے توبہ کر کے اس دین میں داخل ہو رہا ہوں جو اس فرمان دینے والے کا دین ہے۔ (کتاب الخراج ص ۶۴ و ازالۃ الخفاء للشاہ ولی اللہ الدہلوی)

---------۱۲---------

ایک بار جبلہ بن ایہم غسانی بادشاہ طواف کعبہ میں مشغول تھا' نو مسلم ہونے کی

وجہ سے امیرانہ شان دور نہیں ہوئی تھی۔ اتفاق سے اس کے لمبے دو شالہ کے کسی کونہ پر ایک غریب مسلمان کا پاؤں پڑ گیا۔ جبلہ نے شاہانہ طنطنہ کے خلاف اس حرکت کو دیکھ کر اس بے چارے کے منہ پر اس زور کا تھپڑ رسید کیا کہ اس کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو طلب کیا اور فرمایا کہ تم نے اس کی آنکھ کو ضائع کیا ہے۔ اس کے بدلہ میں تمہاری آنکھ پھوڑی جائے گی۔ یہ سننے کے ساتھ جبلہ کے ہوش اڑ گئے اور کہنے لگا "اوعینہ مثل عینی" کیا اس بدو کی آنکھ میری آنکھ کے برابر ہے۔ وہ ایک عام آدمی ہے اور میں بادشاہ ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد سب برابر ہیں۔ جبلہ نے جواب کے لیے مہلت طلب کی۔ اور اسی اثنا میں موقعہ پا کر بھاگ کر رومیوں کے علاقے میں چلا گیا' اور وہاں جا کر نصرانی ہو گیا اور اپنے ساتھ پانچ سو فوجی آدمیوں کو لے کر بھاگ نکلا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک بدو کی آنکھ کا از روئے انصاف جو حق تھا اس کی حفاظت میں سارے مادی نقصانات کو برداشت کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت رعایت فرما جاتے تو آج یہ کہنے کا موقع ہر نکتہ چین کو ملتا کہ اسلام میں ضعیف کا حق قوی سے نہیں دلایا جاتا۔ بے شک ایک جبلہ اسلام سے نکل گیا مگر عدل اسلام اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی دادرسی کی دھاک ساری دنیا پر قائم ہو گئی۔ (فتوح البلدان للبلاذری ص ۱۴۴ و دروس التاریخ جلد ۲ ص ۹۰ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول جز ۲ ص ۳۸۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حسب حال یہ کیا خوب شعر ہے ؎

میں وہ ایاز ہوں اے طالبان نام و نمود
بنا کے چھوڑ دیئے جس نے سیکڑوں محمود

---------۱۳---------

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس امیر کوفہ حضرت سعد بن ابی وقاص کی یہ شکایت پہنچی کہ انہوں نے ایک بڑا پھاٹک بنوا کر دربان و پہرہ دار قائم کر دیا ہے۔

رعایا کی داد رسی نہیں ہو پاتی تو حضرت عمر رضی اللہ نے فوراً محمد بن مسلمہ رضی اللہ کو اپنا خط دے کر بھیجا کہ تحقیق حال کریں اور پہرہ قائم ہو تو اس کو ہٹا دیں اور اگر بڑی عمارت بنوائی ہو اور اس پر پھاٹک لگوایا ہو تو اسے توڑ دیں۔ اصل میں حضرت عمر رضی اللہ سے انہوں نے ایک عمارت بنوانے کے لیے اجازت حاصل کر لی تھی تو اس میں یہ حکم تھا ابن مایسترک منه الشمس ویکفک من الغیث یعنی ایک عمارت بنوا لو تاکہ دھوپ اور بارش کی تکلیف سے تم محفوظ رہ سکو لیکن انہوں نے ایک شاندار عمارت (جسے آج کل کے لفظوں میں گورنمنٹ ہاؤس اور دارالامارۃ کہا جا سکتا ہے) تعمیر کرائی۔ حضرت عمر رضی اللہ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ کو بھیجتے ہوئے اپنے خط میں یہ مضمون لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے ایک محل بنوایا ہے اور اس کا نام "قصر سعد" رکھا ہے۔ تم نے اپنے اور رعایا کے درمیان پھاٹک قائم کر لیا ہے۔ جس سے عوام کو تمہارے پاس پہنچنے میں دقت ہوتی ہے اس لیے تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس محل کے صرف ایک حصے میں قیام کرو جو بیت المال سے متصل ہو اور پھاٹک کا پہرہ ختم کر دو۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۴ ص ۴۲۰ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۳۹۴)

جب محمد بن مسلمہ نے آزادانہ تحقیق کی اور ہر مسجد میں جا کر ہر محلہ والوں سے سوال کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ کی پبلک ڈیوٹی کی ہر ایک نے تعریف کی لیکن پھر بھی حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ نے پھاٹک اور پہرہ نہ رہنے دیا۔ اور بڑے محل کو آگ کی نذر کر دیا۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ اور ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں "فارسل محمد بن مسلمة بتحریق قصر سعد بن ابی وقاص الذی بناه لما اراد ان یحتجب عن الناس فذهب فحرقه علیه وهذه القضایا ثابتة معروفة عند اهل العلم بذلک" (الحسبۃ فی الاسلام ص ۴۱ و الاصابہ لابن حجر جلد ۳ ص ۳۶۲)

دوسرے تمام ائمہ مسعودی اور ابن القیم رحمہ اللہ وغیرہ بھی اسی طرح لکھتے ہیں "واحرق قصر سعد علیه لما احتجب من الرعیة" (زاد المعاد ص ۴۷۲ و

مروج الذہب للمسعودی جلد ۲ ص ۳۴۳) یعنی جس بڑے محل کو اس غرض سے بنایا تھا کہ لوگوں سے علیحدہ ہو کر وہاں بیٹھیں گے اسے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے جلا دیا۔

یہ واقعہ اور اس قسم کے دوسرے واقعات بالکل صحیح ہیں۔ اور اہل علم اچھی طرح اس کی صداقت سے واقف ہیں۔ آخر کوئی تو بات تھی کہ ہندوستان کے بہت بڑے قومی لیڈر گاندھی جی' راجہ بکرماجیت' رام کرشن وغیرہ کو چھوڑ کر مثالی حکمران کے لیے نام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا لیا کرتے تھے۔ سوچنے اور سمجھنے کا مقام ہے کہ صحیح و مثالی جمہوریت اور عوامی و پرجا حکومت وہ تھی یا آج کی حکومت؟ آج جمہوری حکومت کے وزراء شاندار اعلیٰ درجہ کی کوٹھیوں اور گورنمنٹ ہاؤسوں میں اس طرح بود و باش رکھتے ہیں کہ پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا اور داد خواہ کی داد رسی کے لیے یہاں برسہا برس کی مدت ناکافی ہے۔

ساقی قدحے کہ دور گلزار گذشت
مطرب؟ غزلے کہ وقت بہار گذشت
اے ہم نفس از بہر دل زار بگو
افسانہ آں شبے کہ با یار گذشت

آج کے عیش پرست حکام اور آرام طلب سرکاروں کے سامنے رعایا کی دلداری' غریبوں کی دلنوازی' ان کے حقوق کی داد رسی' عادلانہ حق شناسی' فاروقی عدل پناہی کی مثالیں اس لیے عرض کی جا رہی ہیں کہ شاید کسی کے دل میں یہ باتیں اثر کریں اور حکام اپنی عیش طلبی کی روش کچھ بدلیں۔

--------- ۱۴ ---------

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عدل و انصاف پسندی

تاریخ ابن عساکر کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کسی سے کچھ زمین خریدی۔ معاملہ طے ہو گیا۔ لیکن زمین کا مالک دام لینے نہیں آیا۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

نے اس کو طلب کیا اور پوچھا تم اپنی قیمت کیوں نہیں لے گئے۔ اس نے کہا "انک غبنتنی فما القی احدا امن الناس الا ھو یلومنی" یعنی آپ نے مجھے اس سودے میں بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اتنے دام میں دینے پر ہر شخص مجھے ملامت کر رہا ہے۔ فرمایا اختر بین ارضک ومالک" تمہارا جی چاہے تو اپنا دام لے لو۔ ورنہ زمین لے لو مجھے کچھ اعتراض نہیں۔ (اشہر مشاہیر الاسلام ص ۷۴۶ و مسند احمد و صفوۃ الصفوہ)

---------۱۵---------

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ والی کوفہ نے بیت المال سے ایک رقم بطور قرض لی جس کو ادا نہ کر سکے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مہتمم خزانہ نے تقاضہ کیا۔ انہوں نے ناداری کا عذر کیا۔ یہ شکایت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچی۔ بیت المال میں اس قسم کا تصرف خلاف دیانت تھا۔ اس لیے ان کو معزول کر کے ولید بن عتبہ کو کوفہ کا والی مقرر کیا۔ جب ولید بن عتبہ نے بادہ نوشی کی تو ان کو تحقیق کے بعد معزول کر دیا اور شرعی حد جاری کی۔ جب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے امیرانہ زندگی اختیار کی تو ان کو بھی علیحدہ کر دیا۔ اور جب کچھ لوگوں کو خود آپ کی ذات سے شکایت پیدا ہوئی تو فرمایا انما انا بشر اغضب وارضی فمن ادعی قبلی حقا او مظلمۃ فھا انا ذا فان شاء عفا وان شاء ارضی" یعنی میں ایک بشر ہوں۔ کبھی خوش اور کبھی نا خوش ہونا بشری فطرت ہے۔ لیکن اگر کسی کو بطور خاص مجھ سے کوئی تکلیف پہنچی ہو یا میں نے اس پر کچھ ظلم کیا ہو یا اس کی حق تلفی ہوئی ہو تو میں حاضر ہوں اگر چاہے مجھے معاف فرمائے یا مجھ کو راضی کرنے کا موقع دے۔ یہ بات مدینہ تک محدود نہ رہی بلکہ تمام مرکزی شہروں' کوفہ' بصرہ وغیرہ میں اطلاع بھیج دی۔ راوی کا بیان ہے "وکتب بذالک الی اھل البلدہ" والکوفہ" فمن لم یستطیع ان یجئی فلیوکل وکیلا" (منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۲۷ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول جزء ۴ ص ۷۸۷) یعنی یہ حکم مدینہ کے علاوہ کوفہ' بصرہ مقامات پر بھی لکھ کر بھجوا دیا۔ اور مزید

ارخاء عنان اس طرح فرمایا کہ اصحاب حقوق اگر خود نہ آسکیں تو اپنی شکایات کے مرافعہ و ازالہ کے لیے اپنے کسی نمائندہ اور وکیل کو بھیج دیں۔

الحاصل میرے نزدیک داد رسی و تلافی مافات و ازالہ شکایات کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حارث بن حکم کو مدینہ کے ٹیکس پر حاکم مقرر کیا۔ ان کی ڈیوٹی یہ تھی کہ بازار کے باٹوں' پیمانوں اور سکوں کی نگرانی کریں اور کوئی بدعنوانی نہ ہونے دیں۔ لیکن انہوں نے مدینہ کے صرافوں کو مجبور کیا کہ سونا چاندی صرف ان کے ہاتھ فروخت کریں۔ جب ان کی شکایات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ نے ان کی سخت سرزنش فرمائی اور ساتھ ہی اس منصب سے معزول کر دیا۔ (تاریخ الخمیس جلد ۲ ص ۲۶۸)

حالی مرحوم نے کیا خوب لکھا ہے

خلیفہ تھے امت کے ایسے نگہبان
ہو گلہ کا جیسے نگہ بان چوپاں

--------۱۶----------

حضرت علی رضی اللہ عنہ رعایا کی داد رسی کے خیال سے عمال کو تاکید فرمایا کرتے تھے کہ پھاٹک و دربان کا سلسلہ قائم نہ کرو۔ لوگوں کی حاجات و ضروریات سے غافل ہو کر اندر نہ بیٹھو۔ عوام کو اپنی حاجات پیش کرنے کی عام اجازت و آزادی دو۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۵ ص ۵۸)

--------۱۷----------

امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ وقتاً فوقتاً حکام کے طرز عمل کی تحقیقات کر رہے تھے۔ حضرت کعب بن مالک کو ایک کمیشن کا افسر بنا کر بھیجا تو فرمایا اخرج فی طائفہ من اصحابک حتی تمر بارض السواد فتسئالھم عن عمالھم و تنظر فی سیرتھم (کتاب الخراج ص ۶۷) یعنی تم اپنے ساتھیوں کا ایک کمیشن لے کر روانہ ہو جاؤ اور عراق کی پوری سرزمین میں گھوم پھر کر عمال کے بارے میں تفتیش

کرو اور ان کی سیرت و حالات کا پتہ لگاؤ۔
یہ سلسلہ خلافت راشدہ کے آخری دور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد تک قائم رہا۔

---------۱۸----------

ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ دوپہر کے وقت سونے چلے تو آپ کے بیٹے عبدالملک نے کہا کہ آپ سونے جا رہے ہیں۔ حالانکہ فریادی داد رسی کے لیے آپ کے انتظار میں باہر کھڑے ہیں۔ فرمایا رات کو تمہارے چچا سلیمان کے انتقال اور تجہیز و تکفین کے سبب سو نہ سکا اس لیے ذرا سو کر ظہر کے بعد باقی معاملات دیکھوں گا۔ صاحبزادے نے کہا کیا آپ کو یقین ہے کہ ظہر کے وقت تک آپ زندہ رہیں گے؟ یہ سن کر صاحبزادے کو بلا کر سینے سے لگا لیا۔ اور پیشانی کا بوسہ دیا۔ اس کے بعد داد رسی کے لیے فوراً نکل کھڑے ہوئے۔ (صفوۃ الصفوہ جلد ۲ ص ۶۵)

---------۱۹----------

ایک فریادی مکہ کے راستے میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے ملا۔ اور عامل کے خلاف اس نے شکایت کی۔ اس نے کہا آپ کے عامل نے میرے ایک مال کو چھ سو درہم میں لینا چاہا۔ میں نے انکار کر دیا تو اس نے اس کے خلاف ایک ایسے شخص سے مجھ پر دعویٰ کرایا کہ جس کا میں مقروض تھا۔ قرض کی ادائیگی نہ ہونے کی وجہ سے اس نے مجھ کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ آخر کار مجبوراً اس مال کو آپ کے عامل کے ہاتھ تین سو درہم میں فروخت کر دینا پڑا۔ آپ کے عامل نے مجھ سے بھی قسم لے لی ہے کہ اگر میں کہیں اس معاملہ کو بیان کروں تو میری بیوی کو طلاق پڑ جائے۔ اب یہ حالت ہے آپ میرے بارے میں فیصلہ فرما دیں۔
عامل کی طرف دیکھ کر اور ماتھے پر جو سجدہ کے نشان تھے اس کو خیزران (بیت) سے مار کر فرمایا (ھذا اغرتنی) اسی سجدے کے داغ نے مجھے دھوکہ میں ڈال دیا۔ اس کے بعد عامل سے فرمایا جا کر مال واپس کر دے مظلوم سے فرمایا تیری بیوی کو

طلاق نہیں پڑی۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ص ۱۳۸)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ یہ حاکم شہر بڑے نمازی تھے۔ حتیٰ کہ کثرت سجدہ و نوافل سے ان کے ماتھے پر سجدہ کے داغ نظر آتے تھے۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے اس کو نیک و خدا پرست سمجھ کر حاکم بنایا مگر ظاہر ہے کہ وہ صرف نمازی تھے۔ معاملات کے اعتبار سے صحیح آدمی نہ تھے۔

--------۲۰---------

ایک افسر نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس عریضہ لکھا کہ میرا شہر اجڑ رہا ہے اس کی مرمت کے لیے کچھ امداد چاہیے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جواب دیا حصن مدینتک بالعدل ونق طرقها من الظلم فانه مرمتها یعنی اپنے شہر کو عدل کے ذریعہ مضبوط اور آباد کرو اور اس کے راستے کو ظلم سے پاک رکھو۔ شہر کی آبادی و مرمت اسی طرح ہو گی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۳۶ و مستطرف جلد اول ص ۱۰۱)

--------۲۱---------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ موسم حج میں اعلان کراتے کہ جو شخص کسی ظلم کی تلافی کے لیے یا مسلمانوں کی اصلاح دینی کے سلسلے میں میرے پاس آئے گا اسے سو دینار سے لے کر تین سو دینار تک بہ طور انعام دیا جائے گا۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ص ۱۳۸)

--------۲۲---------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ جو شخص ہمارا عامل بنے اس میں پانچ باتیں ہونی چاہیں۔ (اول) لوگوں کی ضروریات کو مجھ تک پہنچائے۔ (دوئم) خلاف عدل مجھ سے کوئی بات ہونے لگے تو فوراً رہبری کرے (سوم) تمام حق معاملات میں میری مدد کرے (چہارم) امانت داری سے کام کرے نہ حکومت کے خزانہ میں نقصان ہو' نہ رعایا پر زیادتی ہو (پنجم) ہمارے سامنے کسی کی چغلی نہ ہو۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ مولفہ عبداللہ ابن الحکم ص ۳۸)

--------۲۳---------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے رد مظالم و دفع مظالم کے سلسلہ میں عام حکم یہ دے رکھا تھا کہ سابقہ حکومتوں میں جو مظالم ہوئے ہوں اور جو مالی تاوان لیا گیا ہو اس کو بیت المال سے ادا کر دو جس کے الفاظ یہ ہیں فانظر الی کل جور جارہ من قبلی من حق مسلم او معاهد فارده الیه یہ بھی حکم تھا کہ جن پر مظالم ہوئے ہوں وہ اگر مر چکے ہوں تو مالی تاوان ان کے ورثاء کو میں واپس کر دوں۔ (موطا مع مسویٰ جلد اول ص ۲۰۹ و تہذیب الاسماء جلد اول ص ۳۰)

--------۲۴---------

دفع مظالم کے سلسلہ میں خود آپ کا ایک قابل قدر واقعہ پڑھنے کے لائق ہے۔ کہ ایک حسین و جمیل لونڈی جو آپ کی بیوی کے پاس تھی اور آپ اس کو بے حد محبوب رکھتے تھے۔ اپنی بیوی سے بارہا کہا کہ یا تو مجھے ہبہ کر دو یا میرے پاس فروخت کر دو۔ بیوی صاحبہ مطلق راضی نہ ہوئیں۔ جب آپ خلیفہ ہوئے اور امور خلافت کے سبب اپنی بیوی اور دوسری لونڈیوں سے کنارہ کش ہو گئے اور اپنی علیحدگی کا اعلان بھی فرما دیا۔ تو آپ کی بیوی نے اسی محبوبہ لونڈی کو آپ کے پاس عمدہ کپڑے پہنا کر سنوار کر خدمت کے لیے بھیجا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے کچھ توجہ نہ فرمائی۔ لونڈی نے عرض کیا میرے آقا! آپ کی وہ محبت کیا ہوئی؟ فرمایا وہ اب تک باقی ہے۔ لیکن اب میرے سامنے خلافت کے ایسے ایسے کام ہیں جن کی ذمہ داریوں کے احساس نے تمام لطف و مزہ کو بے کار بنا دیا۔ آخر میں لونڈی سے پوچھا تو کس طرح میری بیوی کے پاس آئی؟ اس نے کہا میرے باپ کو بلاد مغرب میں موسیٰ بن نصیر نے ایک جرم میں ماخوذ کیا اور مجھے ولید کے پاس بھیج دیا۔ ولید نے اپنی بہن فاطمہ کو ہبہ کر دیا۔

یہ موسیٰ بن نصیر حجاج کے عامل تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے سارا ماجرا سن کر افسوس کیا اور لونڈی کو پورے اعزاز اور ساز و سامان کے ساتھ اس کے وطن

میں بھیج دیا۔ جس قدر مالی تاوان ڈالا گیا تھا اسے بھی لونڈی کے بیان کے مطابق مظلوم کی اولاد کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے واپس کر دیا۔ (البدایہ والنھایہ جلد ۹ ص ۲۰۱، الدواء الکافی لابن القیم رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۲۲)

--------۲۵----------

ایک شخص حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس حاضر ہوا اور اس نے یہ شکایت کی کہ آپ کے عامل نے میری زمین پر ناجائز قبضہ کر لیا ہے۔ ان واقعات کو سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عدی بن ارطاۃ عامل کو حکم دیا کہ اس کی زمین فوراً واپس کی جائے۔ اس کے بعد فریادی سے پوچھا کہ تمہارے آنے جانے پر کتنا خرچ ہوا ہے؟ اس نے کہا (رددت علی ارضی وھی خیر من مائۃ الف) آپ نے میری زمین واپس کر دی یہ میرے لیے ایک لاکھ روپیہ سے بہتر ہے۔ میں خرچ نہ لوں گا۔ فرمایا میں نے تم کو تمہارا حق دیا ہے تم پر کوئی احسان نہیں کیا ہے۔ تم اپنا خرچ ضرور بتلاؤ۔ اس نے کہا اندازا" ساٹھ درہم خرچ ہوئے۔ ساٹھ درہم اس کو بیت المال سے دلایا اس کے بعد پھر بلایا اور کہا یہ پانچ درہم اور لیتے جاؤ یہ میں اپنی طرف سے دے رہا ہوں۔ اسے راستے کے کھانے اور روٹی وغیرہ کی خرید میں صرف کرنا۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ص ۱۰۲)

--------۲۶----------

دفع مظالم اور سابقہ مظالم کی تلافی کے سلسلہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مدینہ کے عامل کو لکھا کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں دس ہزار اشرفی تقسیم کر دو عامل نے وہاں سے لکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد قریش کے مختلف خاندانوں میں منتشر ہیں تو کس اولاد کو دیا جائے۔ امیرالمومنین نے لکھا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ رد مظالم کے سلسلہ میں اگر میں تم کو لکھوں کہ فلاں کی بکری واپس کر دو تو تم مجھے یہ ضرور لکھو گے کہ کالی بکری واپس کروں یا چتکبری یا سفید رنگ کی۔ اب یہ میرا خط مکرر جا رہا ہے۔ اس قسم کے فضول سوال سے مت الجھو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ

رضی اللہ عنہ سے جتنی اولادوں کو نسبت ہو ان سب میں دس ہزار دینار تقسیم کر دو اس لیے کہ سلاطین بنو امیہ کے گذشتہ ادوار میں ان پر ظلم ہوا ہے اس کی تلافی مجھ پر لازم ہے۔ (مروج الذہب للمسعودی جلد ۳ ص ۱۹۴)

--------۲۷----------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس یہ شکایت پہنچی کہ خراسان کے عامل نے نو مسلموں پر جزیہ برقرار رکھا ہے اور یہ سمجھا کہ اسلام یہ لوگ اس لیے قبول کر رہے ہیں کہ جزیہ سے بچت ہو جائے۔ تو اہل خراسان نے دیکھا کہ جب جزیہ بہر حال دینا ہی ہے تو اپنا مسلک کیوں چھوڑیں۔ چنانچہ وہ سب اسلام سے برگشتہ ہو کر اپنے باطل مذہب پر قائم ہو گئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان کو فوراً معزول و معطل کر دیا اور ان کی جگہ پر عبدالرحمٰن بن نعیم قشیری کو مقرر کیا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۱۸۸)

--------۲۸----------

رد مظالم کے سلسلہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی یہ نیکی بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپ کی خلافت سے پہلے دوسرے خلفاء بنو امیہ کے زمانے میں خطبہ کے اندر برسر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لعن طعن کیا جاتا تھا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس طریقہ کو بند کر دیا اور اس جگہ پر یہ آیت کریمہ رکھ دی ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک روف رحیم

بعض روایت میں وارد ہے کہ آپ نے لعن و طعن کے سد باب کے لیے حسب ذیل آیت کریمہ رائج کر دی تھی ان اللہ یامر بالعدل والاحسان و ایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون (مروج الذہب للمسعودی جلد ۳ ص ۱۹۴)

یہ خطبہ پہلی صدی سے لے کر اب تک (چودھویں صدی ہجری تک) تمام عالم

اسلام میں رائج اور شائع ذائع ہے۔

--------۲۹----------

قاضی ابو یوسف لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رعایا کے معاملات میں داد رسی اور ان کے مسائل کے تصفیہ میں اس قدر مشغول رہتے کہ اگر دن میں پیش آمدہ معاملات کا فیصلہ نہ ختم کر سکتے تو پھر رات میں بھی سلسلہ عدالت جاری رہتا۔

(کتاب الخراج ص ۱۹ الدواء الکافی ص ۳۲۲ البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۲۰۱)

ایک آج کا زمانہ ہے کہ ضرورت مندوں کے صدہا ہزار ہا معاملات منصفی و ججی سے لے کر ہائی کورٹ تک برسوں بنڈل میں پڑے رہتے ہیں اور آج کا دیا ہوا معاملہ سالہا سال کے بعد طے ہو سکتا ہے اور بے شمار عدالتی مصارف ٹکٹ اسٹامپ "رجسٹری حقوق" کے اس پر مستزاد ہوتے رہتے ہیں۔

--------۳۰----------

مورخ ابن سعد نے لکھا ہے کہ ان کو خوش قسمتی سے ایسے عمال بھی مل گئے تھے جو بے حد کار پرداز تھے۔ عدالت و انصاف اور حکومت و پبلک کے کاموں میں بے حد مصروف رہنے کے باوجود اگر دن میں کام تمام نہیں ہوتا تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سخت تاکید و اہتمام کی بنا پر باقی ماندہ کام رات میں ختم کرتے۔ ابوبکر بن حزم رحمہ اللہ عامل مدینہ منورہ کی پبلک ڈیوٹی رات دن مسلسل قائم رہتی۔ (طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۵۶ و تہذیب الاسماء جلد ۲ ص ۲۱)

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عمال کو تاکید کیا کرتے تھے کہ آج کا کام کل پر مت چھوڑو کیونکہ اس طرح کاموں کا ہجوم ہو جائے گا اور بعض کام کنٹرول سے باہر ہو جائیں گے۔ (سیرت عمر رضی اللہ عنہ ص ۱۱۲)

عمال کے لیے ہدیہ اور رشوت

نبی کریم ﷺ نے عمال اور حکومت کے تمام ادنیٰ و اعلیٰ عہدہ داروں کو ہدیہ قبول کرنے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ ایسے ہدایا و تحائف سے اہل ضرورت اپنی غرض کے لیے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں' اس لیے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ ما بال العامل نبعثه فيقول هذا اهدى لي افلا جلس في بيت امه فينظر ايهدى اليه ام لا۔ یعنی میں کسی عامل کو بھیجتا ہوں تو وہ کہتا ہے یہ سب تو آپ کے بیت المال کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ تو اپنے گھر بیٹھ کر دیکھ لے کہ اس کو کتنا ہدیہ ملتا ہے۔

---------۲---------

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے هدايا الامراء غلول امراء کے تحائف اپنے ہاتھوں میں لینا غلول ہے یعنی چوری و خیانت میں داخل ہے۔ (السیاستہ الشرعیہ ص ۶۰)
بنا بریں صحابہ کرام و دیگر عمال و ولاۃ نے ہدایا و تحائف کے قبول کرنے سے انکار فرما دیا ہے۔ چند مثالیں اس سلسلہ میں پیش کی جا رہی ہیں۔

---------۳---------

خیبر کو فتح کرنے کے بعد حضور ﷺ نے اہل خیبر ہی کو وہاں کی زمین سپرد کر دی۔ معاملہ طے ہوا کہ نصف پیداوار نبی اکرم ﷺ لیں گے اور نصف یہودی کاشت کار لیں گے۔ جب فصل تیار ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے عبداللہ بن رواحہ کو کھجوروں کے تخمینہ و تقسیم کے لیے بھیجا۔ جب یہودیوں کو معلوم ہوا یہ اس کے افسر اعلیٰ ہیں تو تخمینہ کم کرانے کے خیال سے یہودی کسانوں نے اپنی عورتوں کے زیورات کو جمع کیا۔ اور صحابی رسول حضرت عبداللہ بن رواحہ سے کہا هذا لك خفف عنا في القسمة یعنی آپ اسے قبول فرما لیجئے اور تخمینہ کم لگا دیجئے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے فرمایا اما الذي عرضتم من الرشوة فانها سحت وانا لا

نا کلھا رشوت ہمارے لیے حرام ہے اور ہم اسے نہیں کھاتے اور میں تم کو سور و بندر سے زیادہ ذلیل جانتا ہوں۔ یہ کہہ کر فرمایا کہ ہم آنحضرت ﷺ کے حکم کے مطابق نہایت عادلانہ تخمینہ لگائیں گے۔ چنانچہ تخمینہ لگا کر باغ کے دو حصہ کر دیئے اور ان کو اختیار دیا کہ اس میں سے جس حصہ کو چاہیں لے لیں۔ راوی کا بیان ہے کہ پھل توڑنے کے بعد ایک نصف کی پیداوار دوسرے نصف کی پیداوار پر ذرہ برابر زیادہ نہ نکلی۔

یہودی پکار اٹھے بہذا قامت السموات والارض کہ آسمان و زمین اسی طرح کے عدل و انصاف سے قائم ہیں۔ (کتاب الاموال ص ۴۸۴ و موطا امام مالک مع مسوی ج ۲ ص ۲۷۴ و موطا امام محمد مطبوعہ کراچی ص ۳۸۰)

---------۴---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک عامل آذربائیجان پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دو مرتبانوں میں حلوا بنا کر پیش کیا۔ عامل نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا آپ نے دیکھا تو پوچھا کیا ہے؟ لانے والے نے کہا ہمارے ملک کا خاص تحفہ ہے آپ نے ذرا سا چکھا تو بہت لذیذ معلوم ہوا۔ پوچھا سبھی مسلمانوں کو یہ چیز ملی ہے؟ اس نے کہا ہر ایک کے لیے غیر ممکن ہے فرمایا فلا حاجۃ لی فیھا واللہ لا اکلہ ابدا حتی القی اللہ الا ان یکون طعام الناس کلھم مثلہ۔ یعنی مجھ کو ایسی چیز کی ضرورت نہیں ہے جسے سبھی مسلمان نہ کھا سکیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ دونوں برتنوں کو مع حلوا کے واپس لے جاؤ۔ پھر عامل کو ایک خط لکھا شبع المسلمین فی رحالھم مما تشبع منہ فی رحلک یعنی جس سے امیر آسودہ ہو اسی چیز سے ہر مسلمان کو آسودہ کرنا لازم ہے۔ (منتخب کنزالعمال ج ۴ ص ۴۰۵ و ص ۴۰۷ و سنن کبریٰ بیہقی جلد ۳ ص ۲۶۹)

---------۵---------

کچھ چاندی کے زیورات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوئے۔ آپ کے ایک

بچے نے ان میں سے ایک انگوٹھی لے لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیار سے بہلا پھسلا کر بچے سے انگوٹھی لے لی اور زیورات میں ڈال دی اور فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے ہمارے پاس سے لے جاؤ۔ (احیاء العلوم جلد ۲ ص ۱۳۶)

---------۶--------

ایک شخص ہر سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اونٹ کی ران ہدیہ کیا کرتا تھا۔ اس کا کسی سے جھگڑا ہوا وہ معاملہ لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس داد رسی کے لیے آیا۔ اور فریق ثانی کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ حق و باطل اس طرح الگ الگ کر دیجئے جیسے ران اونٹ سے الگ ہو جاتی ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اشارہ پا گئے۔ تحفے کی خرابی ان پر منکشف ہو گئی اور فوراً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گورنروں کو یہ فرمان بھیجا کہ تحفے نہ قبول کرو یہ رشوت کی ایک قسم ہے۔ (سنن کبریٰ بیہقی ج ۱۰ ص ۱۳۸ و سیرت عمر رضی اللہ عنہ لابن الجوزی ص ۹۷)

اس قسم کے واقعات سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دیانت صاف ظاہر ہے۔

---------۷--------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک عامل معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنو سعد کے قبیلے میں تحصیل زکوٰۃ کے لیے آپ کو بھیجا۔ آپ نے زکوٰۃ وصول کی اور وہاں کے مقامی غرباء میں تقسیم کر دی۔ تحفہ تحائف اپنے لیے کچھ بھی نہ لائے۔ ان کی بیوی نے کہا بچوں کے لیے سفر سے واپسی میں کچھ بھی نہ لائے۔ انہوں نے فرمایا میں کس طرح کوئی چیز لاتا۔ میرے ساتھ ایک نگران بھی تھا۔ بیوی نے سمجھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے شوہر معاذ کی دیانت و امانت پر بھروسہ نہیں کرتے' ایک اور محافظ ان کے ساتھ بھیجتے ہیں۔ ادھر ادھر ان کی بیوی نے چرچا کیا۔ شدہ شدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک اس کی خبر پہنچی۔ آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور پوچھا کہ بھائی یہ کیا معاملہ ہے؟ میں نے تمہارے ساتھ کب محافظ بھیجا تھا؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اصل مقصد تو یہ تھا کہ خدا حافظ و نگراں تھا' میں کس طرح کوئی چیز لے کر

آتا۔ اور اپنی بیوی کو تحفہ دیتا لیکن اس اللہ کی بندی نے میرے اس جملہ کو آپ کے بارے میں محمول کر لیا ہے۔ میں نے معذرت خواہی کے لیے اس مبہم جملہ کو استعمال کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بطور عطیہ حضرت معاذ کو کچھ دیا اور فرمایا کہ میری طرف سے یہ چیز اس کو دے کر راضی کر لو۔ (کتاب الاموال ص ۵۹۷ و احیاء العلوم جلد ۳ ص ۱۳۷)

---------۷---------

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ھدایا العمال غلول کہ عمال کا اپنے عمل کے سبب ہدیہ لینا خیانت فی العمل ہے۔ خلیفہ پر واجب ہے کہ ایسے اموال کو عمال سے واپس لے لے۔ (السیاستہ الشرعیہ ص ۲۰)

---------۸---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال کو ہدایت دے رکھی تھی ایاکم والھدایا فانھا من الرشاء (سیرت عمر رضی اللہ عنہ ص ۱۱۴) خبردار ہدیہ تحفہ نہ لیا کرو یہ سب رشوت کے حکم میں آ جاتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ان تاکیدات کا خاطر خواہ اثر ہوا اور عمال نے ہر طرح کے ہدیے و تحفے سے گریز و استغناء کیا۔ (جزاھم اللہ)

---------۹---------

حضرت خالد رضی اللہ عنہ وغیرہ نے بعض اقوام کے پیش کردہ ہدایا کو مصلحتہ" قبول کیا بھی تو سیدھے بارگاہ صدیقی میں بھیج دیا اور وہاں سے حکم آیا کہ جن لوگوں نے اس ہدیہ کو پیش کیا ان کے جزیہ کی رقم اسی قدر وضع کر دو۔ (اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۷۵)

---------۱۰---------

اسی طرح خلافت فاروقی و خلافت عثمانی میں عمال نے ہدیہ لیا لیکن جزیہ کی رقم میں اسے محسوب کر دیا۔ (ازالتہ الخفاء و منتخب کنزالعمال)

---------۱۱---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ حاکم بصرہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے پاس ایک

میر منشی نصرانی ہے۔ حضرت عمر اگرچہ اس کی خوش نویسی سے بے حد خوش تھے۔ لیکن جب اس کا نصرانی ہونا واضح ہو گیا تو فرمایا کہ یہ لوگ رشوت کو حلال سمجھتے ہیں اور تم نے اس کو امین سمجھ لیا ہے۔ فوراً اس کو معطل کر دو ورنہ سخت سزا کے مستوجب ہو گے۔ (مستطرف جلد اول ص ۹۸)

---------۱۲--------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا خبردار یہود و نصاریٰ کو کوئی عہدہ نہ دو۔ اس لیے کہ یہ لوگ رشوت کو حلال سمجھتے ہیں اور قبول کرتے ہیں اور اللہ کے دین میں رشوت جائز نہیں۔ (المستطرف جلد اول ص ۹۸)

---------۱۳--------

امام مسروق رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (معلم کوفہ) کے شاگرد ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ حدیث بیان کی تھی۔ کسی مسلمان کا کام کر دینے پر جو ہدیہ ملے وہ مال سخت یعنی حرام ہے۔ امام مسروق کے پاس بعض ایسے مواقع پر ہدیہ جات آئے تو آپ نے ان کو مسترد کر دیا۔ (السیاستہ الشرعیہ لابن تیمیہ ص ۳۱)

---------۱۴--------

اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد مبارک میں بیت المال کی طرف سے مسکینوں' مسافروں' معذوروں کے لیے لنگر خانہ کا انتظام تھا۔ اس میں دودھ دہی بھی کھانے میں دیا جاتا تھا۔ ایک دن اتفاقاً اس باورچی خانہ سے دودھ کا ایک پیالہ آپ کی لونڈی لے کر جا رہی تھی پوچھا یہ کیا ہے؟ لونڈی نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ بیوی صاحبہ حاملہ ہیں' ان کو دہی کی خواہش ہوئی بروقت کہیں نہ ملا اور چونکہ حاملہ عورت کی خواہش کا لحاظ ضروری ہوتا ہے' اس لیے مہمان خانہ میں سے لے کر جا رہی ہوں۔ یہ سن کر آپ نے لونڈی کے ہاتھ سے پیالہ لیا۔ اور گھر میں پہنچ کر فرمایا کہ اگر غرباء اور فقراء ہی کے کھانے سے بچہ پیٹ میں ٹھہر سکتا ہے تو خدا تیرے پیٹ کے بچہ کو گرا دے۔ بیوی نے لاعلمی ظاہر کی اور پیالہ واپس کر دیا۔ (طبقات ابن

سعد جلد ۵ ص ٢٧٩) احتیاط و ورع و تقویٰ کی یہ کتنی اعلیٰ مثال ہے۔

---------١٥---------

جب دن میں کام ختم نہ ہوتا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رات میں بھی کام کرتے اور حکومت کی شمع استعمال کرتے اگر اسی وقت کسی ذاتی ضرورت کے لیے لکھنا ہوتا تو اس کو ہٹا کر ذاتی شمع دان جلا کر اس کی روشنی میں لکھتے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ٢٩٥)

بیت المال سے کسی طرح کا ادنیٰ نفع بھی نہ اٹھانے کی یہ کتنی اعلیٰ مثال ہے۔

---------١٦---------

ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیز کو سیب کھانے کی خواہش ہوئی گھر میں سے دام منگوایا۔ بیوی نے جواب دیا کہ کچھ بھی دام نہیں ہے۔ اتنے میں خاندان ہی کے ایک شخص کو معلوم ہوا تو اس نے طرح طرح کے میوہ اور عمدہ عمدہ سیب آپ کے لیے ایک طبق میں رکھ کر بطور ہدیہ پیش کر دیا۔ سیب آپ کو طبعاً بہت مرغوب خاطر تھا۔ اور ابھی ابھی اس کی تلاش تھی مگر اس کا تحفہ قبول نہ فرمایا۔ ایک سیب کو طبق میں سے اٹھا کر فرمایا بہت عمدہ سیب ہے۔ کیسی اچھی خوشبو ہے' کیسے عمدہ رنگ ہیں' پھر اپنے نوکر سے کہا طبق لے جاؤ جس نے بھیجا ہے اسے واپس کر دو میرا سلام عرض کر دینا اور تحفہ کے لیے شکریہ ادا کر دینا۔ کسی صاحب نے عرض کیا کہ آپ کو سیب کھانے کی بہت خواہش تھی۔ تحفہ آپ کو مل گیا تو آپ نے کیوں واپس کر دیا؟ حالانکہ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ نے بھی تحفہ قبول کیا ہے۔ فرمایا انها لاولئك هدية وهی للعمال بعدهم رشوة (طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ٣٧٨)

ان قدسی صفات حضرات کے لیے تو بے شک وہ تحفہ کا حکم رکھتا تھا لیکن ہم جیسے عمال کے لیے اب ایسی چیزیں رشوت کا حکم رکھتی ہیں۔ ہمیں لوگ تحفہ دے کر اپنے معاملات کے لیے راضی کرنا چاہتے ہیں اس لیے یہ تحفہ نہیں رشوت ہے۔

ماتحت افسران کے تحائف سے پرہیز حاکم وقت کو خوش کرنے کو کون کیا نہیں کرتا اور حاکم کے اہل و عیال کس کس طرح فائدہ اٹھاتے ہیں۔ آج کے دور میں بالکل ظاہر ہے۔ مگر دیکھیے دور فاروقی میں اس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی بے حد محتاط تھے۔ لبنان کا شہد اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو بے انتہا پسند تھا۔ ابن معدی کرب لبنان کے افسر اعلیٰ تھے۔ دمشق آئے تو اتفاقاً" امیرالمومنین کی اہلیہ محترمہ فاطمہ سے معلوم ہوا کہ امیرالمومنین کو لبنان کا شہد بہت پسند ہے۔ ابن معدی کرب نے لبنان پہنچ کر بہترین شہد تحفے میں بھیج دیا۔ امیرالمومنین ایک وقت کھانے پر بیٹھے' دیکھا کہ شہد رکھا ہے۔ بولے لبنان کا معلوم ہوتا ہے۔ بیوی نے جواب دیا جی ہاں۔

بولے ابن معدی کرب نے بھیجا ہے؟ جواب ملا جی ہاں! تحفہ آیا ہے۔

فرمایا یہ میرے کھانے کے لیے نہیں ہے۔ فوراً بازار بھیج کر اس کو فروخت کر دیا۔ جو قیمت آئی اسے بیت المال میں داخل کرا دیا۔ اور ابن معدی کرب کو لکھ بھیجا' تم نے فاطمہ کے کہنے پر شہد بھیجا ہے۔ خدا کی قسم اگر آئندہ تم نے ایسا کیا تو تم اپنے عہدے پر نہیں رہ سکتے۔ اب میں کبھی تمہیں اپنے پاس نہ آنے دوں گا۔

---------۲---------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی نگاہ دور رس کی داد دینی پڑتی ہے جس طرح انہوں نے ہدیہ کا لین دین عمال کے لیے منع فرمایا۔ اسی طرح عامل و حاکم کو عہدہ پر برقرار رہنے تک ہر قسم کے تجارتی کاروبار سے بھی منع فرمایا۔ ان کے پر حکمت کلمات دیکھیے ارشاد ہوتا ہے ولا یحل لعامل تجارة فی سلطانہ الذی ھو علیہ اور عامل اپنی عمل داری میں کوئی تجارتی کام نہیں کر سکتا۔ (اصابہ لابن حجر جلد اول ص ۲۹۴ و سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۹۹)

تمام عمال کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے زمانہ عمل میں تجارت سے قطعاً روک دیا تھا تاکہ توجہ و مشغولیت بٹ جائے۔

---------۳--------

اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ نے امراء لشکر اور عمال کے متعلق یہ اعلان کرایا تھا ان عطاء ھم قائم و رزق عیالھم سائل فلا یزرعون ولا یزارعون (اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۳۱۶)

یعنی ان عہدہ داران و عمال کا وظیفہ قائم ہے اور ان کے بال بچوں کا راشن مقرر ہے۔ لہذا یہ لوگ نہ خود کھیتی کر سکتے ہیں نہ کسی سے کرا سکتے ہیں۔ دوسرے کسی تجارتی و زراعتی کام میں شغل رکھنے سے عہدہ داروں' افسروں' حاکموں کو اس لیے منع کر دیا گیا کہ ممکن ہے کہ بحالت عہدہ و افسری ان کاموں کے لیے اپنے عہدہ و اثر سے کچھ ناجائز فائدے حاصل کریں۔ اس لیے اس کا بھی سد باب کر دیا گیا اگر ان کے گھر پر کچھ کمپنی وغیرہ ہو تو اس سے اعراض و بے نیازی اس حکم میں داخل نہیں ہے۔

---------۴--------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اپنے عمال کو تین تین سو دینار ماہانہ تنخواہ دیتے تھے اور خود بہت معمولی تنخواہ لیتے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ آپ عمال کو اپنے سے کئی گنا زیادہ دیتے ہیں؟ فرمایا کہ اردت ان اغنیھم عن الخیانۃ (سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ص ۴۳ البدایہ والنہایہ ص ۲۰۳)

یعنی میں عمال کو علی قدر مراتب دو سو یا تین سو دینار اس لیے ماہانہ دیتا ہوں کہ وہ رشوت و خیانت اور ہر طرح کے ظلم سے دور رہ کر مسلمانوں کے کام میں یکسوئی سے پوری طرح مشغول رہیں۔

دورِ فاروقی کے دیانت پسند و جفاکش و مستعد عمال

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک مجلس میں فرمایا کہ سب لوگ اپنی اپنی تمنا بیان کرو۔ کسی نے کہا کہ میری تمنا یہ ہے کہ یہ مکان سونے سے بھرا ہوا مجھے ملتا اور میں سب اللہ کے راستہ میں خرچ کر دیتا۔ کسی نے کہا میری تمنا ہے کہ فلاں مکان موتی زبرجد و جواہر سے بھرا ہوا مجھے ملتا تو میں سب اللہ کے راستہ میں خرچ کر دیتا آخر میں لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ بھی اپنی تمنا ظاہر کیجئے۔ فرمایا اتمنی لو ان هذه الدار مملوة رجالا مثل ابی عبیدة بن الجراح و معاذ بن جبل و حذیفة (تہذیب الاسماء جلد اول ص ۱۵۴ و صفوۃ الصفوہ ج ۱ ص ۱۳۴ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۵۱۳)

میری تمنا تو یہ ہے کہ یہ گھر ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ و معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ و حذیفہ رضی اللہ عنہ جیسے متدین و قدسی صفات لوگوں سے بھرا ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس زمانہ خیر القرون میں امانت و دیانت والے آدمی کی تمنا کرنی پڑی تو آج اس امانت و دیانت کے قحط و فقدان کا ذکر ہی کیا۔ اب ایسی پاکیزہ تمنا رکھنے والوں کا وجود نہیں ؎

ترے بعد اکبر کہاں ایسی نظمیں
وہ دل ہی نہ ہوں گے کہ یہ آہ نکلے

---------۲--------

ایران کی لڑائی میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح مسلمانوں کے سپہ سالار تھے چند ایرانی امراء آپ کی خدمت میں کھانے و حلوے تیار کر کے لائے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا اسی طرح کے کھانے سے پوری فوج کی دعوت دی گئی ہے۔ انہوں نے کہا ایک ہی کھانا سب کے لیے نہیں ہو سکے گا۔ فرمایا ہم ایسا کھانا نہیں

کھاتے جو عام مسلمانوں کو چھوڑ کر کسی خاص شخص کے لیے علیحدہ بنایا گیا ہو۔ ابو عبیدہ تو صرف اسی کھانے کو کھا سکتا ہے جو خدا نے سب مسلمانوں کو عطا کیا ہے اور جسے عام مسلمان کھاتے ہیں۔

---------۳---------

جب حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ انتقال کرنے لگے تو حاضرین سے کہا کہ امیرالمومنین سے میرا سلام عرض کر دینا اور یہ بھی بتا دینا کہ سب طرح کی امانتوں کو میں واپس کر چکا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو سو دینار میرے پاس بطور تحفہ کے ارسال کیا تھا وہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو واپس کر دینا۔ کچھ لوگوں نے کہا اسے کیوں واپس کر رہے ہیں؟ آپ کے خاندان میں بہت سے حاجت مند ہیں انہیں کو تقسیم کر دیجئے۔ فرمایا ان کے ذمہ دار امیرالمومنین ہیں تم ان کی رقم کو امیرالمومنین کے حوالہ کر دینا۔ (اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول جز ۳ ص ۵۱۹)

---------۴---------

جس زمانہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدائن کے گورنر تھے تو ایسے سادہ و بوسیدہ لباس میں رہتے کہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ آپ مدائن کے امیر ہیں۔ شام کے ایک ناواقف آدمی نے لاعلمی سے ان کو مزدوری کے لیے کہا۔ آپ نے بخوشی منظور کر لیا وہ آدمی آپ سے اپنا بوجھ اٹھوا کر لے چلا۔ راستہ میں لوگوں سے اس نے سنا کہ امیر وقت ہیں۔ اس نے ندامت کے ساتھ معافی چاہی۔ فرمایا کیا ہوا کچھ حرج نہیں۔ آپ نے اس کا سامان اٹھا کر اس کے گھر تک پہنچا دیا۔ (صفوۃ الصفوہ جلد اول ص ۲۸۹)

---------۵---------

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سفر شام میں گئے اور اس کی مختلف آبادیوں اور بستیوں سے ہوتے ہوئے حمص پہنچے تو فرمایا کہ ان آبادیوں کے غرباء کی ایک فہرست بناؤ۔ فہرست میں امیر حمص حضرت سعید بن عامر کا نام بھی تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعجب کرتے

ہوئے پوچھا کیف یکون امیرکم فقیرا این عطاوئہ این رزقہ یعنی تمہارے امیر کیسے فقراء و غرباء کی فہرست میں شامل ہو سکتے ہیں؟ آخر ان کے عطیات ان کا وظیفہ کیا ہوتا ہے؟ لوگوں نے کہا وہ جو کچھ پاتے ہیں سب خیرات کر ڈالتے ہیں اور خود بڑی تنگی سے بسر کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کے پاس ہزار اشرفی بھیجی۔ اس رقم کو پاکر وہ زور زور سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے لگے۔ بیوی نے پوچھا کیا ہوا؟ کیا امیرالمومنین کا انتقال ہو گیا؟ فرمایا بل اعظم من ذلک بلکہ اس سے بھی بڑی بات ہے۔ بیوی نے پوچھا تو پھر کوئی قیامت کی نشانی ظاہر ہو گئی؟ فرمایا ہاں اس سے بھی بڑی بات پیدا ہو گئی؟ بیوی نے کہا کہ آخر وہ کیا بات ہے فرمایا دنیا اور فتنہ نے میرا مقابلہ کیا ہے۔ آخر اس رقم کو لے کر مجاہدین اور غازیان اسلام کے مصارف میں خرچ کر دیا۔ (صفوۃ الصفوہ ج ۱ ص ۲۷۵ و مستطرف ج ۱ ص ۱۱۰)

---------۶---------

ایک بار حضرت عمرؓ نے انہی سعید بن عامر سے فرمایا کہ اہل شام تم سے خاص محبت رکھتے ہیں اور تمہاری عمل داری کو پسند کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ان کی ہر طرح سے ہمدردی و غم خواری کرتا رہتا ہوں اور ان کی ضروریات میں پوری پوری مدد کرتا ہوں۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ لو دس ہزار درہم لیتے جاؤ اور کشادہ دلی سے خرچ کرو۔ انہوں نے فرمایا۔ میرا کام چلتا ہی رہتا ہے یہ رقم اور جس کو ضرورت ہو دے دیجئے۔ (اصابہ لابن حجر ج ۲ ص ۴۷)

---------۷---------

عیاض بن غنم والی مصر تھے۔ ان کے پاس ان کے کچھ اعزہ و رشتہ دار حاضر ہوئے۔ واپسی کے وقت آپ نے ہر ایک رشتہ دار کو دس اشرفی دیا۔ پانچوں نے کم سمجھ کر واپس کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کے حقوق قرابت سے میں غافل نہیں ہوں۔ مجھے اور دینا چاہیے تھا۔ لیکن میں نے اپنی بعض چیزوں کو فروخت کر کے یہ خدمت کی ہے۔ اس سے زیادہ اس وقت میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ اب رہا یہ کہ

بیت المال سے آپ کی کچھ مساعدت کروں تو میرے لیے ناممکن ہے۔ فرمایا فواللہ لو انی اشق بالمنشار احب الی من ان اخون فلسا او اسرق مال اللہ یعنی مجھے آرہ سے چیر دیا جائے تو یہ قبول ہے لیکن میں بیت المال سے ایک پیسہ کی خیانت نہیں کر سکتا۔ (صفوۃ الصفوہ جلد اول ص ۲۷۸)

---------۸---------

فاروقی دور کے ایک عامل (گورنر) عمرو بن عاص تھے۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ بھیس بدل کر رات میں رعایا کی حالت دیکھنے کے لیے گشت کیا کرتے تھے تاکہ کوئی بھوکا نہ رہے کسی کو کوئی اذیت نہ پہنچائے اور کوئی ایسی ویسی بات نہ ہو۔ ایک رات چند اوباشوں نے آپ کو گھیر لیا اور اجنبی سمجھ کر حملہ آور ہوئے۔ آپ نے ان سے کہا کہ تم جتنی سختیاں چاہو کر لو مگر امیر مصر کے پاس مجھ کو نہ لے جانا کیونکہ میں ان کا فراری ہوں۔ ان اوباشوں نے سمجھا کہ یہ امیر مصر کا غلام ہے۔ لہٰذا اگر ہم وہاں پہنچا دیں گے تو وہ ہمارا احسان مانے گا۔ چنانچہ وہ سب آپ کو پکڑ کر دارالخلافہ لائے۔ جب آپ سرکاری دفتر کے قریب پہنچے تو آپ نے اپنے محافظ سپاہیوں کو حکم دیا کہ ان سب کو گرفتار کر لو کوئی بچ کر جانے نہ پائے۔ (سیرت عمرو بن العاص ص ۱۰۲)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جس طرح امیرالمومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رات کو گشت کیا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ کے گورنروں کا بھی اپنے اپنے یہاں یہی دستور تھا۔

آج کل تو تھانے دار اور معمولی سپاہی بھی پابندی سے گشت نہیں کرتے اور کرتے بھی ہیں تو بجائے فائدہ کے پبلک کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ چوروں اور بدمعاشوں سے مل کر اپنی حفاظت اور ذمہ داری میں چوری کراتے ہیں۔

---------۹---------

کوفہ کے ایک قاضی شریح تھے۔ ان کی کمال درجہ کی دیانت ملاحظہ ہو راوی کا بیان ہے کہ ایک دن ان کا لڑکا آیا اور اس نے کہا کہ ابا جان مجھ میں اور فلاں میں

ایک زمین کے معاملہ میں اس قسم کا جھگڑا ہو گیا ہے اگر قانونی روشنی میں فیصلہ میرے موافق ہو سکے تو میں ان سے مقدمہ کروں ورنہ معاملہ سے باز آ جاؤں۔ قاضی صاحب نے لڑکے کو مقدمہ دائر کرنے کی اجازت دے دی آخر یہ مقدمہ قاضی شریح کے پاس پہنچا انہوں نے اپنے بیٹے کے خلاف اور مدعی علیہ کے موافق فیصلہ کر دیا۔ جب قاضی صاحب عدالت کے کمرہ سے نکل کر گھر پہنچے تو بیٹے نے کہا۔ ابا جان! آپ نے مجھے رسوا کیا۔ فرمایا کہ حق تعالیٰ کی قسم تیری محبت ان سب پر غالب ہے لیکن خداوند تعالیٰ کا حکم تجھ سے بھی زیادہ مجھے عزیز ہے۔ بیٹے نے کہا پھر آپ نے مجھ کو پہلے ہی کیوں نہ بتا دیا کہ فیصلہ تیرے خلاف ہو گا۔ فرمایا کہ مجھے یہ خوف دامن گیر ہوا کہ تمہارے خلاف فیصلہ کی اطلاع اگر تم کو قبل از وقت دے دوں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ ان سے بجائے مقدمہ بازی کے تم صلح کر لو اور صلح کے ذریعہ ان سے کچھ حق اپنے لیے حاصل کر لو۔ حالانکہ اس میں تیرا حق کچھ بھی نہ تھا۔ (صفوۃ الصفوہ جلد ۲ ص ۲۰)

محترم ناظرین! آپ نے دیکھا کہ کل تک تو اپنے بچوں کی رعایت منظور نہ تھی۔ اور آج یہ حال ہے کہ وکیل مختار تمام لوگوں کو قانونی چکمہ بازیاں سکھاتے رہتے ہیں۔ خدا ان ناحق پرست وکیلوں سے سمجھے اور ان ذریات شیطانی کا قلع قمع فرمائے۔ کیا خوب کہا اکبر الہ آبادی نے ؎

پیدا ہوئے وکیل تو شیطان نے یہ کہا
لو آج ہم بھی صاحب اولاد ہو گئے

۱۰

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضرت عمر کے عامل تھے ایک بار قبیلہ بنو سعد پر محصل بنا کر بھیجے گئے، آپ نے محصول وصول فرمایا اور غرباء و مساکین میں وہاں کی ساری رقم تقسیم فرما دی کوئی رقم نہ دارالخلافہ میں بیت المال کے لیے لائے نہ کچھ تحفہ تحائف اپنے گھر کے لیے لائے۔ بلکہ جس عصا و مصلی کو ساتھ لے کر گئے تھے بس اسی کو لئے ہوئے واپس گھر میں تشریف لائے۔ بیوی نے سوال کیا کہ کچھ تحفہ

تحائف نہیں لائے؟ فرمایا میں کس طرح کوئی چیز اپنی ذات کے لیے لا سکتا ہوں۔
(کتاب الاموال ص ۵۹۷ و احیاء العلوم جلد ۳ ص ۱۳۷)

آج ایسے متدین عمال اور امانت و دیانت کے پیکر افراد کا وجود عنقا ہے اس لیے کہ امانت و دیانت کی قدر نہیں حکومت کے تمام کاروبار رشوت جھوٹ' جعل سازی' بدمعاشی' فحاشی و فحش پرستی کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور بڑے سے بڑا عہدہ اور اعزاز بڑے سے بڑے بدمعاش' ہزل گو' بذلہ سنج' سینما ہیں و قصیدہ گو شاعر کو بے تکلف پیش ہو رہا ہے تو پھر امانت و دیانت پسندی کا غلبہ آخر کس طرح ہو۔ جب آج اس کی نہ کچھ قدر ہے نہ کوئی قیمت۔

خرما نتواں یافت ازاں خار کہ کشتیم
ریشم نتواں یافت ازاں شاخ کہ رشتیم

آج بھی اگر حکومت کے مناصب اور عہدوں کے لیے صرف قابلیت اور دیانت و امانت و خدا ترسی کو معیار ٹھہرا لیا جائے تو عوام و عمال سب کا رخ عدل و انصاف اور خدا پرستی و حق شناسی کی طرف مڑ سکتا ہے۔ جن چیزوں کی قدر ہوتی ہے ان چیزوں کی بہتات و کثرت بھی ہوتی ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ اہل عرب میں بے حیائی' ہزل گوئی' فحاشی' عیب کی بجائے ہنر تھا تو سارے شعراء اور پوری قوم کا مزاج یہی تھا۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے عدالت' دیانت' امانت خدا پرستی کا مقام بلند کیا تو برے بھلے ہو گئے' غنڈے متقی ہو گئے۔ آج بھی حکومت سعودیہ کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے کہ اس نے خدا ترسی' خدا پرستی' دیانت اور امانت و عدالت کو اصل مقام دیا تو فرض شناس افراد اور حق شناس اور دیانت پسند و امانت دار عمال کی وہاں فراوانی ہے۔ سچ ہے الناس علی دین ملوکھم

عمال کی قدر شناسی و عزت افزائی آنحضرت ﷺ نے اپنے عمال کے سلسلہ میں فرمایا کہ ان کو مکان' نوکر' سواری ہم سے لینے کا حق ہے۔ ارشاد ہے من ولی لنا عملا ولیس لہ منزل فلیتخذ منزلا ولیس لہ خادم فلیتخذ

خادما اولیستت لہ دابۃ فلیتخذ دابۃ (مسند احمد جلد ۴ ص ۲۲۹)

اس سے معلوم ہوا کہ حکام کو علاوہ سادہ گزران کے مکان' نوکر' سواری کا حکومت کے بجٹ سے حاصل کرنا یا خریدنا درست ہے۔

---------۲---------

آنحضرت ﷺ نے اپنے عمال و حکام کی قدر دانی کے سلسلہ میں ایک انتباہ دیا ہے۔ عوف بن مالک اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ موتہ میں میرے ایک ساتھی نے ایک آدمی کو قتل کر دیا۔ جس کا ہتھیار اور گھوڑے کی کاٹھی وغیرہ سب چیزیں سونے کی تھیں۔ حضرت خالد ہمارے افسر تھے۔ انہوں نے ان سامانوں کو قیمتی سمجھ کر رکھ لیا۔ تو میں نے ان سے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ قاتل کو مقتول کا مال مسلوب مل جاتا ہے۔ لیکن انہوں نے اس کے بعد بھی واپس نہیں کیا جب ہم لوگ مدینہ واپس لوٹے تو آنحضرت ﷺ سے میں نے اس کی شکایت کی تو فرمایا اے خالد اگرچہ قیمتی سامان ہے مگر اسے واپس کر دو۔ جب یہ حکم نامہ صادر ہو چکا تو میں نے باہر نکلتے ہوئے حضرت خالد سے بطور طعنہ کہا۔

فرمائیے جناب! میں نے آپ کی مزاج پرسی اچھی طرح کرا دی یا نہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے یہ میرا طعن آمیز جملہ سن کر فرمایا یا خالد لا تردہ الیہ۔ اے خالد اب مت دینا۔ یہ کہہ کر فرمایا تم میرے امراء اور افسران بالا کے ساتھ ایسی بدسلوکی کرتے ہو۔

(مسند احمد جلد ٦ ص ۲۸)

---------۳---------

ایک بار ایک شخص نے حضرت ابوبکر سے ان کے دور خلافت میں بد تمیزی سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ مجھے سواری کا جانور دے دیجئے' میں آپ سے اور آپ کے بیٹے سے زیادہ شہسوار ہوں۔ اس پر حضرت مغیرہ بن شعبہ نے اس کو ایسا تھپڑ رسید کیا کہ اس کے دانت ٹوٹ گئے اور ناک سے خون جاری ہو گیا۔ اس کے خاندان کے لوگ آئے اور مغیرہ بن شعبہ سے انتقام لینا چاہا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

اللہ کے سپاہی پر کیسا قصاص؟ یہ اللہ کے سپاہی تھے جنھوں نے بروقت اس کو سزا دی۔ تا کہ خلافت کا وقار اور اس کی عزت و عظمت بلند رہے۔ (کتاب الروح لابن قیم ص ۲۹۶)

---------۴---------

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے قابل قدر عمال کی حوصلہ افزائی فرمائی اور ان کی تعریف و تحسین بھی کی ہے۔ جب حضرت خالد نے ایک موقعہ پر آپ سے کمک طلب کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور رقعہ لکھا کہ جس لشکر میں قعقاع ہوں اس کو شکست نہ ہو گی۔ قعقاع کا ایک حملہ ہزار آدمی پر بھاری ہے۔

(اصابہ جلد ۳ ص ۲۳)

---------۵---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری بصرہ کے حاکم تھے۔ آپ کو ایک شخص سے شکایت ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس کی اطلاع کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو طلب فرمایا اور پوچھا ما الذی شجر بینک وبین عاملی کہ تمہارے اور میرے عامل کے درمیان کیا جھگڑا ہے؟ (احیاء العلوم جلد ۲ ص ۳۳۸)

اس سے معلوم ہوا کہ عمال و رعایا کے درمیان غلط فہمیوں اور باہمی شکایات کے ازالہ پر حضرت عمر ہمدردانہ غور فرماتے تھے۔

---------۶---------

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ پر عامل تھے۔ آپ نے ایک شخص کو اسبال ازار سے منع کیا تو اس نے درمیان میں کہا پھر آپ کا تہبند کیوں نیچے ہے؟ فرمایا میری اور تمہاری حالت میں فرق ہے۔ میری پنڈلی میں کچھ کمزوری ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس شخص کو درے سے مارا اور فرمایا تم خواہ مخواہ کا اعتراض کرتے ہو۔ (اصابہ جلد ۲ ص ۲۶۳)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عمال کے مراتب و رفع درجات و ازالہ شکایات کا خاص اہتمام ملحوظ تھا۔

---------۷---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عمال کو کھانے کا وقت ہونے پر کھانا بھی کھلاتے تھے ایک عامل کا بیان ہے کہ مجھے اونٹ کے سر کا گوشت (کلہ) تیل میں بھونا ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھلایا تھا۔ (اصابہ جلد ۲ ص ۱۶۴)

---------۸---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت طفیل دوسی کے صاحبزادے آئے ہوئے تھے یہ کسی جنگ میں زخمی ہو گئے تھے اور ان کا ہاتھ کٹ گیا تھا۔ جب کھانے کا وقت ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دستر خوان سے یہ صاحب الگ جا کر بیٹھ گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیوں الگ ہو گئے۔ کیا ہاتھ کٹ جانا کوئی عیب ہے۔ واللہ لا اذوقہ حتی قسوتہ بیدک (اصابہ جلد ۲ ص ۵۳۶)

اللہ کی قسم میں کھانے کا ذائقہ بھی نہیں چکھ سکتا۔ جب تک تم خود اس کو اپنے ہاتھ سے استعمال نہ کرو گے۔

---------۹---------

عمر بن حارث نامی ایک بزرگ اپنی ضعیفی کے زمانہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور مدح کے اشعار پڑھنے لگے

ما ان رایت مثل الخطاب

امر بالدین وبالکتاب

بعد النبی صاحب الکتاب۔الخ

حضرت عمر بن خطاب کی طرح میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین اسلام اور کتاب اللہ کی نصرت کرنے والا اور کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کوڑا سے کونچ کر فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیوں چھوڑا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تو انہیں کا

درجہ ہے۔ انہوں نے کہا واللہ مجھے اس کا خیال نہیں رہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تو نے دیدہ و دانستہ ان کو خارج کیا ہوتا تو میں تیری پیٹھ کو کوڑوں سے زخمی کر دیتا۔

(اصابہ جلد اول ص ۱۱۳)

---------- ۱۰ --------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک مرتبہ متمم بن نویرہ نے حاضر ہو کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے قصاص کا مطالبہ کیا تو چونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے صوابدید سے ایک فیصلہ کر چکے تھے اور اپنی طرف سے مالک بن نویرہ کی دیت بھی آپ نے ادا کر دی تھی۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لا اجدو شیئا صنعہ ابوبکر۔ ایک چیز جس کا فیصلہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کر چکے ہوں میں پھر اس کا از سر نو کوئی تصفیہ لغو سمجھتا ہوں۔ (خزانۃ الادب جلد اول ص ۲۳۸ بحوالہ صدیق اکبر ص ۲۱۳ مولفہ مولانا سعید احمد اکبر آبادی)

---------- ۱۱ --------

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ دھاۃ العرب میں شمار کیے گئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بحرین پر عامل مقرر تھے۔ ان کو بحرین والوں نے ناپسند کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کر کے اپنے پاس بلا لیا۔ بحرین کے کسانوں کو شبہ ہوا کہ پھر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بحرین پر واپس نہ کر دیئے جائیں۔ اس لیے ان لوگوں نے ایک لاکھ روپیہ چندہ اکٹھا کیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک لاکھ کی رقم لے کر آئے۔ کسانوں کے ایک لیڈر نے کہا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے یہ رقم خیانت کر کے میرے پاس ودیعت و امانت کے طور پر رکھی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلا کر پوچھا یہ کیا قصہ ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ یہ بالکل جھوٹ کہتا ہے وہ رقم دو لاکھ کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو پھر تم نے یہ روپیہ کیوں جمع کیا تھا؟ کہا کثرت عیال کے سبب میں نے یہ رقم جمع کی تھی کہ بال بچوں کو فراغت سے روزی میسر ہو۔ بہر حال کسانوں کو دو لاکھ روپیہ کا ذمہ دار ہونا

پڑا۔ ان کی جعل سازی خود ان کے گلے پڑ گئی۔ بعد میں انہوں نے اصل قصہ حضرت عمر کو سنایا اور موکدبہ حلف بیان کیا کہ میں نے لاکھ دو لاکھ تو کیا ایک درہم بھی کسی کے پاس ودیعت نہ رکھے تھے۔ لیکن جب وہ میرے خلاف چال چلے تو میں بھی ایک چال چل گیا۔ ان کی جھوٹی تہمت کے سبب ان کی یہ رسوائی ضروری تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصل قصہ معلوم کر کے اطمینان کا اظہار فرمایا۔ (اصابہ جلد ۳ ص ۴۳)

---------- ۱۲ --------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال کے مناسب کھانے اور گوشت وغیرہ کا بھی روزانہ انتظام فرمایا تھا۔ چنانچہ کوفہ کے عمال کے بارے میں صراحت موجود ہے کہ آپ نے عمار بن یاسر و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عثمان بن حنیف کے درمیان روزانہ ایک بکری کا راشن مقرر کیا تھا کہ نصف حصہ مع کلیجی امیر کوفہ حضرت عمار کا حق ہے اور نصف میں عبداللہ بن مسعود اور عثمان بن حنیف کا حق ہے۔ (کتاب الاموال ص ۶۸ و سیرت عمر ص ۸۷ و تاریخ خطیب جلد اول ص ۱۱ و مروج الذھب جلد ۲ ص ۳۴۲)

---------- ۱۳ --------

ایک بکری روزانہ کا راشن حضرت عیاض بن غنم کے لیے بھی مقرر تھا۔ (طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۲۲ بحوالہ عمر رضی اللہ عنہ کے سرکاری خطوط ص ۹۶) علامہ شاطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں قد کان عمر بن الخطاب یاکل خبز الشعیر والملح ویفرض لعامله نصف شاة کل یوم الخ (کتاب الاعتصام ج اول ص ۳۸۸)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگرچہ خود نمک روٹی پر قناعت کرتے تھے لیکن اپنے حکام و عمال کے لیے نصف بکری کا گوشت ہر ایک کے راشن میں مقرر کیے ہوئے تھے۔ تا کہ لوگوں کے قلوب میں عمال و آفیسران کا احترام قائم رہے۔ اور نظام حکومت برقرار رہے۔

---------- ۱۴ --------

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل لشکر کے لیے بہتر کھانا کھلانے کا حکم صادر فرمایا

تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک عامل کو لکھا تھا کہ تمام کارکنوں اور لشکریوں کو فطیرہ روٹی اور پنیر (جما ہوا دودھ) کھلاؤ کہ یہ دیر تک پیٹ میں باقی رہتا ہے۔

(اصابہ جلد ۳ ص ۲۷۱)

---------- ۱۵ ----------

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک گاڑھا شربت پیش ہوا۔ پیا تو خوش ذائقہ تھا۔ آپ نے شام کے فوجی سرداروں کو ہدایت کر دی کہ مجھے ایک شربت دیا گیا ہے جو انگور کے رس سے بنتا ہے۔ پکاتے پکاتے طلاء کی طرح گاڑھا ہو جاتا ہے۔ آپ لوگ شربت تیار کر لیں اور فوج کو پلایا کریں اور صوبائی گورنروں کو حکم دیا کہ اسی طرح کا شربت عام مسلمانوں کے راشن میں دیا کریں۔ (طبری جلد ۴ ص ۱۶۱ بحوالہ عمر رضی اللہ عنہ کے سرکاری خطوط ص ۶۸)

---------- ۱۶ ----------

جب حمص کے عامل حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ پاپیادہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا یا عمیر جئت تمشی علی رجلیک ما کان فیھم رجل یتبرع بدابہ فبئس المسلمون وبئس المعاھدون یعنی عمیر تم پیدل چل کر آئے ہو کیا وہاں کوئی بھی انسان نہیں ہے جو اپنی سواری یہاں تک آنے کے لیے تم کو دے دیتا۔ وہاں کے مسلمان اور ذمی کتنے بد اخلاق ہیں۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا بدگمانی نہ کیجئے مجھے خود سواری وغیرہ کے تکلفات پسند نہیں ہیں۔ ویسے تو میرے پاس دنیا بھر کی چیز ہے۔ پوچھا وہ کیا ہے؟ کہا ایک لاٹھی ہے۔ ایک جھولا ہے۔ ناشتہ دان ہے۔ وضو کرنے کے لیے ایک لوٹا ہے۔ مصلّٰی ہے اور کیا چاہیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی سادہ زندگی دیکھ کر اعزازاً" سو دینار اور دو وسق غلہ اور دو جوڑا کپڑا دیا۔ (منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۲۵۳ و مستطرف جلد اول ص ۱۱۰ و احیاء العلوم جلد ۴ ص ۲۳۲)

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی سراپا دیانت زندگی کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے

کاش عمیر رضی اللہ عنہ جیسے عمال مجھے اور زیادہ میسر آتے۔ (اصابہ جلد ۳ ص ۳۳ و احیاء العلوم جلد ۴ ص ۲۳۲)

---------۱۷---------

جب عام الرمادہ کے مشہور قحط میں اونٹوں کا بڑا طویل سلسلہ دربار خلافت میں پہنچا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غلہ جات اور کپڑوں کی تقسیم کے لیے حضرت زبیر کو مامور کرنا چاہا۔ انہوں نے معذرت کر دی آخر میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ انہوں نے بھی معذرت کر دی۔ سب سے آخر میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو مامور کیا۔ تو انہوں نے حسب ہدایت تقسیم کا کام انجام دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خوش ہو کر آپ کو ہزار دینار انعام عطا فرمایا انہوں نے پہلے انکار کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بھی کبھی کبھی کوئی دینی خدمت سپرد کی تھی اور بطور انعام کچھ دیا تھا۔ تو ہم نے بھی انکار کیا تھا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ارشاد فرمایا تو ہم نے قبول کیا۔ بنا بریں اس کو تم بھی قبول کرو واستعن بھا علی دینک ودنیاک یعنی اسے لے کر اپنے دینی و دنیوی ضرورتوں کا کام لو۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۴ ص ۳۹۷)

جب کل تک قدر دانیاں تھیں تو یہ قحط الرجال بھی نہ تھا۔ اگر آج بھی علماء' حکماء و خطباء کی وہی حوصلہ افزائیاں اور وہی قدردانیاں اور ان کے حسن خدمت کی وہی سرپرستیاں ہوں تو اچھے کارکنوں' سحر انگیز خطیبوں' قرآن و حدیث کے ماہر عالموں' شعلہ افگن مقرروں کی وہ کمی باقی نہ رہ جائے جو آج ہم سب پر مسلط ہے۔

---------۱۸---------

ایک بار حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چار سو اشرفی کی تھیلی روانہ فرمائی۔ (اصابہ جلد ۳ ص ۴۶۱)

---------۱۹---------

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے عامل تھے۔ بڑی سادگی سے زندگی گزار رہے تھے۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ تنگی و عسرت

ہے تو چار سو دینار کا عطیہ قاصد کے ذریعہ ان کے پاس روانہ کیا۔ انہوں نے قبول فرمایا اور دعائیں دیں۔ (صفوۃ الصفوہ ج اول ص ۱۹۶ و اشہر مشاہیر الاسلام ج اول جز ۳ ص ۵۱۱)

---------۲۰---------

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بہت مقروض ہو گئے تو ان کو بعض ہدیہ کے قبول کرنے کی اجازت دی گئی۔ (اصابہ جلد ۲ ص ۴۳۶)

یہ بھی قدردانی و قدر شناسی کی ایک مخصوص ادا تھی۔ جو عام کلیہ سے مستثنیٰ ہے۔

---------۲۱---------

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام تشریف لے گئے تو عوام و خواص اور وہاں کے بڑے بڑے امراء و افسران پیشوائی و استقبال کے لیے نکلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مجمع میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو نہ دیکھا تو لوگوں سے پوچھا۔ این اخی۔ میرا بھائی کہاں ہے؟ لوگوں نے پوچھا کسے پوچھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو۔ لوگوں نے کہا کہ وہ ابھی آ رہے ہیں۔ جب وہ آ گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی سواری سے اتر پڑے اور ان سے معانقہ فرمایا۔ پھر ان کے پاس ٹھہرے تو ان کے کمرے میں صرف تلوار' ڈھال کجاوہ دیکھا تو فرمایا لو اتخذت متاعا کاش کچھ تو سازو سامان تم رکھتے۔ تم نے تو اپنے اس گھر میں کچھ سازو سامان نہیں رکھا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ یا امیرالمومنین ھذا ایبلغنی المقیل (صفوۃ الصفوہ جلد اول ص ۱۴۳ و اصابہ جلد ۲ ص ۳۴۵)

کہ اے امیرالمومنین اس قدر چیزیں مجھے میری اصلی خواب گاہ (قبر) تک پہنچانے کے لیے کافی ہیں۔ اس طرز عمل میں فاروق اعظم نے اپنے عامل کا اعزاز کئی طرح سے فرمایا۔ سب سے پہلے ان کو "این اخی" سے یاد فرمایا۔ پھر ملاقات ہوئی تو سواری سے اتر پڑے۔ پھر ان سے معانقہ فرمایا۔ پھر انہی کے پاس جا کر ٹھہرے۔ پھر ان کی ضرورتوں کا لحاظ فرمایا اور اس گفتگو کے بعد ایک ہزار درہم کا عطیہ قاصد کے ذریعہ روانہ فرمایا۔ (منتخب کنزالعمال جلد ۲ ص ۲۳)

---------۲۲--------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک عامل عبداللہ بن سندر جزری کو ایک بہت بڑی جاگیر عطا کی۔ اس سے بڑی جاگیر مصر میں اور کسی کی نہ تھی۔ یہ ایک بہترین قطعہ تھا۔

(اصابہ جلد ۲ ص ۳۱۴)

---------۲۳--------

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عیاض بن غنم کو کسی معاملہ کی تفتیش کے بعد خط لکھا اس کے رس بھرے جملے ملاحظہ فرمایئے۔ لکھتے ہیں کہ

"تمہارا خط ملا۔ ان اسباب کا علم ہوا جن کی بنا پر تم نے بسر بن ارطاۃ اور ان کی فوج کو شام کی طرف لوٹا دیا۔ اطمینان ہوا کہ جو روش تم نے اختیار کی وہ معاملہ فہمی پر مبنی ہے۔ خدا تعالیٰ تم کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزاء خیر دے۔ خدا سے دعا ہے کہ جب تک عمر زندہ ہے تم کو سرکاری منصب پر بحال رکھے۔ میں اپنے جانشین خلیفہ کو بھی وصیت کر دوں گا کہ اگر تم ہنوز زندہ ہو تو تم کو سرکاری عہدہ پر برقرار رکھے۔" (فتوح اعثم کوفی بحوالہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سرکاری خطوط ص ۱۰۰)

---------۲۴--------

ایرانیوں کا بہت بڑا فوجی افسر جالینوس زہرہ حشمی کے ہاتھوں مقتول ہوا۔ زہرہ نے مال مسلوب میں سے اس کی وردی اور ہتھیار اتار لیا۔ وردی پر اتنا قیمتی کام تھا کہ تقریباً چالیس ہزار روپے اس کی قیمت قرار پائی۔ زہرہ وردی پہن کر حضرت سعد بن ابی وقاص (جنگی کمانڈر) کے پاس آئے انہوں نے ناراضگی ظاہر کی کہ تم نے میری اجازت کے بغیر وردی پر قبضہ کر لیا اور وردی اتار لی۔ زہرہ نے اس درشتی کے خلاف خلیفہ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شکوہ لکھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کی اس بے ضابطگی کی اطلاع دربار خلافت میں کر دی۔ اس موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سنہرے کلمات پڑھنے کے قابل ہیں۔ آپ سعد رضی اللہ عنہ کو لکھتے ہیں

"تم زہرہ جیسے سورماؤں کا دل دکھاتے ہو۔ تم ان کا حوصلہ توڑتے ہو جب کہ وہ

جنگ کی آگ میں بری طرح جلا ہے۔ تم اس کی وہ وردی اور ہتھیار واپس کر دو جو جالینوس سے ان کو ملے ہیں۔ اس کی فنی قابلیت و مہارت اور جنگی صلاحیت کے سبب مجاہدین قادسیہ کے مقابلہ میں اس کو پانچ سو درہم اور زیادہ عطا کرو۔" (طبری جلد ۴ ص ۱۳۵ بحوالہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سرکاری خطوط ص ۱۵۵)

عمال کی بیش قرار تنخواہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال و افسران کی زیادہ سے زیادہ تنخواہیں مقرر کیں تا کہ عمال دیانتداری سے کام لیں اور رشوت خوری وغیرہ کی بلاء بد سے محفوظ رہیں۔ اس قدر دانی میں دین و دنیا دونوں کے فوائد جمع ہیں۔

---------۲--------

قاضی شریح قاضی کوفہ کی تنخواہ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی تنخواہ پانچ پانچ سو درہم ماہانہ تھی۔ (فتح القدیر شرح ہدایہ ج ۲ ص ۲۴۷)

---------۳--------

معلم کوفہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تنخواہ سو درہم ماہانہ تھی۔ اراضی کی پیمائش کرنے والے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی تنخواہ ڈیڑھ سو درہم ماہوار اور امیر کوفہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی تنخواہ چھ سو درہم ماہانہ مقرر تھی۔ (اشہر مشاہیر الاسلام ج اول جز ۳ ص ۶۱۵ و عبقریت عمر ص ۱۶۱)

---------۴--------

مشاہرہ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا مستقل عطیہ پانچ ہزار درہم سالانہ علیحدہ تھا۔ (کتاب الاموال ص ۲۴۳)

---------۵--------

اسی طرح حضرت عمار بن یاسر کا بھی مستقل عطیہ چھ ہزار درہم سالانہ علیحدہ تھا۔

(کتاب الاموال ص ۲۳۶ و اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۶۱۵)

---------۶--------

حضرت سلمان فارسی گورنر مدائن کا مستقل سالانہ عطیہ چار ہزار درہم سالانہ مقرر تھا۔ (کتاب الاموال ص ۲۳۶)

---------۷--------

حضرت عمرو بن عاص امیر مصر کی ماہانہ تنخواہ دو ہزار درہم ماہوار (دو سو دینار) تھی۔ (اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۶۱۵)

---------۸--------

حضرت امیر معاویہ امیر شام کی تنخواہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے دس ہزار دینار سالانہ مقرر تھا۔ (استیعاب جلد اول ص ۲۵۵)

ہندستانی روپیہ کے اعتبار سے ۲۵ ہزار روپیہ سالانہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنخواہ ہوئی جو اس زمانہ کے اعتبار سے بہت گراں قدر تنخواہ ہے۔

جائدادوں' جاگیروں اور گراں قدر رقوم کی عطیات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وظائف کے تقرر میں لوگوں کی محنت و مشقت کا لحاظ فرمایا ہے۔ جس نے اسلام کی سر بلندی کے لیے جیسی خدمات انجام دیں اور جیسے سخت زمانہ میں کام کیا اس کے اعتبار سے اس کا وظیفہ مقرر فرمایا۔ چنانچہ اہل بدر کے لیے پانچ ہزار' حدیبیہ کے بعد قادسیہ سے پہلے جنگوں میں شریک ہونے والوں کے لیے تین ہزار' اہل قادسیہ و اہل شام کے لیے دو ہزار' قادسیہ کے خاص جنگی ماہرین کے لیے ڈھائی ہزار' قادسیہ کے بعد بڑی جنگوں میں شریک ہونے والوں کے لیے ایک ہزار' معمولی جنگوں کے شرکاء کے لیے پانچ سو روپیہ مقرر تھا۔ (اشہر مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۳۵۷)

---------۲--------

علامہ ابو عبیدہ قاسم بن سلام نے لکھا ہے کہ اہل بدر میں بھی تقسیم تھی۔ انصار میں سے جو لوگ شریک تھے' ان کا وظیفہ چار ہزار سالانہ مقرر تھا۔ اور مہاجرین میں سے جو لوگ شریک تھے' ان کا وظیفہ پانچ ہزار سالانہ مقرر تھا۔ (کتاب الاموال ص ۲۳۵)

علامہ ابو عبید قاسم بن سلام مزید لکھتے ہیں

--------۳--------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اور ان کے موالی کو جو بدر میں شریک ہوئے پانچ پانچ ہزار اور انصار اور ان کے موالی کو جنگ بدر میں شریک ہوئے چار چار ہزار کا عطیہ دیا۔ (کتاب الاموال ص ۲۲۵)

غلام و آقا کے عطیات میں یہ مساوات و برابری محض ان کے حق خدمت کی قدر دانی تھی۔

--------۴--------

خاص خدمات کے صلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعض حضرات کو مخصوص عطیات دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا مشاہرہ دو سو دینار زائد مقرر کیا کیونکہ وہ امیر لشکر تھے اور عمرو بن وہب کو سو دینار دیا کیونکہ وہ نرغہ کے وقت ثابت قدم رہے۔

--------۵--------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ بیعت رضوان میں شریک ہونے والوں کا وظیفہ دو سو سالانہ مقرر کریں اور اگرچہ عثمان بن قیس اور خارجہ بن حذافہ بیعت رضوان والوں میں سے نہیں ہیں۔ مگر ان کو بھی دو سو سالانہ والے وظیفہ میں شامل کرلیں۔ عثمان کا تو اس لیے کہ وہ بڑے مہمان نواز ہیں اور خارجہ کا اس لیے کہ وہ میدان جہاد میں شجاعت کے بڑے جوہر دکھاتے ہیں۔ (اصابہ جلد ۲ ص ۳۵۷)

--------۶--------

حضرت زینبؓ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارہ ہزار درہم سالانہ وظیفہ کی رقم ارسال کی تو حضرت (زینبؓ) نے اپنے رشتہ داروں و ضرورت مندوں میں اسی دن جذبہ سخاوت سے تقسیم کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو ان کی فیاضی کی وجہ سے ایک ہزار مزید بھیج دیا۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عظیم قدردانی تھی۔ مگر

انہوں نے اس کو بھی خرچ کر دیا۔ (اصابہ جلد ۴ ص ۳۰۸)

---------- ۷ ----------

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ ایک موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے لوگوں کو عطیات تقسیم ہو رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو ایک شخص کے چہرے کا گوشت خالی تھا اور شمشیرزنی کے نشانات قائم تھے۔ اس سے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟ اس نے کہا کہ ایک غزوہ میں ایک سخت زخم کے سبب میرے چہرہ میں یہ گڑھا ہو گیا ہے۔ فرمایا اسے ایک ہزار اور دے دو۔ اسے دے دیا گیا پھر فرمایا کہ اسے ایک ہزار اور دے دو' وہ دے دیا گیا۔ پھر فرمایا کہ ایک ہزار اور دے دو وہ دے دیا گیا' پھر فرمایا کہ ایک ہزار اور دے دو۔ وہ شخص کثرت عطیہ سے شرما گیا اور نظر بچا کے کھسک آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جب دوبارہ نظر پڑی۔ تو پوچھا وہ کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا کہ وہ شرما کے نکل گیا۔ فرمایا اگر وہ ٹھہرا رہتا تو اسے میں برابر دیتا رہتا۔ اللہ اللہ اس نے اللہ کے راستہ میں ایسی ضرب کھائی کہ اس کے چہرے میں گڑھا پڑ گیا۔

(سیرت عمر لابن الجوزی ص ۶۳)

---------- ۸ ----------

غزوہ احد میں شریک ہونے والوں کا وظیفہ جب تقسیم ہونے لگا تو ایک شخص کو مستقل وظیفہ کے علاوہ ایک ہزار بطور انعام دلوایا۔ کسی نے کہا کہ آپ کے صاحبزادے بھی غزوہ احد میں شریک رہے ان کو بھی ایک ہزار دلوا دیجئے۔ فرمایا ان اباھذا اثبت یوم احد ولم یثبت ابوھذا۔ یہ انعام اس شخص کو دیا گیا ہے کہ اس کا باپ غزوہ احد میں ثابت قدم رہا اور عبداللہ کا باپ ثابت قدم نہ رہ سکا۔ (سیرت عمر ص ۶۸)

---------- ۹ ----------

خنساء نام کی ایک صحابیہ مشہور شعراء عرب میں سے تھی [۱] اس کے چار لڑکے

جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے۔ خنساء نے اپنے چاروں بیٹوں کو قسم دے کر کہ میدان کارزار میں پوری جانبازی سے لڑیں اور پیٹھ دکھا کر منہ نہ پھیریں۔ چاروں لڑکے بہادری سے لڑے اور آخر کار چاروں شہید ہو گئے۔ خنساء کو خبر ہوئی تو اس نے صبر کیا اور بچوں کے لیے دعا مغفرت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ عظیم قدردانی کی کہ جب تک خنساء زندہ رہیں اس وقت تک اس کے چاروں بہادر مجاہد لڑکوں کا وظیفہ اس کو دیتے رہے۔ (اصابہ ج ۴ ص ۲۸۱)

---------۱۰---------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قدردانی میں یہ بھی داخل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی عظمت کے سبب محمد نام والوں کی خاص طور سے تکریم فرمائی۔ چنانچہ اپنے خادم سے فرمایا علیک بالمحمدین کہ محمد نام والے سب لوگوں کو بلا لاؤ۔ چنانچہ محمد نام کے سب حضرات محمد بن ابی بکر، محمد بن جعفر، محمد بن طلحہ وغیرہ آئے تو سب کو آپ نے بیش قیمت حلے دیئے۔ (اصابہ ج ۳ ص ۳۵۵)

حضرت ابوبکر صدیق کی مردم شناسی خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے مردم شناس تھے۔ بعض واقعات کے سبب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اصرار تھا کہ حضرت خالد کو ان کے عہدے سے معزول کر دیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زور دار گفتگو بھی کر چکے تھے لیکن حضرت ابوبکر نے ایک نہ سنی۔ آخر جب حضرت خالد سیف اللہ کے جوہر کھلے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اقرار کیا کہ صحابہ میں حضرت ابوبکر کے برابر کوئی مردم شناس نہ تھا۔

---------۲---------

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد کو باوجود ان کی بعض اجتہادی غلطیوں کے کبھی معزول نہیں کیا۔ مالک بن نویرہ کے قتل میں حضرت خالد کی اجتہادی غلطی ثابت ہو چکی تھی۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ابو جذیمہ کے قتل کا سانحہ پیش آچکا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل دیت ادا کی اور خالد کے فعل سے بیزاری ظاہر کی

مگر بایں ہمہ حضرت خالد کو معزول نہیں کیا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۳۲۳' السیاستہ الشرعیہ لابن تیمیہ ص ۶)

اس سے ظاہر ہے کہ کام کے آدمی کی قدر کی گئی اور ان کی لغزشوں اور اجتہادی غلطیوں پر خط عفو کھینچ دیا گیا۔ حضرت خالد نے جب عراق کی فتوحات میں ہرمز کو قتل کیا جو مملکت کسریٰ کا نائب تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ نے ہرمز کا تمام مال مسلوب حضرت خالد کے حوالے کر دیا جس میں اس کی ٹوپی جو مرصع بہ جواہر تھی ایک لاکھ روپے کی تھی۔ (البدایہ والنہایہ ص ۳۴۴)

---------۳--------

حضرت ابوبکر رضی اللہ سے ایک شخص کو رنجش تھی لیکن اس ذاتی رنجش کے باوجود اس کو کسی خاص عہدے کے لیے حضرت ابوبکر نے موزوں خیال فرمایا تو وہ عہدہ اس کے سپرد فرما دیا۔ چنانچہ شام کی جنگی مہم میں حضرت ابوبکر نے خالد بن سعید کو دستہ فوج پر امیر مقرر کیا تو حضرت عمر نے ان کے متعلق کہا کہ یہ آپ کی خلافت سے راضی نہیں تھے اور انہوں نے آپ کے بالمقابل بنو ہاشم کو بہتر بتلایا تھا۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ نے اس کی ذرہ برابر پرواہ نہ کی اور چونکہ آپ نے ان کو اس عہدے کے لیے موزوں خیال کیا تھا اس لیے اس عہدے پر سرفراز فرما دیا اور انہوں نے بھی اپنی خدمات سے واضح کر دیا کہ وہ اس عہدہ کے اہل تھے۔ (صدیق اکبر ص ۳۲۱ مولفہ مولانا سعید احمد اکبر آبادی)

---

(۱) (حضرت خنساء صحابیہ تھیں۔ بہت عمدہ اشعار کہتی ہیں۔ خاص طور پر مرثیہ میں ممتاز تھیں۔ موسم حج میں ان کے خیمہ کے دروازے پر ایک جھنڈا نصب ہوتا تھا جس پر لکھا ہوتا تھا۔ ارثی العرب یعنی عرب میں سب سے بڑھ کر مرثیہ کہنے والی نابغہ ذبیانی عرب کے مشہور و ممتاز شاعر نے خنساء کو بہترین شاعرہ تسلیم کرتے ہوئے لکھا کہ عورتوں میں بڑی شاعرہ ہیں۔ اگر میں اعشیٰ کے اشعار نہ سن لیتا تو تجھ کو اس سال موسم حج میں تمام شعراء پر فضیلت دیتا۔ شاعر اسلام حضرت حسان بن ثابت کو اس فیصلہ کی

اطلاع ہوئی تو ناراض ہو کر آپ نے نابغہ سے فرمایا تم نے بالکل غلط فیصلہ کیا۔ خنساء سے بہتر تو میرے شعر ہیں۔ نابغہ نے خنساء کی طرف اشارہ کیا تو خنساء نے حضرت حسان سے پوچھا آپ اپنا سب سے بہتر شعر سنایئے۔ حضرت حسان نے پڑھا

لنا الجفنات الغر یلمعن فی الضحی

واسیافنا یقطرن من نجدۃ دما

(ہمارے پاس بڑے بڑے صاف شفاف برتن ہیں۔ جو چاشت کے وقت چمکتے ہیں اور ہماری تلواریں بلندی سے خون ٹپکاتی ہیں)

اس شعر میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے سخاوت و شجاعت کا حال قلم بند کیا ہے۔ حضرت خنساء نے یہ شعر سن کر کہا کہ اب اس شعر پر میری تنقید سنئے۔

(۱) جفنات جمع قلت ہے اس کے بجائے جفان کہا جاتا تو مفہوم میں زیادہ وسعت پیدا ہو جاتی۔

(۲) غر پیشانی کی صباحت کو کہتے ہیں اس کے مقابلے میں بیض زیادہ موزوں ہے۔

(۳) یلمعن عارضی چمک کو کہتے ہیں اس کے بجائے یشرقن زیادہ بہتر تھا۔

(۴) ضحی کے بجائے دجی کہا جاتا تو زیادہ مناسب تھا کیونکہ روشنی سیاہی میں قابل وقعت ہوتی ہے۔

(۵) اسیاف جمع قلت ہے۔ سیوف کا استعمال زیادہ انسب تھا۔

(۶) یقطرن کے بجائے یسلن سے معنی زیادہ وسیع ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ خون کا سیلان قطرہ قطرہ ہو کے ٹپکنے سے زیادہ موثر ہے۔

(۷) دم کے مقابلہ میں دماء بہتر تھا کیونکہ یہ جمع ہے اور وہ واحد ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ یہ سن کر خاموش رہے اور ان اعتراضوں کا ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

(درمنثور ص ۱۱۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مردم شناسی اور فنی ماہروں کی قدر دانی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن جاننے والوں کو جنگ قادسیہ کے اموال و متاع سے مزید حصہ (مجاہدین کے حصہ کے علاوہ) دینے کا فرمان بھیجا۔ یہ دیکھ کر عمرو بن معدیکرب بھی انعام لینے آئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے پوچھا ما معک من کتاب اللہ؟ تمہیں قرآن کا کتنا علم ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے یمن میں اسلام قبول کیا اس وقت سے اب تک مجاہدانہ زندگی گذار رہا ہوں۔ حفظ قرآن میں نہ مشغول ہو سکا۔ اس کے بعد بسر بن ربیعہ آئے ان سے بھی یہی سوال کیا اور کہا کہ یہ انعام صرف حفظ قرآن پر ہے۔ تمہیں قرآن کتنا یاد ہے۔ انہوں نے کہا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا بس اتنا ہی یاد ہے؟ کہنے لگے جی ہاں بس اس قدر۔ فرمایا۔ یہ انعام حفظ قرآن کا ہے۔ بہرحال حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جب ان کو کچھ نہیں دیا تو ان لوگوں نے اپنے قصائد کے ذریعہ اپنے اس درد کا اظہار کیا کہ جنگ میں ہم نے وہ شجاعت اور بہادری دکھائی ہے کہ جب ایک دستہ فوج کو کاٹ لیتے تھے تو دوسری فوج پر پل پڑتے تھے اور یہ وقت تھا کہ دوسروں کی ہمت جواب دے جاتی تھی۔ لیکن جب دینار ملنے کا وقت آیا تو ہم برابر بھی نہیں رکھے گئے۔ ان دونوں قصائد کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کے پاس بھیج دیا۔ ایک قصیدہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی مذمت بھی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کے پاس حکم بھیجا۔ ان اعطھما علی بلائھما یعنی ان لوگوں نے جنگ میں خاص محنت و جفاکشی سے کام لیا ہے۔ انہیں اور بھی عطا کرو۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دو دو ہزار درہم ان کو مزید عطا فرمایا۔ (اصابہ ج اول ص ۱۷۵)

---------۲--------

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ نے لکھا کہ حضرت سعد رضی اللہ کے پاس جنگ قادسیہ میں امدادی کمک کے طور پر حضرت عمر رضی اللہ نے عمرو بن معدی کرب اور طلحہ بن خویلد کو بھیجا۔ اور رقعہ لکھا کہ دونوں کو بھیج کر میں دو ہزار افراد سے امداد کر رہا ہوں کیونکہ یہ دونوں دو ہزار کے برابر ہیں۔ اگلے لوگ کیسے پر قوت تھے کہ جنگ قادسیہ میں جب انہوں نے نیزہ بازی و شمشیر زنی کا جوہر دکھایا تو ان کی عمر اس وقت اسی برس کی تھی اور جب جنگ صفین میں لڑنے گئے تو ان کی عمر ڈیڑھ سو سال کی تھی۔ (اصابہ جلد ۳ ص ۲۱)

---------۳---------

حضرت عمر رضی اللہ کی مردم شناسی ہر تعریف و تحسین سے بے نیاز ہے۔ آپ کو خدا نے یہ ملکہ عطا فرمایا تھا کہ فراست ایمانی سے ہر کام کے آدمی کو تاڑ لیتے تھے اور اس کو اس کی خدمتوں کا معاوضہ و صلہ دیتے تھے۔ عہد رسالت سے ہی ہر شخص کی خدمات کی قدر و قیمت اپنے دل میں محفوظ رکھتے تھے۔ جب آپ کی خلافت کا دور آیا تو ان کو مختلف مواقع پر ان کی خدمات کا صلہ دیا۔ ایک بار اہل مکہ کا وظیفہ مقرر ہو رہا تھا تو فی کس آٹھ سو درہم سالانہ مقرر ہوا مگر نضر بن انس کا دو ہزار سالانہ مقرر فرمایا تو کسی نے اعتراض کیا کہ نضر بھی مکی ہیں تو ان کا وظیفہ خاص طور سے کیوں زیادہ ہے۔ فرمایا کہ بے شک یہ بھی مکی ہیں لیکن غزوہ احد میں ان کے باپ نے جو خدمات انجام دی تھیں وہ اس کو نصیب نہیں جس کے لیے تم اعتراض کرتے ہو۔ نضر کے والد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شہادت کی خبر سن کر داد شجاعت دے کر جان دے دی۔ جس کے لیے تم سوال کرتے ہو اس کا باپ فلاں فلاں وادی میں اپنی بکریوں کا ریوڑ چرا رہا تھا۔ (کتاب الخراج ص ۵۱ اصابہ لابن حجر ج ۳ ص ۵۴۹ و منتخب کنز العمال جلد ۲ ص ۱۶۳)

---------۴---------

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ نے سب اصحاب محمد کو حلہ پہنایا ایک حلہ فاضل بچا تو حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا اس جوان کو بتلاؤ جس نے خود بھی اور اس کے باپ نے

بھی ہجرت کی ہو۔ یہ حلہ ایسے ہی شخص کو دوں گا۔ چونکہ حضرت عمر اور آپ کے صاحبزادے عبداللہ بن عمر دونوں نے ہجرت کی تھی۔ اس لیے کچھ لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اپنا خاندان مراد نہیں لیا ہے۔ میرے علاوہ کسی اور کا نام بتلاؤ تو کوئی نہ بتلا سکا تو آپ نے ہی فرمایا یہ جوان سلیط بن سلیط ہیں۔ کہ خود انہوں نے بھی اور ان کے باپ نے بھی ہجرت کی تھی یہ کہہ کر یہ زائد حلہ ان کے حوالہ کیا۔ (استیعاب جلد ۲ ص ۵۸۰ اصابہ جلد ۲ ص ۶۹)

---------- ۵ ----------

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ کی عورتوں کو چادر تقسیم کی۔ ایک چادر فاضل بھر گئی۔ بعض لوگوں نے کہا اپنی بیوی ام کلثوم کو دے دیجئے فرمایا کہ اس زائد چادر کی حق دار ام سلیط ہیں۔ کیونکہ ام سلیط انصاریہ ان عورتوں میں سے ہیں جو جنگ احد میں مشک میں پانی بھر بھر کر لاتیں اور زخمیوں کو پلاتی تھیں۔

(مسند احمد جلد ۵ ص ۱۸۲ و سیرت عمر لابن الجوزی ص ۵۷)

---------- ۶ ----------

ایک اور موقعہ پر حلوں کے تقسیم کے بعد ایک حلہ فاضل بچا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کو اسے دوں گا جو خود بھی مہاجر ہو اور اس کا باپ بھی مہاجر ہو۔ تو لوگوں نے کہا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیجئے کہ یہ دونوں مہاجر ہیں۔ فرمایا کہ اس کے حقدار سعید بن عتاب ہیں کہ باپ بیٹے دونوں نے ہجرت کی۔ (اصابہ جلد ۲ ص ۴۴۵)

---------- ۷ ----------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قدر شناسی اور عمال کی دلجوئی کے سلسلہ میں یہ بات بھی شمار کیے جانے کے قابل ہے کہ آپ نے شہادت کے موقعہ پر یہ وصیت فرمائی کہ میرے تمام مقرر کردہ عمال و حکام کو اپنے اپنے مقامات پر ایک سال تک بحال رکھا جائے۔ جو بھی خلیفہ ہوں ان کو میری وصیت پر عمل کرنا چاہیے۔

---------- ۸ ----------

حضرت عمر رضی اللہ کی نظر انتخاب و مردم شناسی بہت اعلیٰ درجہ کی تھی۔ کام کے آدمی کو ہمیشہ نگاہ میں رکھتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عبداللہ بن ارقم کے متعلق فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کام ان کے سپرد فرمائے۔ جب ان کو انہوں نے انجام دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اطمینان و مسرت کا اظہار فرمایا فمازالت فی نفسی حتی جعلته علی بیت المال (اصابہ جلد ۲ ص ۲۶۵) یعنی وہ میرے جی میں ہمیشہ رہے یہاں تک کہ میں نے ان کو بیت المال پر افسر مقرر کر دیا۔

---------- ۹ ----------

جب حضرت خالد رضی اللہ کا انتقال ہو گیا اور امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ بھی ان کے جنازہ میں نکلے تو دیکھا کہ ان کی ماں ان کے غم میں رو رو کر یہ شعر پڑھ رہی ہیں

انت خیر من الف الف من القوم

اذا ما کنت فی وجوہ الرجال

یعنی تم جب مردوں کے مقابلے میں ہو تو اس وقت قوم کے دس لاکھ افراد پر بھی بھاری ہوتے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا کہ صدقت واللہ ان کان لکذالک تم سچ کہہ رہی ہو۔ واللہ بلاشبہ وہ ایسے ہی تھے۔

جنازہ سے واپسی کے بعد حضرت عمر رضی اللہ کو اطلاع دی گئی کہ خالد رضی اللہ کے غم میں کچھ عورتیں رو رہی ہیں۔ آپ ان کو منع کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ نے کہا کہ حضرت خالد رضی اللہ روئے جانے کے قابل ہیں۔ ان پر رونے میں کچھ حرج نہیں ہے جب تک چیخ و پکار اور شور و شیون نہ ہو۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا کہ میرا پختہ ارادہ ہو چکا تھا کہ سفر حج سے واپس ہونے کے بعد خالد کو پھر ان کی ولایت سپرد کر دوں کیونکہ جس فتنہ کا اندیشہ تھا وہ اب زائل ہو چکا تھا۔ (اصابہ جلد ۲ ص ۳۸۵)

عدل و انصاف و احسان و سلوک کے سلسلہ میں صحابہ و تابعین کے نصائح

و خطبات :۔ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک صحابی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا انی اریدان اوصیک یا عمر قال اجل فاوصنی کہ میں آپ کو کچھ نصیحت کرنا چاہتا ہوں فرمایا کہ ہاں وصیت کیجئے تو انہوں نے کہا تخشی اللہ فی الناس ولا تخش الناس فی اللہ بعینک اللہ ویصلح رعیتک علی یدک و احب لھم ماتحب لنفسک واکرہ ما تکرہ لنفسک (منتخب کنزالعمال جلد ۴ ص ۳۹۰)

یعنی خدا کے معاملہ میں لوگوں کا خوف نہ کیجئے۔ اللہ کی مدد آپ کے شامل حال ہو گی اور آپ کی رعایا اصلاح پذیر ہو گی۔ اور جو آپ کو اپنے لیے پسند ہو اسے رعایا کے لیے پسند کیجئے اور جو خود ناپسند ہو اسے رعایا کے لیے بھی ناپسند فرمائیے۔

---------- ۲ ----------

ایک بار حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے مشترکہ طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک نصیحت نامہ لکھا تھا کہ آپ امت محمدیہ ﷺ کے کالے اور گورے کے حاکم ہو گئے ہیں۔ آپ کے سامنے دوست دشمن بڑے چھوٹے کمزور طاقت ور سب بیٹھے ہیں۔ ان سب کے حقوق آپ کے ذمے ہیں۔ اور سب کے لیے آپ کے میزان عدل میں حصہ ہے۔ ذرا خیال رکھنا کہ آپ ان کے ساتھ کس طرح انصاف کرتے ہیں۔ (فتوح الشام ازدی ص ۸۸)

---------- ۳ ----------

ایک بار حضرت خولہ ؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے وہ زمانہ یاد آتا ہے۔ جب تم بجائے عمر کے عمیر کے ساتھ پکارے جاتے تھے۔ پھر وقت آیا کہ تم کو عمر سے پکارا جانے لگا۔ اب وہ دور ہے۔ آپ امیرالمومنین سے مخاطب کیے جاتے ہیں فاتق اللہ فی الرعیۃ تو رعایا کے معاملہ میں آپ خدا ترسی کو ملحوظ رکھیں گے۔ (اصابہ جلد ۴ ص ۲۸۳)

---------- ۴ ----------

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ربیع بن زیاد اپنی قوم کی طرف سے نمائندہ ہو کر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین و انصار کی آمد پر ان کو طلب کیا تو انہوں نے کھڑے ہو کر مجمع عام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا

آپ یہ نہ سمجھیں کہ امارت و خلافت جس کے آپ والی ہیں یہ کوئی نعمت ہے۔ بلکہ یہ ایک آزمائشی مرحلہ ہے جس میں آپ مبتلا کر دیئے گئے ہیں۔ اگر ایک بکری بھی دریائے فرات کے کنارے پر گم ہو گئی تو آپ اس کے ذمہ دار ہیں اور بروز قیامت آپ سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی نصیحت سر جھکائے ہوئے متاثر ہو کر سن رہے تھے اور ذمہ داری کے احساس سے روتے جاتے تھے۔ (اصابہ جلد اول ص ۴۹۲)

----------۵----------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس ایک انصاری شخص تشریف لائے اور کہنے لگے کہ آپ کو میں کچھ نصیحت کرنا چاہتا ہوں جو آج آپ کو ناگوار معلوم ہو گی۔ لیکن کل (بروز قیامت) وہی چیز مفید ثابت ہو گی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا پوری آزادی سے نصیحت فرمائیے۔ (مقدمہ الجرح والتعدیل ص ۲۰۱)

----------۶----------

اس قسم کی ایک نصیحت آپ کے شاہزادگی کے زمانہ میں آپ کے ایک غلام نے کی تھی۔ جب آپ ایک حبشی غلام کو مارنے لگے تھے۔ تو اس نے پوچھا کہ مجھے کیوں مارتے ہیں؟ کہا تو نے فلاں قصور کیا ہے۔ غلام نے کہا کہ کبھی آپ نے بھی اپنے سے بڑے کا قصور کیا ہے جس پر وہ خفا ہوئے ہوں۔ کہا ہاں ایسا اتفاق ہوا ہے تو کہا کیا آپ کے بڑوں نے فی الفور سزا دی ہے؟ فرمایا نہیں۔ غلام نے کہا تو پھر مجھے سزا دینے میں آپ کو اس قدر بے قراری کیوں ہے۔ میں تو بہر حال آپ کے ماتحت ہوں۔ حضرت عمر اس کی اس بات سے اتنا متاثر ہوئے کہ اس کو اسی وقت آزاد کر دیا اور اپنی شاہی زندگی سے توبہ کر لی۔ (مروج الذہب للمسعودی جلد ۲ ص ۱۹۷)

---------- ۷ ----------

امام طاؤس یمنی نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو نصیحت کی کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے سب کام مبنی علی الخیر ہوں اور ہر عمل سر تا پا خیر ہی خیر ہو تو حکومت میں عہدے صرف اہل خیر کے سپرد فرمایا کریں۔ (مروج الذہب جلد ۳ ص ۱۹۴)

یہ وہ امام ہیں جن کو عمر بن عبدالعزیزؒ کے دربار میں کافی رسوخ حاصل تھا۔ ایک بار ان کے صاحبزادے نے اپنے والد کی طرف سے ایک جعلی خط پیش کر کے ایک ہزار دینار حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے حاصل کر لیا اور خرچ کر ڈالا۔ امام موصوف کو علم ہوا تو زمین فروخت کر کے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں رقم بھیج دی۔ امیرالمومنین نے کہا رہنے دیجئے مگر کہنے لگے میں نے نہیں لکھا ہے اور مجھے ضرورت بھی نہیں تھی تو اسے اس جعلی خط کا خمیازہ بھگتنا چاہیے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۵)

---------- ۸ ----------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ نے نصیحت آمیز خط لکھا کہ اے عمر تم سے پہلے بھی خلفاء گذرے ہیں۔ اور اس موت کے پنجے میں گرفتار ہوئے ہیں جس سے وہ بھاگنا چاہتے تھے۔ وہ آنکھیں آج ضائع ہو چکی ہیں جو لذت دار چیزیں دیکھا کرتی تھیں۔ وہ گردن آج قبر میں یوں ہی مدفون ہیں جو نرم تکیہ کی عادی ہیں۔ اور وہ پیٹ پھٹ چکے ہیں جو رنگ برنگ کے لذیذ کھانوں کی فکر میں رہا کرتے تھے۔ اور آج ان کے اجسام مردہ ہو چکے ہیں۔

---------- ۹ ----------

قاضی ابویوسف لکھتے ہیں کہ رعایا کے رنج و غم میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ساری رات مصلٰی پر بیٹھے روتے رہے۔ صبح زوجہ محترمہ سے کہا میرا کیا حال ہو گا کہ میں تمام امت کا والی ہوں۔ سوچتا ہوں کہ دور دراز کے شہروں میں ناتواں بھی ہوں گے جو تنگ حالی سے برباد ہو رہے ہوں گے۔ بہت محتاج و فقیر اور بہت سے مجبور قیدی ہوں گے۔ خدائے تعالٰی مجھ سے سوال کرے گا اور نبی کریم ﷺ مجھ سے رعایا

کے متعلق احتجاج کریں گے تو میرے پاس اپنی صفائی کے لیے کیا عذر ہو گا۔ جب کہ میں پوری ذمہ داری نہیں ادا کرپا رہا ہوں۔ (کتاب الخراج ص ۱۹)

---------- ۱۰ ----------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے محض رعایا پروری اور رعایا کے معاملات میں کمال شغل و انہماک کے سبب اپنی تمام لونڈیوں کو حکم دیا جو خلافت سے پہلے آپ کے پاس تھیں کہ جس کا جی چاہے آزاد ہو جائے اور جو چاہیں میرے پاس رہیں مگر مجھ کو اب تم سے کچھ واسطہ نہ ہو گا۔ اسی طرح دور خلافت میں کبھی اپنے خاص حرم سے بھی قربت نہ فرمائی نہ غسل جنابت کی نوبت آئی۔ (طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۹۴)

---------- ۱۱ ----------

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اپنے عمال کو اپنے خطوط میں لکھتے کہ میرے خط کا کوئی مضمون خلاف حق ہو تو اس کو زمین پر دے مارو۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۲۰۱)

محدث ابن ابی الدنیا نے ایک کتاب "مواعظ الخلفاء" کے نام سے لکھی ہے اس کا کچھ خلاصہ "احیاء العلوم" میں ہے۔ اس میں سے چند واقعات ملاحظہ کریں

---------- ۱۲ ----------

حضرت عطاء بن ابی رباح' خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس آئے اس نے اٹھ کر آپ کا استقبال کیا اور تخت شاہی پر ان کو بٹھا کر ان کے سامنے خود بیٹھ گیا۔ اور حالات پوچھنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ اتق اللہ فی اولاد المھاجرین والانصار تفقد امور المسلمین ولا تغلق بابک دونھم

یعنی مہاجرین و انصار کی اولاد کا خیال رکھیے اور مسلمانوں کے حالات و ضروریات کو معلوم کرتے رہیے اور اپنے پھاٹک کو ان کے سامنے بند نہ رکھئے۔

(احیاء العلوم جلد ۲ ص ۳۴)

---------- ---------

حقوق رعیت کے سلسلہ میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے والی عراق عمرو بن

ہبیرہ سے فرمایا ان حق الرعیہ" لازم لک و حق علیک ان تحوطھم بالنصیحۃ" یعنی امیرالمومنین کے فرامین کا اندھا دھند اتباع تجھ پر لازم نہیں بلکہ سب سے پہلے رعایا کے حقوق کا لحاظ اور ان کی خیر خواہی تجھ پر لازم ہے۔ (احیاء العلوم جلد ۲ ص ۳۴۱)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص رعایا پر حاکم مقرر ہوا اور اس نے رعایا کے ساتھ خیر خواہی کا فرض ادا نہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ جنت حرام کر دے گا۔

---------- ۱۴ ----------

اسی طرح امام اوزاعی اور محدث ابن ابی ذئب نے خلیفہ ابو جعفر منصور اور خلیفہ مہدی کو رعایا پروری اور رعایا کے حقوق میں عدل و انصاف و احسان کرنے کے لیے ساف اور واضح نصیحتیں فرمائی ہیں۔ (احیاء العلوم ج ۲ ص ۳۴۲)

---------- ۱۵ ----------

ایک بار امام اوزاعیؒ نے شاہزادہ مہدی کو توجہ دلائی کہ اہل مکہ پر خشکی و بحری راستے بند ہیں۔ غلہ از حد گراں ہے۔ گیہوں اور روغن زیتون کی نایابی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ قحط کے سبب مکہ والے اور ان کے مویشی و چوپائے ہلاک ہو رہے ہیں۔ آپ اہل مکہ کے ساتھ احسان و سلوک کریں اور جلد از جلد گیہوں و زیتون کی فراہمی کی فکر کریں اور ان کو پہنچائیں۔ (مقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۱۹۴)

---------- ۱۶ ----------

اسی طرح خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی کو امام اوزاعی نے متعدد خطوط لکھ کر اہل ساحل کے وظائف میں نقد و جنس اور کپڑا وغیرہ میں معقول اضافہ کرایا۔

(مقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۱۹۵)

---------- ۱۷ ----------

اسی طرح حضرت سفیان ثوری نے ہارون رشید کے خط کے جواب میں لکھا ہے کہ تم نے بیت المال کی رقم اس طرح اسراف سے خرچ کی ہے کہ بیوگان و یتیموں

اور اہل علم اور دوسری تمام رعایا کے حقوق تم نے ضائع و برباد کر دیا۔ فاتق اللہ یا ہارون فی رعیتک واحفظ محمدا صلی اللہ علیہ وسلم فی امتہ و احسن الخلافۃ علیھم۔ پس اے ہارون اپنی رعایا کی حق تلفی سے ڈر اور امت محمدیہ کی اچھی طرح دیکھ بھال کر اور خلافت کے فرائض کو پوری طرح ادا کر۔ یہ خلافت کا کاروبار بس چند روزہ ہے تم سے پہلے لوگ اسے چھوڑ کر گئے تم بھی اسے چھوڑ کر جاؤ گے۔ دنیا اسی طرح ایک دوسرے کو منتقل ہوتی آئی ہے اور ہوتی رہے گی دنیا سے آخرت کے لیے توشہ تیار کرو ورنہ دنیا و آخرت دونوں برباد ہو گئیں میں مکرر سہ مکرر لکھ رہا ہوں کہ آئندہ مجھے اب خط نہ لکھنا میں جواب نہ دوں گا۔ امام غزالی لکھتے ہیں کہ ہارون رشید امام ثوری کے خط کو ہمیشہ نماز کے بعد پڑھتا تھا۔ (احیاء العلوم جلد ۲ ص ۳۴)

---------۱۸---------

خلیفہ ہارون رشید حج کے لیے گیا ہوا تھا۔ جب مروہ پر چڑھا تو اس زمانہ کے ایک بزرگ عبیداللہ بن عبدالعزیز تھے۔ انہوں نے پکارا اے ہارون! صفا پر چڑھ کر بیت اللہ کی طرف دیکھ کتنے آدمی ہیں۔ ہارون نے کہا بے انتہا آدمی ہیں' کہنے لگے تیری حدود خلافت میں اس سے کہیں زیادہ آدمی آباد ہیں۔ خیال کرو۔ کل واحد منھم یسال عن خاصۃ نفسہ وانت وحدک تسال عنھم کلھم کیف تکون۔ یعنی ہر ایک سے تو تنہا تنہا سوال ہو گا اور تم سے تمہاری ساری رعایا کے متعلق سوال ہو گا۔ کیونکہ تم اپنی رعایا کے والی ہو۔ پھر تمہارا حال کیا ہو گا۔ راوی کا بیان ہے کہ ہارون بڑا متاثر ہوا اور بے اختیار رونے لگا اور اتنا رویا کہ رومال پر رومال خدام دیتے گئے اور تمام رومال آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ (صفوۃ الصفوہ ج ۲ ص ۱۰۲)

---------۱۹---------

ایک بار حضرت عباس کے بیٹے فضیل نے خلیفہ ہارون رشید سے کہا یا حسن

الوجه انت الذی یسئالک الله عن هذا الخلق یوم القیامة" فان استطعت ان تقی هذا الوجه من النار فافعل وایاک ان تصبح و تمشی فی قلبک غش لا حد من رعیتک فان النبی صلی الله علیه وسلم قال من اصبح بهم غاشا لم یرح رائحة الجنة" (صفوة الصفوہ جلد ۲ ص ۱۳۹)

یعنی اے حسین و جمیل خلیفہ آپ کی وہ ذمہ دار ہستی ہے کہ آپ سے قیامت کے دن آپ کی پوری رعایا کے متعلق سوال ہو گا۔ پس آپ اپنے اس خوبصورت چہرہ کو جہنم کی سزا سے بچا لیں اور اس کا بڑا لحاظ رکھیں کہ رعایا کے لیے آپ کے دل میں کوئی کینہ نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنی رعایا کے معاملہ میں صاف دل اور صاف معاملہ نہ ہو گا وہ جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا۔

ہارون رشید اس پر اثر نصیحت سے از حد متاثر ہوا اور زار و قطار رونے لگا۔ آج رعایا کے معاملات کے لیے ایسے خدا ترس' خدا پرست مقررین و واعظین کا وجود ہی نہیں اور اگر کہیں ہیں بھی مثل مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ وغیرہ کے تو حکام و سلاطین کے دل پر زبردست چوٹ نہیں لگتی اور خوف خدا سے وہ گریہ و زاری نہیں پیدا ہوتا جو ہم سلاطین سلف میں دیکھتے ہیں۔

---------- ۲۰ ----------

حضرت سفیان ثوری نے خلیفہ ہارون رشید کو یہ نصیحت کی کہ جہاں بانی و رعایا پروری کے لیے وہ انداز رکھو جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تھا۔ خلیفہ ہارون نے کہا کہ ان حضرات لو اچھے عمال اور اچھے رفقاء میسر تھے۔ اب ویسے آدمی کہاں۔ سفیان ثوریؒ نے کہا تو پھر عمر بن عبدالعزیز کی طرح حکومت کرو ان کو تو ویسے آدمی میسر نہ تھے۔ مگر وہ رعایا پروری میں بے مثل و بے نظیر تھے۔ (مقدمتہ الجرح والتعدیل ص ۱۳)

چمنستان خلافت کا عطر بیز و روح پرور گل
دستہ' عہد راشدہ کا شفاف و مجلی آئینہ اور
اسلامی حکومت کا حسین و جمیل مرقع ایک قلم
کار نے کاغذی نقش و نگار کی شکل میں زینت
محفل بنا کر رکھا۔ آپ کی متجسس نظریں دیکھیں
گی کہ اس گلدستہ میں کیسے کیسے حسین و رنگین
پھول کھل رہے ہیں۔ اس آئینہ میں کیسی کیسی
نور و آراستہ شکلیں جلوہ بار ہیں۔
خلافت راشدہ کی اس قلمی عکاسی و جلوہ
ثی کے بعد ہم اور آپ سبھی اس یقین پر مجبور
ں کہ اگر دنیا پھر اس عہد راشد کے اصول
پنانے کا عہد کرے' اکثریت و اقلیت اور خویش
و بیگانہ کو واقعی مساوی حقوق دے دیئے جائیں تو
یہ جہنم زار دنیا پھر امن و سکون کا فردوس لالہ
زار بن جائے۔
ذاکر ندوی